MPN
188155

تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد ہشتم
8

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت
عاملِ شریعت، کاملِ طریقت
صادق البیان، مُفسّرُ القرآن
فدائے عشقِ محمدؐی
ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی
حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی
قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ــــــــــــ تفسیرِ علیم (جلد ہفتم)
ترتیب و پیشکش ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی
ناشر ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ ـ اپریل ۲۰۱۲ء	۵۰۰۰

297.64
934
107957
ک ۱

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار وخطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی وکریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صَلّی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیٔ ءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد ہفتم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمّدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمّد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔
اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالِم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعا گو اور دُعا جو

رابعہ ثانی

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ بقرۃ

آیات ١٦٨ تا ١٧٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا
طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ
بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا

Marfat.com

دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اُتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت اور کافروں کی کہاوت اس

Marfat.com

کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار
کے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے تو انہیں
سمجھ نہیں اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی
ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو
پوُجتے ہو اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مُردار اور
خُون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا
نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ
خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے
آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ ۱۶۸ سے لے کر ۱۷۳ تک آیات کی تلاوت کی گئی ہے اس میں سے ۱۶۸۔ اور ۱۶۹ کی تفصیل گزشتہ نشست میں بیان کرچکا ہوں۔ مختصراً اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت پر ایمان کے متعلق بات کی۔

اس کے بعد مشرکین اور کافرین کی قلبی اور روحی بیماریوں کا ذکر فرمایا، اور ان کی وجوہات بیان کیں۔ اس کے بعد تمام انسانوں کو چاہے وہ مومن ہو یا کافر ہو، یا مشرک ہو، ہر ایک کو اس نے حکم

دیا کہ، روئے زمین پر جو حلال اور پاک رزق میں نے عطا کیا ہے، اس کو کھائے اور شیطان کی پیروی نہ کرے، اس کے قدموں پر نہ چلے۔

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہر طیّب چیز حلال نہیں ہوتی مٹی طیّب ہے، اس سے ہم تیمّم کرتے ہیں لیکن وہ حلال نہیں ہے۔ گیہوں اور روٹی حلال ہے لیکن اگر وہ غلط طریقے سے حاصل کیا گیا ہے، چوری سے، رشوت سے وہ حلال طیّب نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے شرط لگادی کہ اے لوگو! میری اطاعت کرو، میں نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ جو ہم نے تمہیں حلال اور پاکیزہ چیزیں دی ہیں وہ کھائیں اور شیطان کی پیروی نہ کریں۔ اس لئے کہ شیطان حلال کو حرام بتلائے گا اور حرام کو حلال بتلائے گا۔ پاک کو ناپاک بتلائے گا اور ناپاک کو پاک بتلائے گا۔

اور حلال چیزوں کو حرام کرنا یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے۔ یہ نہ اپنائے۔ اور شیطان تو آپ کا صریح دشمن ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت بنی آدم کی مخالفت اور دشمنی کرے گا۔ تو اس کے تم نقشِ قدم پر نہ چلو، اس کی اطاعت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اس کے انبیاء اور ختمِ نبوت کے بعد اس کے اولیاء

وہ تمہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف بُلاتے ہیں اور اس کے مقابلے میں شیطان نیکی سے تمہیں دُور لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُور کرتا ہے۔ انما یأمرکم بالسوء والفحشاء ط وہ تو تمہیں حکم نہیں کرے گا، برائیوں کا اور فحاشی اور بے حیائی کا۔ اور اس بات کا کہ: ان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون ہ تو تم اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کرو جو تمہیں معلوم نہیں۔

اور یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ فلاں چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے، حالاں کہ وہ توریت اور انجیل ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی، وہ احکام اس طرح شامل نہیں ہیں۔ تو شیطان کی بات نہیں مانو۔

اگلی آیت میں شیطان کی پیروی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نشاندہی فرمائی۔ کیا آخر تم ایمان پر کیوں نہیں آتے؟ وہ ایمان پر اس لئے نہیں آتے کہ اپنے باپ دادا کے رسم و رواج کے پابند ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کے باپ دادا صاحبانِ علم نہیں تھے۔ اور غلط کام کرتے تھے۔ ان کا رسم و رواج ان کے قلب پر حاوی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، واذا قیل لھم اتبعوا.......اللہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا، جو

Marfat.com

توریت اور انجیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تھی، ان کے ختم المرسلین ہونے اور ان کی شریعت جاری وساری ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ جب وہ شریعت آئے گی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ساری شریعتیں منسوخ ہو جائیں گی۔

اسی طریقے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت جب آئی تو زبور کے احکامات منسوخ ہو گئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے انجیل نازل فرمائی تو توریت کے احکامات منسوخ ہو گئے۔ اسی طرح سے جب کلام پاک نازل ہوا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شریعت ہے، اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل ان کو دی۔ تو ان کی شریعت پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے تنسیخ کرنے کی اس قدرت پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کے رسول اور تمام مومن اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ تمام ملائکہ پر تمام رُسُل پر اور اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تنسیخ کی قدرت ہے۔ وہ جس حکم کو چاہے تنسیخ کر دے۔

چنانچہ نہ صرف یہ کہ توریت اور انجیل کی شریعت کی بھی تنسیخ ہوئی۔ بلکہ کلام پاک میں نسخ کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ آیات کے احکام باقی رہ گئے لیکن آیات منسوخ ہو گئیں، جو کلام پاک کا

Marfat.com

حصّہ نہیں ہیں۔ کچھ آیات کے احکام کی تنسیخ ہو چکی ہے لیکن وہ کلامِ پاک کا حصہ ہیں۔

مثلاً یہ آیت کہ "تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو۔" وہ کلامِ پاک کا حصہ ہے لیکن وہ منسوخ ہو چکی ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ واذا قیل لھم.....اللہ اس چیز پر ایمان لائے جو کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ توریت، انجیل اور کلامِ پاک میں، تو وہ کیا کہتے ہیں؟ ما ارسلنا علیہ اٰباءَنا ۃ ہم تو اتباع کرتے ہیں ان تمام چیزوں کی جو ہمارے ماں باپ سے ہمارے پاس آئیں، جو کچھ تم بھیجو گے وہی پاؤ گے۔ کہ جو کچھ ہمیں ورثے میں ملا ہے۔ آپ جو کہہ رہے ہیں اس کو ہم کیسے مانیں، ہمارے ماں باپ تو یہ کیا کرتے تھے۔

یہ رسم و رواج تھے اور قطع نظر اس کے کہ ان کے ماں باپ ایمان پر تھے یا نہیں۔ ان کو دین کی فہم تھی یا نہیں، ان کو ہدایت تھی یا نہیں۔ پتہ یہ لگا کہ وہ اپنے ماں باپ کے رسم و رواج کے پابند ہیں۔ ان کے ماں باپ ایسے ہیں کہ ان کو عقل نہیں ہے۔ کسی چیز کا شعور ہی نہ ہو ولا یھتدون ۃ اور نہ ہدایت پائیں گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کی جو اپنے جاہل ماں باپ کافر او رمشرک ماں باپ کی اتباع کرتے ہیں اور ان کی اطاعت

Marfat.com

کرتے ہیں اور ہدایت کی بات نہیں سنتے۔ ان کی مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

مثل الذین کفروا۔ ان کافروں کی مثال تو اس چرواہے کی سی ہے: ینعق بما لا یسمع الا دعاءً وندا ءً۔ جیسے چرواہے جانوروں کے لئے آواز نکالتے ہیں۔ ان جانوروں کے لئے جو نہ سن سکتے ہیں، سوائے اس آواز کے۔ اب گدھے کے لئے کوئی آواز نکالتا ہے، بھیڑوں کے لئے کوئی اور آواز نکالتا ہے۔ ان کا پیغام ان کو نہیں پہنچتا، کیوں؛ صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یعقلون ۵ کہ وہ گونگے ہیں، کچھ کہہ نہیں سکتے، وہ بہرے ہیں، وہ اندھے ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان کو شعور نہیں، ہدایت نہ ان کے کانوں سے پہنچتی ہے، نہ ان کی زبان تک پہنچتی ہے، نہ ان کی آنکھوں تک پہنچتی ہے۔

وہ آیات سنتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے یوم میثاق کے دن تھی۔ الست ربی۔ انہوں نے کہا: قالوا بلیٰ ۵ اب الست ربی اور قالوا بلیٰ ہ جو ہے وہ اس وقت جتنی آیات تھیں وہ چار ہیں۔

ایک تو انبیاء اور رسل کی آیات ہیں، ایک صف تھی اولیاء اللہ، صدیقین کی، شہداء کی۔ ایک تھی عامۃ المسلمین

Marfat.com

کی اور ایک صف تھی کفار کی۔ جب اللہ نے پوچھا کہ "الست ربی" تو انہوں نے اپنی باطنی بصیرت سے اللہ کا نور دیکھا، مشاہدۂ حق کیا اور پھر انہوں نے کہا" قالوا بلیٰ" ان کا یہ کہنا تھا، جو دوسری صف کے لوگ تھے، انہوں نے براہِ راست مشاہدۂ حق تو نہیں کیا، اس لئے کہ رب سے براہِ راست ان کا واسطہ نہیں تھا، وہ رب سے براہِ راست ہم کلام نہ تھے، نہ رب سے پیغام لیتے تھے۔ وہ انبیاء جب دنیا میں آئے تھے، تو انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں کو رب کا پیغام پہنچایا

انبیاء کی ارواح نے جلوۂ انوار کا مشاہدہ کیا، لیکن انہوں نے مسلمانوں کی طرح سے اولیاء اللہ کے احسان کی طرف دھیان نہ دیا۔ ان کے کان میں تو ایک آواز گونجی، کہ سب لوگ کہہ رہے ہیں: قالوا بلیٰ، چلو ہم بھی کہہ دیتے ہیں۔ تو ان ارواح کا جو یومِ میثاق میں کردار تھا، وہی کردار دنیا میں بھی ان کا رہا۔ جنہوں نے مشاہدۂ حق کیا۔ اس کی ارواح کا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ تم میرے سب سے زیادہ مقربین میں سے ہو۔ تم مجھ سے بات کروگے۔ میری وحی تم پر اُترے گی۔ میرا پیغام تم پر اُترے گا۔

تو وہ انبیاء اور رُسل بن گئے، مشاہدۂ حق فرماتے تھے،

Marfat.com

اور مخلوق میں ہدایت تقسیم کرتے تھے، کرتے ہیں۔ ابھی تک اور جو اولیاء اللہ ہیں۔ وہاں بھی انہوں نے انبیاء اور رُسل کی ارواح سے کسبِ فیض کیا۔ عرفان حاصل کیا۔ اس دُنیا میں بھی کسبِ فیض کرتے رہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مخلوق میں تقسیم کرتے۔ اور جو مخلوق عامتہ المسلمین میں ان کی اتباع کرتی وہ ایمان پر قائم رہتی اور جنہوں نے اولیاء اللہ سے استفادہ یوم میثاق میں کیا۔ اس دنیا میں بھی ان ارواح نے کسی نہ کسی اللہ کے ولی کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ اور ایمان پر اور اسلام پر وہ قائم ہیں۔

اور جنہوں نے سُنی سُنائی باتوں پر عمل کیا کہ بغیر سوچے سمجھے، بغیر اپنے کو قائل کیئے ہوئے بغیر ہدایت پائے ہوئے کسی نے کچھ کہا تو انہوں نے بھی کہہ دیا؛ قالوا بلیٰ ایسے لوگ اس دُنیا میں بھی آکر سُنی سُنائی باتوں پر، باپ دادا کے رسم ورواج پر جب سے سُنتے چلے جارہے ہیں، ان پر قائم ہیں۔ ان پر، کفر والحاد اور شرک پر قائم ہیں۔

تو ایمان کی سلامتی کے لئے کیا ضروری ہے؟ کہ اللہ کے کچھ بندے کسبِ فیض کریں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مخلوق میں وہ لوگ تبلیغ کریں۔ اور ان کو فوراً تقسیم کریں۔ اور

Marfat.com

جن کو ایمان اور اسلام کی محبت ہے، وہ ان کی اتباع کریں۔ تاکہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اور بدقسمتی کی بات یہ ہے، کہ اس دور میں بہت سارے غیر اسلامی رسم ورواج نے جڑ پکڑ لی ہے، ہمارے معاشرے میں۔ یہ کہنا کہ مہندی کے بغیر شادی کیسے ہوگی۔ یہ رویہ انہیں کفار اور مشرکین کا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا تو ایسے کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس چیز کی سند دین میں نہیں ہے۔ اس کے رسم و رواج کو اپنے اوپر فرض کرنا، جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں ہم پر فرض کی ہیں۔ یہ ایک شرک کا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیت کے ساتھ ہم نے کچھ اور فرائض اپنے پر عائد کر لئے ہیں۔ جو رسم ورواج کے ذریعے سے فی الدین میں، شریعت میں اور وہ رسم ورواج بعض ایسے ہیں جو آپ کے لئے بھی تکلیف دہ ہیں۔ اور اللہ کی مخلوق کے لئے بھی تکلیف دہ ہیں۔

ان آیات کا تعلق کیا ہے؟ پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ آیات، بیان کیں۔ قرآن پاک میں۔ جس میں شیطان کے گمراہ کرنے کا ذکر تھا کہ: ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ۵ اب اس میں ذکر ہے کہ کافر کس طرح گمراہ ہوئے۔ کہ اپنے کو انہوں نے اندھا بہرا اور گونگا بنالیا۔ تاکہ ہدایت کی

Marfat.com

بات ان کے قلب تک نہ پہنچ سکے۔ اور رسم ورواج کے پابند ہوگئے۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ: کافر والدین کی اتباع شیطان کی اتباع سے کم نہیں ہے۔ شیطان کی اتباع سے بھی انسان اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے، ایمان سے دُور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مشرکین کی غلطیوں کی دلیل عطا فرمائی۔ وہ کیوں مشرکین ہیں؟ کیوں کافر ہیں؟ کہ انہوں نے اللہ کے حکم پر اپنے جاہل ماں باپ کے رسم ورواج اور طور طریقے کو فوقیت دی۔ جو بذاتِ خود ایک کُفر ہے۔ اللہ کا حکم: والقاھر فوق عبادہٖ وہ قاہر ہے۔ وہ ساری عبادت اپنی ہر مخلوق کے اُوپر لازم کرتا ہے۔ اپنے حکم کو جاری وساری کرتا ہے، جبر یہ اس کو نافذ کرتا ہے۔ اس میں طاقت ہے وہ قہار ہے، وہ جبّار ہے۔ تو مشرکین کی غلطی کی دلیل کو ہدایت کے لئے اپنے ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کو مفلوج کر رکھا ہے۔ اور اندھوں کی طرح سے رسم ورواج کے پابند ہیں۔ جس طرح سے ماں باپ نے چلا دیا اسی طرح سے چل رہے ہیں۔

اور چوتھی بات اس سے یہ ثابت ہوئی کہ کفار نے رب کا راستہ چھوڑ دیا اور والدین کی غلطیوں پر وہ جم گئے اور پھر سرکارِ دوعالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیغام بھیجا تبلیغ کا، اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا: صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دعوتِ اسلام عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ اور بتایا کہ وہ غلط راستے پر ہیں، انہوں نے توریت اور انجیل میں اُن آیات میں تحریف کی جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق تھیں، یعنی اُن کو حذف کیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صورت کے متعلق جو اِن میں تفصیلات تھیں، ان میں تحریف کی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی اور نصرانی پہچان نہ سکیں۔

تو یہودی اور ان کے سردار جن میں عرفہ بن خارجہ اور مالک بن عوف تھے، یہ سب انہوں نے کہا۔ ہم تو اپنے عقلمند باپ، داداؤں کے دین پر قائم رہیں گے، ہم آپ کی بات نہیں سُنیں گے۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اتباع کا مطلب ہے پیچھے چلنا۔ عام فہم زبان میں اس کا مطلب ہے اطاعت کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ ، اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ دیتے ہیں۔ ناعقہ چرواہے کی اس آواز کو کہتے ہیں جس سے وہ ان جانوروں کو بلاتا ہے، جو گلّہ سے باہر نکل جاتے ہیں، اس آواز سے وہ جانور دوبارہ آ ملتے ہیں۔ اس کا

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ان کفار اور مشرکین نے اپنا فطری نور جس کے ساتھ یہ پیدا ہوئے تھے اس سے ہدایت حاصل نہیں کی۔ جہاں تک دعوتِ حق کا تعلق ہے اور اتباعِ انبیاء اور اتباعِ اولیاء کا تعلق ہے وہ گونگے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو روکتے ہیں مسجدوں میں قرآن خوانی سے، وہ ذرا سوچیں کہ کیا وہ اپنے نفس کی پیروی کر رہے ہیں، یا اللہ کے کلام کی، یا اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کر رہے ہیں۔

ان آیات کے کچھ اصول بھی اس سے مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کے رسم و رواج قطعی باطل ہیں، بے بنیاد ہیں، شریعت تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات فوقیت رکھتے ہیں تمام رسم و رواج پر، تمام عوامل پر۔

جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: اذا قیل لھم اتقوا ما انزل اللہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اس کی اطاعت کرو تو اس میں قرآن اور حدیث دونوں شامل ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ اس میں صرف قرآن ہے، وہ غلط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہوتی تو، ما انزل اللہ کی بجائے یہ کہتے کہ ما فی القران ؕ

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کے متعلق فرمادیا ہے کہ: لا ینطق عن الھویٰ ہ ان ھوا الا وحی یوحیٰ ہ وہ تو اپنی مرضی سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ وہ وہی بولتے ہیں جو ان پر وحی کی صورت میں اُترتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جو قرآن کی صورت میں آیا وہ بھی "وحی" اور جو حدیث کی صورت میں ہے وہ بھی "وحی"۔ وہ بھی نازل ہوا، یہ بھی نازل ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی شان دکھانا تھا کہ ہر موقع پر، ہر مسئلے پر، ہر بات میں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو گا۔ الگ الگ خانے نہیں بنیں گے۔ جب تنزیل من رب الرحیم ہ کی بات آئے گی تو اس میں قرآن بھی ہو گا اور حدیث بھی ہو گی۔

تو سارے انبیاء کی شان یہ تھی کہ کوئی صاحبِ زبور تھا، کوئی صاحب توریت تھا۔ کوئی صاحبِ انجیل تھا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؛ ان کی اُمّت کے پاس دو چیزیں ہیں کلام اللہ اور کلام الرسول۔ دونوں ما انزل اللہ میں سے ہیں۔ تو میرے حبیب کی شان یہ ہو گی کہ وہ صاحبِ قرآن بھی ہوں گے اور صاحبِ حدیث بھی ہوں گے۔ جو میرے کلام کے طور پر میری مخلوق میں پیش ہو گا، اس سے بھی روگردانی جائز نہیں ہو گی اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو نکلے گا حدیث کے طور پر اور میری مخلوق میں جائے گا اس سے بھی روگردانی جائز نہیں۔

Marfat.com

پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت کے مقابلہ میں باپ دادا کے رسم ورواج باطل ہیں۔ اور شریعت میں کلام اللہ اور حدیث دونوں کی اہمیت ہے۔ دونوں کی اطاعت لازمی ہے۔ اور اس بناء پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ادب اور ان کے فرمان کی اطاعت سے، اتباع سے گریز نہیں کر سکتے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے۔

ایک صاحب مجھے بتاتے تھے کہ جی یہ قرآن میں کہاں ہے؛ میں نے کہا کہ قرآن میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ نماز میں اتنی رکعتیں ہیں، کس طرح سے اللہ اکبر کہو اور ہاتھ باندھو۔ اس طرح سے ثناء پڑھو، اس طرح سے الحمد پڑھو، کیا یہ سب کچھ قرآن میں کہیں لکھا ہوا ہے؛

آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں؛ ایسے جیسے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ اور اس کو آپ فرض جانتے ہیں۔ جس طرح کی نماز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی، اسی نماز کو آپ فرض جانتے ہیں۔ کسی اور طریقے سے، اسماعیلیوں کی نماز کو آپ فرض نہیں جانتے، رافضیوں کی نماز کو آپ فرض نہیں جانتے، آپ تو اسی نماز کو فرض جانتے ہیں نا جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

107902
Marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ ما انزل اللہ کے اسرار پر جانا چاہیئے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے اُترا، اُس کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور بھی کیا بات کہی ہے؟ وما ینطق عن الھویٰ ۞ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۞ وہ سامنے رکھ کر موازنہ کریں۔ پھر اس کے اسرار تک پہنچیں۔

اسی طرح سے یہ جھوٹے مبصرین، یہ غیر مقلدین، جن کے مفسرین ان الفاظ پر اٹک جاتے ہیں اور اس کے اسرار تک پہنچتے ہیں ۔۔ اور چونکہ اسرار کا تعلق روح سے ہوتا ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آپ کو حکمت بتاتے ہیں۔ اور وہ کچھ بتلاتے ہیں، جو آپ نہیں جان سکتے تھے۔ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ ۞ وہ کتاب بھی سکھاتے ہیں اور وہ بھی جو تم نہیں جانتے تھے مالا تعلمون ۞

تو اس طرح کے جاہل مفسرین کے لئے یہ عبرت کا مقام ہے۔ جو کہ ظاہری معنی پکڑ لیتے ہیں اور اس راز تک نہیں پہنچتے اور کہتے ہیں ہم تو غیر مقلد ہیں۔ ہم تو پرانے رسم و رواج کو نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے رسم و رواج کو باطل قرار دیا ہے۔ حالاں کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے دور تھے، بغاوت میں تھے معصیت کی حالت میں تھے۔ کفر و الحاد و شرک کی حالت میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین اوّلین اور صادقین کے متعلق تو نہیں

Marfat.com

فرمایا۔ اگر ہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ، حضرت پیران پیر دستگیر غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہیں، تو یہ کہنا کہ یہ مقلد ہیں اور ان کی صورتِ حال ایسی ہے جیسے کہ جاہل ماں باپ کی تقلید کرنا ہے۔ صدیقین، اولیاء اللہ، خلفائے راشدین، ان کی تقلید منانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا ہے۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ جو چیزیں دین میں کام نہ آئیں وہ بیکار ہیں۔ خواہ ان میں دنیاوی فوائد بے شمار ہوں۔ جُوا میں تو دُنیاوی فوائد بے شمار ہیں، بے تحاشہ ہیں، لیکن رزقِ حرام دین کو باطل کر دیتا ہے۔ وہ فطری نُور جو انسان میں موجود ہے وہ اس کو زائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے طریقت کا اوّلین اصول ہے" صدقِ مقال اکلِ حلال"، سچ بولو اور حلال کھاؤ پھر تمہارا فطری نُور محفوظ رہے گا۔

بے معنی الفاظ بے کار ہیں۔ لوگ ان الفاظ کو سرسری لیتے ہیں۔ ان کے اسرار تک نہیں پہنچتے۔ الفاظ کی عظمت مضامین سے ہے۔ ان مضامین کے حوالے سے، ان الفاظ کے معنی نکالنا جائز ہے۔ جیسے ما انزل اللہ کی غیر مقلدین کہیں گے کہ یہ قرآن ہے۔ جو مقلدین ہیں یعنی آپ جیسے لوگ، وہ کہیں گے نہیں اس کا مطلب

Marfat.com

کلام پاک بھی ہے اور حدیث شریف بھی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ حسد سے بچنا چاہیئے۔ یہودیوں اور نصاریٰ کا کیا قصور تھا۔ ان کا ایک سب سے بڑا قصور یہ تھا، کہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے نبی کیسے ہو گئے۔ یہ تو بنی اسرائیل کی میراث ہے۔ تو حسد سے بچنا چاہیئے۔ خاص کر وہ حسد جو ہمیں نعوذ باللہ من ذالک عداوتِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لے جائے۔ اس لئے کہ ان سے عداوت کفر ہے۔

جنہوں نے ان سے عداوت کی وہ کافر ہو گیا۔ جنہوں نے کسبِ فیض کیا اُن سے، وہ اولیاءاللہ ہو گئے۔ جنہوں نے اتباع اولیاءاللہ کی اور اس محبّت کے چراغ سے جو اولیاءاللہ کے دلوں میں جل رہا تھا، اپنے قلب کو بھی روشن کیا وہ مومن رہے صالح رہے اور اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے مومنین کو یاد کرتا ہے۔ اب آگے ایک بات آئے گی۔ پہلے عام لوگوں میں خطاب کیا، پھر مومنین کو خطاب کیا، کھانے پینے کے مسئلے پر، پھر انبیاء علیہم السلام سے کیا۔ تو یہ حسد مُہرِ جہالت ہے۔

پانچواں اصُول یہ ہوا کہ جاہل والدین کی اتباع کفر کا سبب ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ رسم و رواج میں اور ماں باپ کے طور طریقوں

کی کس حد تک بنیادِ دین ہے، جس حد تک دین بنیاد ہے، آپ ان کی ضرور پیروی کریں۔ جہاں وہ دین سے ہٹ جائیں، وہاں اُن کی اتباع جائز نہیں ہے۔ ہاں وہ ماں باپ جو قانتین میں ہوں یا ساجدین میں ہوں۔ جو مومنین ہوں ان کی اتباع تو عین ایمان ہے: وما ینطق .... یُوحیٰ ۞

تو میں نے آپ کو تفسیرِ صوفیانہ تو پہلے ہی بتادی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے مومنین سے فرماتا ہے کہ یہ کفار کی بات کو چھوڑ دو، ان سے تو ہم نے کہا ہے کہ حلال وطیب کھاؤ، لیکن یہ اس پر نہیں آئیں گے۔ جن چیزوں کو ان کے ماں باپ نے حرام سمجھا ان کو حرام سمجھیں گے۔ اور جن کو حلال سمجھا حلال سمجھیں گے، میرے کہنے پر عمل نہیں کریں گے۔ لیکن تم تو میرے بندے ہو، تم تو میرے ہو۔ تم نے تو دل سے ''قالوا بلیٰ'' کہا تھا۔ تم نے تو ارواحِ محمدی دیکھی تھی۔ اولیاء اللہ کی ارواح میں۔ اور اس سے پہچان لیا کہ ان کی اتباع تمہارے لئے خیر ہے۔

تو یاایھا الذین امنوا کلوا...... تعبدون ۞ اے میرے پیارے بندو! اے مومنو! اب کچھ حکم تمہارے لئے بھی ہے، خاص میرا حکم۔ نہیں جو پاک چیزیں میں نے دی ہیں تم اس رزق کو کھاؤ۔ دین کا مطلب ترکِ دُنیا نہیں ہے، نہ ترکِ نعمت ہے۔ دین کا مطلب

Marfat.com

ہے تقویٰ۔ تو جو چیز حلال اور طیّب ہے اسے کھاؤ۔ اگر تمہیں پلاؤ پسند ہے تو شوق سے کھاؤ۔ لیکن حلال اور پاک ہونا چاہیئے۔ اگر تمہیں سوکھی روٹی پسند ہے، نفس کو مارنے کے لئے تو تم وہ کھاؤ، تمہیں پوری اجازت ہے: کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم ؕ جو کچھ میں نے تمہیں رزق دیا ہے، اس میں سے جو پاک صاف ہے اس کو کھاؤ۔

نکتہ یہ کہ جو کچھ پاک چیزیں میں نے دیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کفّار اور مشرکین، یہود و نصاریٰ و ھنود، ناپاک چیزیں جو کھاتے ہیں سؤر، شراب وغیرہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق مانا جاتا ہے۔ وہ کیوں گنہگار ہیں؛ آپ کیوں گنہگار نہیں؛ وہ گنہگار اس لئے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے حکم کے خلاف عمل کیا اور یہ تمیز نہیں کی کہ کون سی چیز حلال ہے، کون سی چیز حرام ہے۔

آپ مومن کیوں ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دسترس میں ساری چیزیں کی ہیں، پاک اور ناپاک، حلال اور حرام۔ لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے تمام رزق میں سے حلال اور طیّب چیزیں چن لیں، جن میں اللہ کی رضا ہے اور انہیں آپ نے کھا لیا، تو اس لئے آپ مومن ہو گئے۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رزق میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کی، حرام بھی کھا لیا اور طیّب چیزیں بھی کھا گئے۔

آپ کو جانور اللہ تعالیٰ نے دیا، وہ آپ کا رزق ہے۔ وہ جانور مر گیا، آپ نے کہا میرے رب نے منع کیا ہے۔ آپ نے نہیں کھایا، آپ مومن رہے۔ اور جس نے کہا کہ نہیں میں تو اسے کھاؤں گا، مجھے تو بھوک لگی ہے۔ اس نے رب کے احکام نہیں مانے تو وہ کافر ہو گیا، وہ گنہگار ہو گیا۔ تو گناہ اور ثواب کا اعتبار اس بات پر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیا یا نہیں دیا۔ اس لئے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ارض وسماوات میں وہ سب اللہ کا ہے۔ اللہ ہی مالک الملک فی السموٰت والارض ہے۔

جو کچھ ہمیں ملتا ہے اسی کی وجہ سے ملتا ہے۔ قربانی کا بکرا ہم ذبح کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس کو ذبح کرنے کے بعد جو خون نکلتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اسی کا رزق ہے لیکن ہم وہ خون نہیں کھاتے، اطاعت الٰہی میں، کہ وہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہوا ہے۔

اللہ فرماتا ہے جو میرے بندے ہوتے ہیں وہ میرا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: الحمد للہ ماکتبنا وسمانا۔ اے رب کریم! سب تعریفیں تیرے لئے کی گئی ہیں کہ تو نے ہمیں جو کچھ کھلایا اور پلایا۔ اور جو کفار ہوتے ہیں ناشکرے، وہ کھا پی کے زور کی ڈکار لیتے ہیں اور کچھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کریں گے۔

تو "واشکرو للہ ان کنتم ایاہ تعبدون" ۵ اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو، اسی کے بندے ہو، اس کی غلامی کرتے ہو، تو جان لو کہ جو کچھ تمہیں ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ اور اپنے رزق پر اس کا شکر تم پر لازم ہے۔ اب دھیرے دھیرے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا احکام بتلائے۔ ذکر عطا فرمایا، شکر عطا فرمایا، صبر عطا فرمایا، پھر شہادت کی بات، توحید کے متعلق بات کی، رسالت پر ایمان کی بات کی۔

تو اس کے کچھ فوائد بھی ہیں۔ پہلے تو توحید و رسالت کے احکام تھے۔ اب کھانے پینے کے احکام آ گئے ہیں۔ پہلے تمام انسانوں کے لئے احکام تھے، اب خاص مومنین کے لئے احکام ہیں۔ مسلمانوں کے لئے پہلا اصول یہ ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے۔ وہ اس طرح کہ جو حکم انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے دیا وہی حکم مومنین کو دیا۔

فرمایا: یایھا الرسل کلوا من طیبٰت یعملوا صالحًا۔ کہ اے رسولوں جو کچھ پاک چیزیں ہیں وہ کھاؤ۔ اور نیک اعمال کرو۔ یہی حکم اللہ تعالیٰ نے مومنین کو دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی عزت افزائی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ میانہ روی بہتر ہے۔ نہ لذیذ نعمتوں کا

دلدادہ ہونا چاہیئے۔ نہ ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے: کلو من طیبٰت۔ لذیذ چیزیں اگر طیّب ہیں اور حلال ہیں تو ان کو ضرور کھائیں، ان سے پرہیز نہ کریں۔ لیکن لذیذ چیز اگر حرام ہے تو اس کو کھانا گناہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے حکمِ الٰہی نہیں ہے۔ تو پھر عذاب اور ثواب کے درمیان حدِّ فاصل کیا ہے؛ اطاعتِ الٰہی۔ یعنی اگر اطاعتِ الٰہی ہے تو ہم ثواب کی طرف ہیں۔ اور اگر اطاعتِ الٰہی نہیں ہے تو ہم عذاب کی طرف ہیں۔ لٰہذا مومنوں پر لازم ہے کہ ہر عمل سے پہلے اس کو دیکھیں کہ کیا وہ عمل اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق ہے۔

اور کیا سابقین اوّلین، اولیاء اللہ، صدّیقین نے یہ عمل کیا ہے اور اگر کیا ہے تو وہ ضرور اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو گا، اس لئے وہ تو انہی کے تھے اور انہیں کے رہیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

پارہ سیقول سورۃ بقرہ
آیات ۱۷۲ تا ۱۷۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا
رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ
وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ
اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ
اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّ
الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ
فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ

Marfat.com

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ
اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○

اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اُسی کو پُوجتے ہو اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مُردار اور خُون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خُدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اُتاری کتاب اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت

Marfat.com

کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے
عذاب تو کس درجہ انہیں آگ کی سہار ہے۔

اے عزیزانِ محترم! میں نے ۱۷۲ سے لے کر ۱۷۵ آیات تک آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان میں ۱۷۲ آیات تک کی تفصیل پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بتدریج ہمیں احکامات نازل فرمارہا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توحید و رسالت کے متعلق آیات عطا فرمائیں۔ سب سے پہلے مسلمانوں کی مومنین کی پہچان بتائی۔ اس کے بعد کافرین کی، مشرکین کی پھر ہمیں مشرکین اور اہلِ کتاب کے اعمال سے بچنے کی اور شیطان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

اور اب ہمیں توحید و رسالت اور اس کے دلائل اور مشرکین اور اہلِ کتاب کی گمراہی کے متعلق بتانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کھانے پینے کے احکام دے رہا ہے۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے احکام دیئے تھے۔ یایھا الناس .... مبین ؁ کہ اے بنی نوعِ انسان زمین میں تمہیں جو کچھ حلال اور پاک دیا ہوا ہے اس میں سے تم کھاؤ، حلال اور پاک رزق کھاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر

Marfat.com

نہ چلو اس لئے کہ وہ تمہارا دُشمن ہے۔

اہلِ کتاب اور مشرکین تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو وہی کچھ کریں گے جو ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم آپ کی بات نہیں ملتے، اور چاہے ان کو کسی چیز کا کچھ بھی علم نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما یامرکم بالسوء ..... تعلمون ۵ اور یہ شیطان تم کو وہی حکم کرے گا جو بُرے کام ہوں گے

اللہ تعالیٰ اب اپنے اہلِ ایمان کو کہہ رہا ہے: یایھا الذین اٰمنوا کلوا... تعبدون ۵ یہ آیت اسی سے ملتی جُلتی ہے، جیسی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو جو حکم دیا تھا کہ تم طیّبات کو، پاک صاف ستھری غذا کو کھاؤ۔ ناپاک غذا نہ کھاؤ۔ ہم نے تمہیں یہ رزق دیا ہے، اس میں سے حق حلال کی کمائی کھاؤ۔ رشوت نہ کھاؤ۔ چوری نہ کرو، ڈاکے کی کمائی نہ کھاؤ۔

اس آیت کا پچھلی آیتوں سے تعلق ہے۔ وہ یہ کہ اب تک تو اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت کے دلائل ہماری ہدایت کے لئے نازل فرمائے ہیں۔ اب مسلمانوں کو کھانے پینے کے احکام دیئے جا رہے ہیں۔ اور کھانا پینا کیوں ہے؛ اس لئے کہ جس طرح دلائل صحیح ہوں تو عقیدے درست ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے صحیح غذا سے اخلاق درست ہوتا ہے۔ حرام غذا سے اخلاق بھی خراب ہو جاتے

ہیں۔ چوری اور ڈاکے اور رشوت کی غذا سے انسان بداخلاق ہو جاتا ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ انسان کے لیئے ناجائز ہونا صرف یہی کافی نہیں ہے کہ نطفہ حرام ہو۔ اگر خون میں حرام کی غذا دوڑ رہی ہے تو وہ انسان بھی ایسا ہی ہوا جیسے نطفہ حرام۔ چاہے حرام خون اس کے باپ سے ملے یا اس کی غذا سے ملے۔ دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طریقت کے اندر اس کی بڑی اہمیت ہے۔ صدقِ مقال اور اکلِ حلال۔ اگر سچ اور حلال رزق کا ساتھ نہیں ہے تو طریقت میں آدمی ایک قدم آگے بڑھ نہیں سکتا۔ طریقت تو رُوح کا معاملہ ہے۔ اگر جسم ناپاک ہو گیا تو پھر اس جسم میں پاک انوار سرایت نہیں کر سکتے۔ اسی لیئے جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حرام کر دی ہیں وہ آپ نہ کھائیں۔ دوسرے یہ کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر حرام کر دی ہیں وہ بھی نہ کھائیں۔

یاد رکھیں کہ تحریم کے احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کو حرام کیا ہے؟ اور حلال کسے کہتے ہیں؛ حرام کہتے ہیں بچنے کو، پرہیز کرنے کو۔ اور خود لفظِ حرام جو ہے وہ قابلِ احترام یا کراہیت کے قابل بن جاتا ہے۔

Marfat.com

اپنی نسبت کی وجہ سے۔ اگر اللہ تعالیٰ حرام کا لفظ استعمال کرتا ہے خانہ کعبہ کے لئے ''مسجد الحرام'' تو اس کا مطلب ہے وہ مقدس مسجد جہاں جنگ و جدال یا ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے، یا شکار کرنے اور بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا ہے۔

اور کراہیت کے معنی میں وہاں آتا ہے جہاں جس چیز سے وہ منسوب ہے وہ خود گندی اور پلید ہو۔ جیسے نجس چیزوں کو حرام قرار دیا ہوا ہے، تو لفظ حرام بھی اس کے ساتھ کراہیت والا ہو جاتا ہے۔ حرام غذا، رشوت کی غذا جو ہے وہ کھانا بھی قابلِ کراہیت ہو جائے گا۔ تو حرام جو ہے قابلِ احترام یا قابلِ کراہیت ہونا ہے۔ اپنی نسبت کی وجہ سے جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔

حرام کا مطلب ہے صرف پرہیز کرنا، بچنا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غذا پر پابندیاں نفس پر بھاری ہوتا ہیں۔ انسان کی دو ضروریات ہیں۔ ایک اس کی جسمانی نشو و نما کی ضروریات ہیں، دوسری نفس کی ضروریات ہیں۔ دونوں کو پابندیاں پسند نہیں۔ سوائے ان کے کہ جو ایمان والے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں خوش رہتے ہیں۔ تو اس وجہ سے یہاں اللہ تعالیٰ نے یا یھا الذین امنوا کہہ کر بلایا ہے۔

اے صاحبانِ ایمان! جو کہ ہمیشہ اس ذوق و شوق میں رہتے

Marfat.com

ہیں کہ اللہ کے حکم کی اطاعت کس طرح کریں۔ تمہارے لئے غذا کی پابندیاں بھاری نہیں ہوں گی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ گائے جو ہے وہ حلال ہے۔ لیکن اگر غیر اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو وہ حرام ہو گئی۔ اسی طرح سے گائے، بیل، بکری سارے کے سارے حلال ہیں۔ لیکن ان کے جسم کے کچھ حصے جو ہیں، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ وہ طیّب نہیں ہیں۔ جان بچانے کے لئے جو کھانا کھاتے ہیں وہ انتہائی کارِ ثواب ہے۔ اور اس قدر کھانا کہ جس سے عبادات میں خلل نہ ہو واجب ہے۔ اور کم سے کم دو وقت کا کھانا جو ہے وہ سُنّت ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے یا بعد میں کھانا نوش فرما لیتے۔ اور ایک رات کا کھانا نوش فرماتے تھے۔ تو فرض اور سُنّت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ضرورت سے زیادہ کھانا، اتنا زیادہ کھانا کہ عبادت میں سُستی ہو وہ مکروہ ہے۔ اسی طریقے سے بہت سی غذائیں طیّب ہیں۔ لیکن بعض اس میں طیّب نہیں ہیں۔ مثلاً آم جو ہے وہ طیّب ہے مگر اس کا چھلکا اور گٹھلی جو ہے وہ طیّب نہیں ہے۔

طیّب چیزوں میں کھانے کی چیزیں بھی شامل ہیں اور لباس بھی شامل ہے۔ اور جب انسان غذا کھاتا ہے اور اس کا رزق

Marfat.com

بڑھتا ہے۔ کھانا کھاتا ہے یا لباس پہنتا ہے اور اس پر شکر ادا کرتا ہے تو وہ اس کے لئے عبادت بن جاتا ہے۔ بہ ظاہر وہ اپنے جسم کی حفاظت کے لئے، اپنی ذات کی نشو ونما کے لئے، لیکن اگر آپ شکر کے ساتھ رزق کھائیں تو وہی رزق آپ کے لئے عبادت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت عطا فرمائے، طیّبات عطا فرمائے، آپ کے رزق میں۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کا شکر ادا کرے۔ اور اس نعمت پر اس کے مطابق عمل کرے۔ مثلاً اگر آپ کو اللہ تعالیٰ دولت دیتا ہے، مال و اسباب دیتا ہے تو اس کا شکر کیا ہے؛ اس کا شکر زکوٰۃ اور صدقہ ہے۔ جو آپ اپنا رزق ان چیزوں پر خرچ کرتے ہیں تو گویا آپ عملی طور پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور طیّب پاک اس چیز کو کہتے ہیں جو خود بُری بھی نہ ہو اور بُری نیّت سے حاصل بھی نہ کی گئی ہو۔ اس میں رزقِ حلال اور اکلِ حلال کا مسئلہ آجاتا ہے۔ کہ طیّب وہ چیز ہے، وہ رزق ہے جو کہ خود بُری نہ ہو اور بُری نیّت سے حاصل نہ کی گئی ہو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے صاحبانِ ایمان! صاف ستھری اور پاک چیزیں کھاؤ اس میں سے۔ ساری چیزیں کھانے کے لئے نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان میں سے جو تم کو روزی دی ہے،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے تو کتا بھی دیا ہے، وہ رزق کی طرح سے آپ کے رزق میں شامل ہے، لیکن اگر آپ اس کو شکار کے لئے استعمال کریں تو وہ حلال ہے کھانے کے لئے استعمال کریں تو وہ حرام ہے اور ناپاک ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ تمہارے رزق میں ہے، اس لئے کہ حرام رزق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ صرف حلال رزق کا رازق نہیں ہے حرام کا بھی ہے۔ ہم اپنی بداعمالیوں سے حلال کو حرام کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کچھ ہم نے تم کو رزق دیا ہے، ان میں سے جو پاک اور صاف ستھری چیزیں ہیں صرف اس کو کھاؤ۔ واشکروا للہ ہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ان کنتم ایاہ تعبدون ہ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو، اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہو، سربسجود ہوتے ہو، وہی صرف مالکِ حقیقی وحدہٗ لاشریک ہے۔ ایمان لانے والو، اس کی اطاعت کرنے والو تم کو جو رزق ملا ہے اس کا شکر ادا کرو۔ تاکہ اس رزق کو برتنا تمہارے لئے عبادت بن جائے۔

پھر اس سے اگلی آیت میں، اس آیت کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں اہلِ ایمان کی تکریم کی گئی ہے۔

Marfat.com

وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کبھی اور جگہ انبیاء کے لئے دیا ہے، وہی حکم اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے دیا ہے۔ اور یہ بڑی عزت کی بات ہے، کہ جو اپنے خصوصی دوستوں کے لئے، اپنے رسول کے لئے، اپنے انبیاء کے لئے جو احکام ہیں وہی مومنین کے لئے ہیں۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ غذا میں میانہ روی رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ لذیذ غذائیں نہ پکائی جائیں اور نہ لذیذ غذا سے پرہیز ضروری ہے اور نہ اس کا عادی ہو جانا مناسب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے غذا کے معاملے میں تعیش کو خراب نہیں کیا۔ غذا میں لذت کو حرام نہیں کیا۔ لیکن اس کو میانہ روی کے اندر رہنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

تیسرا اصول کہ حرام رزق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور ہم اپنے اعمال سے اپنی کوتاہیوں سے اسے حرام کر دیتے ہیں۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر واجب ہے۔ اور مومن کا کھانا پینا بھی ثواب ہے۔ اس لئے کہ کھاتے وقت وہ اللہ کا شکر ادا کر کے اُسے عبادت بنا لیتا ہے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ رزق صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رزاق ہر نعمت کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہاں اس کی عطا کے دروازے الگ ہیں۔ لیکن وہ گودام اللہ تعالیٰ کا ہے کھڑکیوں

Marfat.com

پر مختلف لوگوں کی ڈیوٹی ہے جو رزق تقسیم کر رہے ہیں۔ وہ قاسم العطایا ہے اور عطا کے دروازے ہیں، اور وسیلے ہیں لیکن رزاق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایمان ہونا چاہیئے۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ نے یہاں نازل فرمائی ہے کہ کون کون سی چیزیں تمہارے لئے حرام ہیں۔ کہ حرام قرآن کی رُو سے بھی ہیں۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اور حرام وہ بھی ہیں جن کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے۔ تو قرآن کے ذریعے سے بھی چیزیں حرام ہوئی ہیں اور حدیث کے ذریعے سے بھی چیزیں حرام ہوئی ہیں۔ اور قرآن کے ذریعے بھی کچھ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے: انما حرم علیکم... اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو تمہارے لئے حرام کیا ہے۔

کیا کیا چیزیں حرام ہوئی ہیں؟ سب سے پہلے تو بے کار مُردہ جو بے کار جسم ہوتا ہے، مرنے کے بعد اس کو کہتے ہیں بے کار مُردہ۔ اور جو بے کار نہیں ہوتا اس کو کہتے ہیں میّت، جس کو پھینکنا ہوتا ہے، وہ بے کار مُردہ اور جسے دفن کرنا ہوتا ہے اس کا احترام ہوتا ہے، وہ ہے میّت۔ تو پہلی چیزیں جو ہیں وہ بے کار مُردہ اور وہ جاندار جو قابلِ ذبح ہیں۔ لیکن اگر وہ ذبح ہونے سے پہلے مر جائیں تو وہ بے کار مُردہ کی صفت میں آئیں گی۔ اور دوسری چیز جو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

حرم علیکم المیتۃ والدم... اور وہ ہے بہتا ہوا خون، چاہے وہ بہتی ہوئی شکل میں ہو، یا بہنے کے بعد وہ جم گیا ہو، دونوں صورتوں میں وہ حرام ہے۔

اس کی نسبت کیا ہے؟ کہ سارے بہتے ہوئے جراثیم کا گھر، جہاں وہ رہتے ہیں۔ زیادہ تر وہ خون میں رہتے ہیں۔ تو خون کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے حرام کر دیا ہے کہ اگر ہم کسی جانور کا خون پیئں گے تو اس میں جو ساری بیماریاں ہوں گی وہ ہمیں لگ جائیں گی۔ ولحم الخنزیر۔ اور سؤر کا گوشت کھانا بھی حرام کیا ہے۔ جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ساری چیزیں ہمارے لئے حرام ہیں۔ البتہ بعض صورتوں میں سؤر کے بال کو، کھال کو سینے کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ اس حد تک اجازت ہے۔

تیسری وہ چیزیں حرام ہیں جن کے بارے میں فرمایا: وما اھل بہ لغیر اللہِ... اور ان چیزوں میں جو لغیر اللہ کے نام پر حلال کی گئیں۔ "اُھِلَّ" دراصل کیا ہے؟ یہ ہلال سے ہے یعنی پہلے یا دوسرے دن کا جو چاند ہوتا ہے، تو لوگ پکارتے ہیں، کہ دیکھو چاند نکل آیا ہے۔ تو ہلال اسے کہتے ہیں کہ لوگ پکار کر کہتے ہیں۔ اگر وہ دیگ چڑھا رہے ہیں کسی کافروں کی عبادت گاہ پر تو وہ چلاتے ہیں کہ دیکھو وہاں یہ دیگ چڑھا رہے ہیں۔ اگر ہم

دیتے ہیں اللہ کے نام پر تو اللہ کا نام پُکارتے ہیں ۔ تو پُکارنے کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام پُکارا گیا ہو۔ اھل کہتے ہیں ذبح کے وقت کی آواز کو۔ ہاں یہ تمام چیزیں حرام ہیں، لیکن چند حالات میں ان کی اجازت دی گئی ہے ۔

فمن اضطر غیر باغ و لاعاد فلا اثم علیہ ۂ اگر کوئی پھنسا ہوا ہو ایسی صورتِ حال میں کہ جس میں سوائے اس حرام کے کھانے کے جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر وہ جائز ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں کی جان کی بڑی قدر و قیمت ہے لہٰذا اس میں جان بچانے کی حد تک حرام کو جائز کر دیا گیا۔ مثلاً اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ جب تک اُسے وہ دوا نہ دی جائے جس میں حرام چیزیں شامل ہوں تو اس وقت تک شفا نہ ہوگی ۔ تو شفا کی حد تک وہ حرام چیزیں دوا میں شامل کی جا سکتی ہیں ۔ اگر کوئی بھوک سے مر رہا ہے اور سامنے اس کے حرام چیزیں ہیں ۔ تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ کھا سکتا ہے ۔ لیکن اگر ایک لقمے سے بچ سکتا ہے تو ایک لقمے سے ہی جائز ہے ، دوسرا لقمہ اس کا جائز نہیں ہے ۔

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی آدمی آپ کی جان کے درپے ہو کہ اس کو کھاؤ ورنہ میں تم کو مار ڈالوں گا ۔ اس صورت

Marfat.com

میں بھی وہ حرام چیز جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فمن اضطر... عادٍ شرط کیا ہے؛ کہ وہ اللہ کے حکم کا باغی نہ ہو۔ ولا عاد۔ اور تجاوز کرنے والا نہ ہو، حرام مانگنے والا نہ ہو۔ وہ حرام اس میں سے نہ کھایا ہو کہ وہ اللہ کا باغی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرنے میں پہل کرتا ہے۔ تو وہ جو متقی اور پرہیز گار ہے، اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے اور اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ وہ اگر مصیبت میں ہے، پریشانی ہے تو اس پریشانی کو دُور کرنے کی حد تک وہ اس کو کھا سکتا ہے۔

ان اللہ غفور الرحیم۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔ غفر کا مطلب ہے چھپانا، ستاری کے معنی میں آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر کے چھُپا لیتا ہے۔ قیامت کے دن رسوائی نہیں ہونے دیتا۔

اس اگلی آیت میں کافروں اور مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا رویہ کیا ہو گا۔ اس کا ذکر ہے۔ تو ذبیحہ خدا کے نام پر ہوں یا جس پر اللہ کا نام ہی نہ لیا گیا ہو۔ یا جس پر اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ دیں تو حرام نہیں ہو گا۔ لیکن اگر آپ کہہ دیں بسم اللہ اللہ اکبر و محمد رسول اللہ تو حرام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ نے لفظ محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم جوڑ دیا، تو ذبیحہ کے وقت اللہ اور اس کے نام کے ساتھ کسی بھی غیر اللہ کا نام جوڑنے سے حرام ہو جاتا ہے۔ تو شرعی مسئلہ یہ ہے کہ صرف اللہ کے نام پر آپ ذبح کریں۔

یعنی افضل یہ ہے کہ آپ کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہ رکھیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیں، صرف اللہ کا نام پکاریں۔ اور جو جانور کسی نیک کام سے منسوب ہو وہ حلال ہے۔ آپ کہہ دیں کہ قربانی کے لئے ہے، عرس کے لئے ہے تو اس کو کسی نیک کام سے منسوب کر دینے سے وہ حرام نہیں ہوتا۔

ایک اصول جو اللہ تعالیٰ نے ۱۷۳ ویں آیت میں وضع فرمائی وہ یہ کہ جن کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا ہے وہ حرام ہیں۔ اس کے بعد ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی ہیں۔ شریعت میں اس کی تفاسیر دی گئیں۔ دریائی جانوروں میں سب حرام ہیں سوائے مچھلی کے مچھلی حلال ہے باقی سب جانور حرام ہیں۔

پرندوں میں چند قسم کے علاوہ سارے پرندے جو خون والے ہیں، جن میں دورانِ خون ہوتا ہے وہ حلال ہیں۔ اور جن میں دورانِ خون نہیں ہوتا وہ حرام ہیں سوائے ٹڈی کے۔ ٹڈی حلال ہے، اس میں خون نہیں ہوتا۔ پرندوں میں جن میں خون

Marfat.com

ہے، ان میں وہ پرندے جو پنجوں سے کھاتے ہیں وہ حرام ہیں۔ اور جو اپنی چونچ سے کھاتے ہیں وہ سارے حلال ہیں۔ اسی طریقے سے وہ جانور، چوپائے جو چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں، جیسے شیر ہے، بلّی ہے، کُتّا ہے وہ سارے حرام ہیں۔

حلال جانور کچھ صورتوں میں حرام ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ذبح کرنے والا مُرتد ہو، مُشرک ہو تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ بادشاہ کو ناجائز خوش کرنے کے لئے اگر آپ جانور ذبح کریں، وہ بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس میں احتیاط کرنا چاہیئے۔ اگر کسی کی دعوت اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرنے کے لئے ہے تو وہ جائز ہے۔ اور اگر وہ ظالم اور ناانصاف انسان یا حاکم ہے اور صرف اس کی خوشامد کے لئے کر رہے ہیں تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے جو چیزیں ذبح کی جائیں، وہ ایک طرح کی رشوت ہو گئی۔

ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتٰب..... عظیم

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جسم کے خفیہ حصّوں کو سَتر کہتے ہیں۔ اور ان کے ڈھانپنے کے عمل کو سَتر پوشی کہتے ہیں۔ اور حق کو چھپانا جو ہے وہ تکمہ ہے۔ ناحق کو چھپانا جو ہے وہ سَتر ہو گیا۔ تو ان الذین یکتمون الکتاب ؐ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں

Marfat.com

نازل فرمایا ہے اس کو جو چھپانے والے ہیں، وہ مردود بڑے ہی خسارے میں ہیں۔ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا چار عذاب کا ذکر کیا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو جو اس نے کتاب میں نازل کئے ہیں نہیں مانتا، ایسے لوگوں کے لئے چار عذاب ہیں۔

وہ کون لوگ تھے؛ وہ اہلِ کتاب تھے۔جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف نہیں لائے تھے، تو وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، نعمت اور ان کے اوصاف خوب بڑھ چڑھ کر بیان کرتے تھے۔ اور یہ دعویٰ کیا کرتے تھے، کہ وہ ہم ہی میں سے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ان کا لوگ بڑی عزت واحترام کرتے تھے۔ اور ان کو نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔

لیکن جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ذات وصفات تھیں وہ سب چھپائیں۔جو کتاب میں درج تھیں اور کہا یہ وہ تو نہیں ہیں۔یعنی کتاب میں تحریف کی۔کتاب میں نشانیاں بدل دیں۔اور کہا کہ یہ تو نبی آخرالزماں نہیں ہیں۔نبی آخرالزماں تو ہم میں سے پیدا ہوں گے اور ان کی یہ یہ صفات ہوں گی۔ تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یہ بہت چھوٹی

Marfat.com

سی قیمت ہے، مگر نذرانے کے لئے۔ ان لوگوں نے چھوٹی چیزوں کے لئے دین کو بیچ دیا ہے۔ اور بربادی کو خرید لیا ہے۔ ان کے لئے کیا بربادیاں ہیں؛

پہلی چیز ہے: اولئک مایا کلون فی بطونھم من النار ۃ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پیٹ میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں گیا۔ مسلمان اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے، تو ان کے پیٹوں میں آگ نہیں ڈالی جائے گی۔ ان کو جہنم کی آگ میں ڈال کر ان کی آلودگی کو صاف کر کے پھر واپس جنت میں لے جایا جائے گا لیکن کافروں کے لئے ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے کیسے کیسے انعام رکھے ہیں۔ یوم یلقون سلام۔ یہ دن اللہ سے ملاقات کا دن ہوگا جس دن ان کو سلام کیا جائے گا۔ کافر وہ لوگ ہیں جن کے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں جائے گا۔

دوسرا عذاب ان پر کیا ہوگا؛ ولیکلھم اللہ یوم القیامۃ ۃ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات ہی نہیں فرمائے گا، یہ راندۂ درگاہ ہوں گے۔ ولا یزکیھم ۃ تیسری بات یہ کہ وہ ان کو پاک نہیں کرے گا۔ وہ اسی طرح جہنم میں ناپاک رہیں گے۔ ولھم عذاب الیم ۃ اور چوتھی بات کیا ہوگی کہ ان کے لئے ایک بہت

بڑی دُکھ کی مار ہوگی۔ بہت بڑا عذاب ہوگا۔ بہت تکلیف دِہ عذاب ہوگا۔ اولٰئِكَ الذین اشترو الضللة ...... علی النار؁ اور یہ لوگ کون ہیں؛ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔

یاد رکھیں کہ اللہ کے احکام کو چھپانے کے صرف یہود و نصاریٰ اور اہلِ کتاب نہیں آتے، وہ مسلمان بھی آتے ہیں، جو بظاہر اپنے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کہلاتے ہیں، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ان کے مرتبے اور ان کے درجے کو چھپاتے ہیں۔ بعض تو اس حد تک جاتے ہیں کہ ان کے ذکر ہی سے پرہیز کرتے ہیں۔ جہاں ان کا ذکر ہوتا ہے بھاگ جاتے ہیں وہاں سے۔ تو ایسے لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔

تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ اور مغفرت کی بجائے عذاب خریدا اور ان کو قیامت کے دن سوائے آگ کے اور کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔ یہ جو اللہ کے احکام کو چھپانا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ کسی مسئلے کی ضرورت ہو اور عالم اس کو بتانے سے انکار کرے، تو یہ اللہ کے احکام کو چھپانے کے مترادف ہے۔

دوسرا یہ کہ عالم دینی مصلحتوں سے امیروں کی صحبت اختیار کرے اور ان کی برائیوں کو جائز قرار دے۔ یہ بھی حق کو چھپانا ہی

Marfat.com

ہوا کہ امیروں کی صحبت اور امیروں کو خوش کرنے کے لئے اللہ کے احکام کو چھپاتے رہے۔ اور تیسرا یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی وہ تاریخ جو اکابرِ اسلام کے خلاف ہو اور سلف صالحین کے مسلک کے خلاف ہو۔ قرآن وحدیث سے وہ مطلب نکالنا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اور ہمارے بزرگوں کے طور طریقوں سے بالکل مخالف ہو۔ وہ بھی اسی زُمرے میں آئے گا۔ وہ بھی اسی طرح سے گنہگار ہوں گے۔ شرعی احکام کو چھپانا حرام ہے اور اس کو بدل دینا کفر ہے۔

اہلِ کتاب کیوں کافر ہوئے؟ اس لئے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی۔ مسئلہ بتانے کا معاوضہ جائز ہے اگر کوئی مُفتی فتوے دینے سے پہلے اپنی فیس مقرر کرتا ہے تو وہ جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ جو اس پر وقت صرف کرتا ہے، وہ کاغذ قلم خرچ کرتا ہے، اس کے لئے اس نے علم پر خرچ کیا ہے۔ یہ ناجائز نہیں ہے۔ تو یہ اس کے حکم میں نہیں آئے گا۔

رشوت حرام ہے۔ گنہگار مسلمان اور کافروں میں کیا فرق ہے؟ فرق یہ ہے کہ گنہگار مسلمان اس گندے کپڑے کی طرح ہے جسے غلاظت لگی ہوئی ہو۔ جب وہ غلاظت دُھل جائے گی، تو وہ کپڑا صاف ہو جائے گا۔ تو جب اس کے گناہ دھو دیئے

Marfat.com

جائیں گے، گنہگار مسلمان جہنم کی آگ کے ذریعے سے پاک ہو جائے گا، تو کفار اور منافقین جو ہیں وہ بذاتِ خود غلاظت ہیں۔ جو غلاظت لگی ہوئی ہے اس کپڑے میں۔

غلاظت خواہ کسی بھی صورت میں ہو پلید ہے۔ پیشاب پاخانہ ہر صورت میں پلید ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ لیکن اگر کسی کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا دھو دیں تو وہ صاف ہو جاتا ہے۔ تو گنہگار مسلمان کی کیوں کہ اس کی بخشش ہو جائے گی، اس لئے کہ جب وہ غلاظت اس سے دھل جائے گی ـــــ شفاعت اور مغفرت کے ذریعے سے یا آگ کے ذریعے سے وہ دھلائی کی جائے گی، جہنم میں اس کے ذریعے سے، تو وہ پاک ہو جائے گا۔ تو: یتحیة یلقونه سلامه..... کریماً سے وہ مستفید ہو جائے گا۔

گنہگار مسلم اور ناپاک کافر دونوں جہنم میں جائیں گے۔ لیکن الگ الگ ہر شخص ہو گا۔ کافر جو ہو گا اس کے پیٹ میں آگ جائے گی ہمیشہ ہمیشہ، اسے اللہ تعالیٰ کبھی پاک نہیں کرے گا مسلمان جب جائے گا، اس کے پیٹ میں آگ نہیں جائے گی۔ اس کے جسم کو آگ لگے گی۔ گناہوں کی تمازت اس کے جسم کو جلا ڈالے گی، اور اللہ تعالیٰ اس سے بات کرے گا، اس کی مغفرت فرمائے

Marfat.com

گا اور اللہ تعالیٰ اسے پاک کرے گا۔ اس لئے اللہ کے دین کو اور اس کی حقیقت کو چھپانا نہیں ہے۔

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں واضح کر دیا، وہ واضح ہیں۔ لیکن دین کے بہت سارے اسرار ایسے بھی تھے، جو آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں۔ اور وہ باتیں عام نہیں تھیں۔ یا جو اسرار اور حقیقتیں ہیں وہ آپ کو طریقت کے راستے میں ملتی ہیں۔ تو شریعت اور طریقت کے وہ اسرار جس سے فتنہ پیدا ہو یا پیدا ہونے کا خدشہ ہو، انہیں چھپانا ضروری ہے۔ منصور حلاج کا "انا الحق" کا نعرہ لگانا اسی اسرار کا مظہر تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اتنا فنا ہو گئے کہ انہیں اپنی اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں فرق نظر نہ آیا۔ یہ وہ حقیقت تھی جسے چھپانا ضروری تھا۔ کیوں کہ اس کے ظاہر کرنے سے فتنہ ہوتا۔ جب انہوں نے ظاہر کیا تو شرعی حکم کا اطلاق ہو گیا۔ تو طریقت کے وہ اسرار جس سے فتنہ پیدا ہو اسے چھپانا ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بے انتہا علم عطا فرمایا۔ لیکن کچھ علم ایسا تھا کہ جو میں اگر ظاہر کر دیتا، تو ایک قیامت برپا ہو جاتی۔ وہ میں نے مخلوق تک نہیں پہنچایا۔ اور کچھ علم ایسا تھا کہ مخلوق

تک پہنچانا تھا۔ تو یہ سمجھ لیں کہ دین کے متعلق بھی بعض علم اور اسرار ایسے ہیں جو کہ ہر شخص تک نہیں پہنچانا ہیں۔ بس انہی چیزوں کو پہنچانا ہے عام انسانوں تک جن کا تعلق عبادات سے ہے۔ معاملات اور معمولات سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا فضل و کرم فرمائے اور اپنی پناہ اور عافیت میں رکھے۔ شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے لئے احکام نازل فرمائے ہیں، جو اپنی کتاب میں دیئے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے اور اس کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا عن الحمدللہ
رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیات ۱۷۳ تا ۱۷۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ
الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنِ
اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ ؕ
اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ
مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ
ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ
اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ
وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾

Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى
النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ
لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
الْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ۚ وَآتَى
الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ
وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ
وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۚ وَ
الصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ
الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا، تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے

Marfat.com

کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اُتاری کتاب اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن اُن سے بات نہ کرے گا اور نہ ان کو ستھرا کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے عذاب تو کس درجہ انہیں آگ کی سہار ہے یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اُتاری اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبّت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور

سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم
رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے
جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی
میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی
بات سچّی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

میں نے ۱۷۳ سے لے کر ۱۷۷، آیات سورۂ بقرہ کی تلاوت کی ہیں۔ ان میں سے ۱۷۵ تک کی تفسیر میں پہلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ ان میں شروع کی آیات جو ہیں ۱۷۴ اور ۱۷۵ اور ۱۷۶۔ یہ یہود و نصاریٰ کے متعلق ہیں۔ ۱۷۷ ویں آیت جو ہے، اس میں مخاطب یہود و نصاریٰ بھی ہیں، لیکن بالعموم صاحبانِ ایمان مومنین ہیں۔ ان کی ہدایت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں۔

یہودی اور نصاریٰ کے علماء نے جو اپنی کتابوں یعنی توریت اور انجیل میں جو کچھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا تھا، اس میں تحریف کی۔ حسد و بغض اور عناد کی وجہ سے۔ انہوں نے نہ صرف ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریف کی یعنی جو حق بات تھی اس کو چھپایا۔ بلکہ حلال و حرام کے متعلق بھی اپنے من مانے

Marfat.com

بنا لئے اور اس وعدہ پر کہ انہیں میں سے اگلا نبی ہوگا۔ رشوتیں اور نذرانے بھی لینے شروع کر دیئے۔

اس میں چند باتیں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں جو ہمارے لئے باعثِ عبرت ہیں۔ چھوٹے گناہ انسان کو بڑے گناہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ انہوں نے رشوت کھائی، نذرانے لئے، حرام کام کئے۔ اس کے نتیجے میں وہ سب کچھ سرزد ہوا جس کے باعث وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر جو ایمان نہیں لاتے۔ وہ کفر پر جئے، اور کفر پر مرے۔ اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہے۔ یہ آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے، ناپاکی ہے، روح کی پلیدگی ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ سے بات نہیں کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں نہیں کھائیں گے سوائے آگ کے۔ قیامت کے دن کے بعد جہنم میں ان کی غذا آگ ہوگی۔

دوسری سزا کیا ہوگی؟ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کرے گا۔ ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ ؕ ولا یزکیھم ؕ اور ان کو معاف بھی نہیں کرے گا۔ روح کی پاکیزگی تو ایمان سے آتی ہے۔ جب یہ ایمان سے محروم ہو گئے تو روح ان کی پلید رہے گی ولھم عذاب الیم ؕ اور ان پر بڑا شدید

Marfat.com

عذاب ہوگا۔

تو انہیں کے متعلق آیت نمبر ۱۷۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اولٰئك الذین اشتروا الضللة بالھدیٰ ۃ یہ گمراہی اختیار کرتے ہیں ہدایت کی جگہ پر والعذاب بالمغفرۃ ۃ اور عذاب کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ مغفرت کا راستہ اختیار کریں۔ جہاں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر کے پاک کر دے گا۔ فما اصبر.... النار ۃ

اُصبرُ صبر سے ہے۔ صبر معنی روکنا، بھاگنا۔ کسی آفت پر، کسی مشکل، کسی مصیبت پر اپنے ردِ عمل کو روکنا۔ اسی کا نام صبر ہے۔ کوئی مصیبت پڑے تو اس میں رونا چلانا اور شکوہ نہ کرنا۔ تو اپنے ردِ عمل کو کسی مشکل میں کسی آزمائش میں روکنا اس کا نام صبر ہے۔ لیکن یہاں اَصْبَر کا مطلب ڈھٹائی کے معنی میں ہے۔ جیسے بے وقوف، نادان ایک پندرہ سال کا بچہ کہے کہ میں اس بیل کو ماروں گا۔ اور جا کر اس کے سینگ کو لگ جائے اور اپنا پیٹ پھڑوا لے۔ تو فما اصبرھم علی النار ۃ یہ لوگ آگ کے معاملے میں جہنم کے معاملے میں ڈھٹائی کرتے ہیں، یعنی بہادری دکھاتے ہیں کہ ٹھیک ہے جہنم میں چلے جائیں گے تو پھر کیا ہوگا؛ تو یہ کہ اپنی آنکھوں سے انہوں نے جہنم کے عذاب کو نہیں

Marfat.com

دیکھا، دوسرا یہ کہ اُس پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ تیسرے یہ کہ انہیں غلط فہمی ہے کہ ہم تو صرف زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن تک جہنم میں رہیں گے۔ اس کے بعد ہمارے بڑے بزرگان ہمیں چھڑوالیں گے۔ تو ان لوگوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی۔ اور مغفرت کے بجائے عذاب دیکھنا پسند کیا۔

ایک تو یہ کہ آپ شہر میں جارہے ہیں اور راستہ بھول گئے۔ گمراہی جو ہے، راستے میں گم ہو جانا، بھول جانا اور اس کی روایت کچھ اور ہوتی ہیں۔ اور جنگل اور صحرا میں اگر آپ راستہ بھول گئے تو وہ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ تو یہ جو "ذلالہ" ان کی وہ ہلاکت خیز گمراہی ہے۔

اللہ کی کتاب اور حق لازم و ملزوم ہیں۔ جو بزرگان نے کہا ہے وہ برزخِ کبریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور خاکی اور نوری کے درمیان۔ اسی لئے وہ بشر جیسے بھی ہیں اور نور ہیں۔ بشر جیسے اس لئے ہیں کہ بشر کی ہدایت کے لئے آئے ہیں۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر بشر کو حوصلہ ہوتا ہے کہ ہمیں بھی ایسا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ نوری اس لئے ہیں کہ اُن کا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ وہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں۔ نصرت بھی اور محبت بھی اللہ تعالیٰ کی لیتے ہیں۔ اور کلام بھی اللہ تعالیٰ کا لیتے ہیں۔ جو ساری کی ساری نوری

Marfat.com

چیزیں ہیں۔ تو نور سے واسطہ نوری کا ہوسکتا ہے۔ اور بشر کی ہدایت بشر ہی کرسکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بیک وقت انہیں نور من نور اللہ بھی بنایا اور یہ بھی ان کی زبان سے کہلوایا: انا بشر مثلکم ہ

یہ جو ہمارے وہابی لوگ ہیں، یہ صرف ایک آیت کو لے کر بیٹھ گئے ہیں کہ "میں تو عام انسانوں کی طرح ہوں" وہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ بھول گئے۔ کہ "قاب قوسین او ادنیٰ ہ جب نور کا یہ عالم ہو کہ ایک تجلی میں کوہِ طور جل جائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو جائیں۔ تو وہ سراپا نور جو اتنا قریب ہو جائے کہ "قاب قوسین او ادنیٰ" تو کیا انسان برداشت کرسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہیں کرسکے۔ وہ تو نور من نور اللہ ہی برداشت کرسکتا ہے، قربت کو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میں نے جو کچھ قرآن میں اتارا کہ وہ نبی آخرالزماں ہیں، تمام آلِ ابراہیم پر تمام دنیا کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان پر ایمان لائیں۔ ذلك بان اللہ نزل الکتاب بالحق ہ یہ ساری سزائیں ان کو اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو حقانیت اور حق کے ساتھ اتارا۔ اس لئے اس میں جو کچھ ہے اس پر ایمان لانا ہے۔

Marfat.com

اگلی آیت سے پہلے میں اس آیت کے کچھ فوائد بیان کر دُوں۔ وان الذین اختلفوا، اختلاف جو ہے اس کا مطلب ہے پیچھے ہونا۔ خلف سے اختلاف ہے۔ تو جو لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں حق سے یا کسی بات سے تو ان کو کہتے ہیں یہ اختلاف کرتے ہیں کسی بات کو نہیں مانتے، اس سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اختلاف کرتے ہیں۔ تو، ان الذین اختلفوا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتاب حق سے اختلاف کیا اور اس سے پیچھے مُڑ گئے ہیں۔ کیوں؛

لفی شقاق بعید ۃ اس لئے کہ بڑی شدید ضد میں ہیں۔ وہ عناد میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چونکہ عناد رکھتے ہیں، اس لئے کہ نبی اسرائیل میں نہیں ہوئے نبی اسماعیل میں ہوئے۔

اس سے کچھ اصول مرتب ہوئے۔ بعض چھوٹے چھوٹے گناہ کفر تک لے جاتے ہیں۔ مثلاً علمائے یہود نذرانہ اور رشوت لیتے تھے اس بات کی کہ ان ہی میں سے کوئی پیغمبر ہوگا۔ پھر انہوں نے کفر کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے کہ ان پر ایمان لائیں گے تو پھر ہمیں کون پوچھے گا۔

دوسری بات یہ کہ جو آدمی دانستہ گناہ کرے وہ بہت ہی ڈھیٹ اور بے باک ہے، اسے پتہ ہے کہ اسے سزا ملے گی، اسے

Marfat.com

پتہ ہے کہ اس کا کفر اُسے جہنم میں لے جائے گا، پھر بھی وہ کفر کر رہا ہے۔ تیسری بات یہ کہ کتاب میں اختلاف کرنے والی قوم کبھی اکٹھا اور یکجا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یکجا کرنے کے لئے دین چاہیئے۔ جب تک کہ آپ اللہ کے حکم، اللہ کی کتاب اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر یکجا نہیں ہوں گے، آپ میں اتحاد نہیں ہوگا۔ اگر آپ الگ الگ فرقے بنائیں گے، تو پھر آپ پارہ پارہ ہو جائیں گے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ پیغمبر سے عناد بدترین گناہ ہے۔ شیطان ابلیس معلم الملکوت تھا۔ اتنا بڑا درجہ تھا اس کا، لیکن اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے عناد کیا کہ یہ مٹی کے بنے ہیں میں آگ کا بنا ہوں، تو میں کیوں اس کو سجدہ کروں۔ اور اس عناد کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہوگیا۔ اسی طرح سے علمائے یہود کا جُرم بھی بہت بڑا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے نہ صرف ایک نبی سے عناد کیا، بلکہ اس کے محبوب رب المشرقین والمغربین، وہ اللہ کا پیارا بھی ہے، خاتم النبیین بھی ہے، اور سید الانبیاء بھی ہے۔ انبیاء جتنے بھی ہیں، غالباً ایک لاکھ چوبیس ہزار، یا اس سے بھی زیادہ۔ ان میں سب سے بلند مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کی، تو وہ بے انتہا عظمت کرتے ہیں کہ ہم ان کی اولاد ہے۔ اور اس عناد کی وجہ سے انہوں نے انبیاء کے فضائل چھپائے۔

یہ آیت ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو چھپاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حاضروناظر نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں خود کہہ دیا کہ یہ ساری اُمت پر گواہ ہیں۔ تو گواہ تو وہ ہوتا ہے جو اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتا ہے۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے زمانے سے لے کر قیامت تک جتنے مسلمان ہیں، ان کو دیکھ کر سب کی گواہی دیں گے۔ اگر وہ شاہد وناظر نہ ہوئے تو پھر اور کیا ہوئے۔ بغض وعناد میں آپ ان کے فضائل چھپاتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو کوئی میرے روضۂ پاک پر آتا ہے اور سلام کرتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں۔ درود میں خود سنتا ہوں۔ اس کے باوجود یہ بدبخت کہتے ہیں کہ ان کا تو وصال ہو گیا۔ وہ مٹی میں مل گئے۔ تو ہمارا ان سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا۔

ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ یہودیوں کو کس بات کی سزا ملی ہے۔ انہوں نے حق کو چھپایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو چھپایا

Marfat.com

توجو اُن کے فضائل کو چھپائے گا، نعوذ باللہ من ذالک۔ ان کا یہودی علماء سے مختلف انجام نہیں ہوسکتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل یہودی علماء نے چھپائے، ان کو اتنی سخت سزائیں ملیں، انہی آیات میں مَیں نے ابھی آپ کو بتایا۔ لہٰذا ہمیں ان چیزوں سے بچنا چاہیئے۔ جو یہودی علماء نے کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

اب اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں بتارہا ہے، نیکی کرنے کا معیار کیا ہے؛ یہ یہود جو تھے اور جو یہود ہیں، بیت المقدس کے، مشرقی حصّے کی طرف مُنہ کرکے، سجدہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ نصاریٰ مغربی حصّے کی طرف مُنہ کرتے ہیں۔ وہ اِن کو کافر کہتے ہیں۔ یہ اُن کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن وہ صرف اس طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ بس ہمارا سارا فرض ادا ہوگیا۔ اب ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بہتر ہے کہ آپ کو جب بھی کوئی موقع ملے، تو اسے بار بار پڑھیں اور یاد کرلیں۔ بڑی اچھی آیت ہے۔ وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے گنوادی ہیں وہ نیکی کا معیار ہیں: لیس البر.... مغرب. بِرّا کسے کہتے ہیں؛ نیکی کو نیکی کیوں کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے وسعت، گنجائش، نیکی اور اعمال کے لئے وسعت اور

Marfat.com

"گنجائش نکالنا۔ تو لیس البر۔ نیکی یہ نہیں ہے کیا؟ ان تولوا" وال سے "تولوا" بنا ہے۔ مطلب ہے قریب۔ اس طرف چہرہ کرنا۔ اس طرف توجہ دینا۔ اس طرف متوجہ ہونا۔ "وجہ" کہتے ہیں چہرے کو۔ حقیقی معنی اس کا چہرہ ہے اور مجازی اس کی ذات۔

تو نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق و مغرب کو قبلہ مان کر اس کی طرف کر لئے۔ مشرق یا مغرب کی طرف عبادت کی نیت سے آپ متوجہ ہو گئے۔ بس یہی نیکی نہیں ہے۔ مشرق کی طرف بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ لی۔ اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قبلہ منسوخ ہو گیا۔ اب تو خانہ کعبہ کی طرف جنوب کی طرف منہ کرنا ہے۔

قبل المشرق والمغرب ؕ مشرق کہتے ہیں چمکنے کو۔ سورج چمک کر صبح کے وقت جہاں سے نکلتا ہے۔ لہذا اس کو کہتے ہیں مشرق۔ غرب کہتے ہیں ڈوبنے کو۔ تو سورج جس سمت غروب ہوتا ہے یا ڈوبتا ہے، اس سمت کو مغرب کہتے ہیں۔ تو مشرق یا مغرب کی طرف اپنا چہرہ کر کے متوجہ ہو کر تم نے نماز پڑھ لی۔ صرف نیکی کے لئے یہی کافی نہیں، اور بھی کچھ اعمال ہیں۔

ولکن البر ؕ لیکن نیکی تو یہ ہے۔ نیکی کیا ہے؟ من امن باللہ ؕ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ اس کی تمام قدرتوں اور احکامات

کے ساتھ۔ اپنے تمام تر خلوص کے ساتھ، اس ایمان لانے پر نیکی جو ہے وہ ایمان کا جواز ہے۔ ایمان کیا ہے؛ نیکی ہے۔ نیکی جب سرزد ہوگی، نیکی نیکی رہے گی جب ایمان رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ جو کفار ہیں یہ اگرچہ نیک کام کریں گے، اس کا صلہ دنیا میں ملے گا، آخرت میں نہیں ملے گا۔ آخرت کے لئے یہ نیکی برباد ہوگی۔ کیوں کہ اس میں کوئی ایمان نہیں ہے۔

تو نیکی کی پہلی شرط یہ ہے کہ یوم آخرت، یوم قیامت یہ روزِ جزا پر ایمان رکھیں، وہ ساقط ایمان نہیں ہوگا۔ جیسے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو دنیا میں کرتے رہے، کوئی حرج نہیں، بعد میں تھوڑے سے، چالیس دن کی سزا ملے گی۔ نہیں، اللہ تعالیٰ مالکِ یوم الدین ہے۔ اور اس دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شفیعِ مجرماں ہوں گے۔ لیکن شرط اس کی یہ ہوگی کہ ایمان ہو۔ ایمان ہوگا، تو شفاعت بھی ہوگی۔ اور مغفرت بھی ہوگی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو پھر وہ سیدھے جہنم میں جائیں گے۔ ان کو وہی سزائیں ملیں گی جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔

والملٰئکۃ اور ملائکہ پر اپنی تمام صفات کے ساتھ ایمان لائیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، یہ بھی کفر، شرک ہے۔ وہ تو نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں، ان کو جو کام دیا جاتا

ہے۔ وہ کام کرتے ہیں۔ کچھ ملائکہ مقربین ایسے ہیں، جن کا کام عبادتِ الٰہی ہے، قربِ الٰہی ہے۔ مقربین ہیں۔ کچھ وہ ہیں جن کے ذمے کائنات کا کاروبار ہے۔ وہ مدبرین ہیں۔ جیسے مدیر ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ المقربین ہیں۔ اور ملائکہ المدبرین ہیں۔ ان پر ایمان اس طرح سے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اس طرح سے۔ اسرائیلیوں کی طرح سے نہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو سب سے مقرب فرشتے ہیں اُنہی سے عناد رکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے قرآن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نازل کر دیا۔ ہمارے پاس کیوں نہیں لے کر آئے۔ والکتاب ط اور ساری کتابوں پر ایمان لائیں۔ اور قرآن پاک پر بھی ایمان لائیں، جب تک کلام پاک پر ایمان نہ ہوگا، ایمان مکمل نہ ہوگا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور کلام پاک لازم وملزوم ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کلام پاک آگیا، اب ان سے کوئی مطلب نہیں۔ الہامی کتابیں چار ہیں، اور صحیفے سو ہیں۔ چار کتابیں جو ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک ہیں۔ سو صحیفے جو ہیں اُن میں سے آدھے تو حضرت شیث علیہ السلام پر ہیں۔ کچھ اس وقت

Marfat.com

آدم علیہ السلام کی اولاد جو بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، توان کی اولاد میں، حضرت ادریس علیہ السلام پر اُترے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اُترے۔ تو پتہ یہ لگا کہ زیادہ تعداد جو ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پشتوں پر آئے۔

پھر جب دُنیا میں معاشرہ قائم ہو گیا، قومیں بنیں۔ ملک قائم ہو گئے، تو پھر یہ باقاعدہ کتاب کی صورت میں آئے۔ والنبیین۔ من امن ..... والنبیین ۵ اور سارے نبیوں پر ایمان لائے۔ یہ نہیں کہ جس پر جی چاہا ایمان لائے۔ جس پر جی چاہا اس پر عناد کر لیا، اس پر ایمان نہیں لائے۔ یہ تو ایمان کی بات تھی۔ اب عمل کی بات بھی ہے۔ کہ صرف ایمان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی ہے۔ ایمان رُوح ہے، عمل جسم ہے اسلام کا۔

واٰتی المال علی حُبّہ۔ یہودی بڑے تندرست تھے۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ یہودیوں جیسے تندرست نہ ہو، اللہ کی محبت میں مال دو۔ انفاق فی سبیل اللہ ہو۔ فی حب اللہ۔ اللہ کی محبت میں جب مال دیں گے تو بہترین مال دیں گے۔ یہ نہیں کہ کھانا سڑنے لگا تو دے دیا۔ نہیں اس سے پہلے ہی دیں۔ اچھے مال میں سے غریبوں کو دو۔ اچھی حالت میں دو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دو۔ کسی حرص سے نہ دو کہ لوگ کہیں بڑا سخی ہے۔ اگر یہ بات

سُننے کے لئے دیں گے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں رکھ کر، اس کو خوش کرنے کے لئے، اس کو راضی کرنے کے لئے، لہٰذا پاک وصاف اور اچھے مال میں سے دیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کن کو دیں؛ ذوی القربیٰ ﴿ سب سے پہلے قرابت داروں کو دیں۔ قرابت داروں کو دینے سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے، انفاق سے۔ فی سبیل اللہ۔ اور دوسرے یہ کہ قرابت داری کا حق بھی ادا ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے واٰتی المال..... قربیٰ ﴿ یعنی اقرباء جو ہیں، ان کو آپ اپنا مال اللہ کی محبت میں دیں۔ اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی کریں گے اور اقربا پروری کے تقاضے بھی پورے کریں گے۔

والیتمٰی ﴿ اور یتیموں کو دو۔ جو بے سہارا ہوتے ہیں، جن کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ والمساکین ﴿ مسکین کون ہے؛ مسکین وہ ہے کہ جس کی آمدنی کم ہو۔ اور جو تنگدستی میں رہتا ہو۔ تو مساکین وہ جن کی آمدنی ان کے اخراجات سے کم ہے۔ ان کی بھی مدد کرو۔

ان مساکین میں "توکل علی اللہ" جو فقراء ہیں، وہ فقراء ہیں، جو صبر کرتے ہیں اور اللہ پر توکل کر کے وقت گزارتے ہیں۔ ان فقراء کا

Marfat.com

بھی حق ہے۔ ان کی بھی خدمت کرو۔ اب تو بڑی بڑی جائیدادوں والے بھی نذرانے لیتے ہیں۔ لیکن پرانے زمانے میں نذرانے لوگ دیتے تھے۔ فقراء کو اس لئے کہ انہوں نے ساری زندگی اللہ کے لئے وقف کردی تھی۔ ان کا کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں تھا۔ اور ان کو نذرانہ دینا جائز تھا۔

اس لئے کہ وابن السبیل ؕ ماں کے پیٹ سے جو نکل کے آئے اُسے ماں کا بیٹا کہتے ہیں۔ راستے سے جو نکل کے آئے اُسے راستے کا بیٹا کہتے ہیں۔ ''سبیل'' کہتے ہیں راستے کو یعنی گھر سے نکل کر محلے میں آئے، محلے سے راستے کے دروازے پر آئے۔ اور جو مسافر ہیں اُن کو آرام نہیں ''۔ واللہ اعلم باالصواب''۔ ان کے پاس وسائل نہیں۔ لہٰذا ان کی بھی مدد کرو، ان کی بھی خاطر تواضع کرو۔

اور ''والسائلین'' اور سوال کرنے والوں کو بھی سوال کرنے والوں کو پاک مال دو، اس کے سوال کے مطابق دو۔ جب کوئی آپ سے اللہ کے نام پر سوال کردے۔ یہ مساکین، یہ غرباء، یہ سائلین، یہ سب بھکاری ہیں۔ جن کا کام ہی یہی ہے۔ جو اللہ کے نام پر مانگے تو دینا ضروری ہے۔ اور آپ اس چکر میں نہ پڑیں کہ یہ حاجت مند ہے یا نہیں ہے۔

Marfat.com

"والسائلین" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو سوال تم سے کریں، ان کو دو۔ اللہ کی محبت میں، اللہ کے نام پر جو مانگ لیا اس کو دو۔ کوئی کہے اللہ تمہارے بیٹے کو سلامت رکھے مجھے ۵ روپے دے دو، اس کو دے دو۔ اس نے میرے بیٹے کے لئے دُعا کی ہے۔ بیٹے کے نام پر۔ اللہ کے نام پر بھی خوشی سے دینا چاہیئے"۔ "وفی الرقاب"

"رقیب" کہتے ہیں، پہرہ دینے والے کو۔ ایک ہی آدمی کے دو چاہنے والے بھی ایک دوسرے کے رقیب ہوں گے۔ اس لئے "رقاب" جمع ہے رقیب کی۔ عام معنوں میں گردن کی حفاظت کرنا ہے۔ ان کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں۔ وفی الرقاب گردنیں یا تو غلامی کی زنجیر میں پھنسی ہوتی ہیں۔ یا قرض کی زنجیر میں پھنسی ہوتی ہیں۔ یا جنگی قیدی بن گئے ہیں۔ تو آپ اگر غلام کو ہرجانہ دے کر، آزاد کرا دیں، کسی مقروض کا قرض ادا کر دیں، یا کسی جنگی قیدی کو تاوان دے کر چھڑا لیں۔ یہ سب انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا الگ ذکر فرمایا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ خیرات، صدقات کی بات ہے۔ تو پتہ یہ لگا کہ جس طرح نماز میں نفل پڑھتے ہیں اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ

میں زکوٰۃ تو فرض بھی ہے ۔ساتھ ساتھ وہ نفلی خیرات اور صدقات بھی انفاق فی سبیل اللہ ہیں ۔جو ہمارے لئے ضروری ہیں ۔

واقام الصلوٰۃ ؕ اور نماز کو قائم رکھیں ۔ نماز وہ یہود و نصاریٰ والی نماز نہیں کہ چہرہ ایک طرف کر لیا، سر جھکا دیا، نماز ہو گئی ۔سمت صحیح ہونا چاہیئے، قبلہ اور نیّت درست ہونا چاہیئے ۔ ارکان درست ہونا چاہئیں ۔جسم بھی متوجّہ ہو ۔اور قلب و روح بھی متوجّہ ہوں ۔خشوع و خضوع بھی ہو ۔خوفِ الٰہی بھی ہو، حضوری بھی ہو ۔ اور تواتر سے اس کو قائم رکھیں ۔ اس کو کیا کہتے ہیں: اقام الصّلوٰۃ ۔ واقام الصلوٰۃ ؕ اور نماز کو قائم رکھو ۔ واتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرو ۔اسی آیت میں زکوٰۃ کا ذکر الگ ہے ۔ وآتی المال الگ ہے ۔ انفاق فی سبیل اللہ نفلی ہے ۔اور یہ زکوٰۃ بھی ان کو دینا ہے جن کو خیرات دینی ہے ۔

والموفون بعھدھم اذا عٰھدو ؕ اور وفا کریں، جب عہد کریں، کوئی تو اپنے عہد کی ایفا کریں، عہد کرتے وقت نیّت کریں ۔ اور اس کو پورا کریں ۔ یہ نہیں ہوگا کہ قرضہ لیا پچاس کروڑ، نیت یہ تھی کہ اس کو معاف کرالیں گے ۔نہیں، اس لئے کہ ایفائے عہد ضروری ہے ۔ اس سے معاشرے کا نظام چلنا ہے، مالی نظام اور اقتصادی نظام چلنا ہے ۔کاروبار چلنا ہے ۔ تجارت چلنی ہے اور معیشت چلنی

Marfat.com

ہے۔ ورنہ تجارت اور معیشت دونوں ختم ہو جاتی ہیں۔ تجارت اور معیشت دونوں کی کامیابی کی ضامن ہے۔ معاہدوں کا پورا ہونا، ایفائے عہد۔ اگر اسٹیٹ بینک نوٹ جاری کرتا ہے کہ میں عند الطلب ہٰذا کو ۱۰۰ روپے ادا کروں گا۔ تو وہ اس عہد کا پابند ہے۔ اور سو روپے نہ دے آپ کو تو سارا سسٹم بیٹھ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ فرمایا: ایک تو یوم میثاق جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اس کو بھی پورا کرنا ہے۔ دل میں یہ عہد کرتے وقت نیّت رکھیں کہ آپ اس کو پورا کریں گے۔ اس لئے کہ اگر ایفائے عہد نہیں ہوگا تو معاشرے کا اقتصادی اور مالی نظام تباہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ سے پھر اعمال کا تقاضہ کرتا ہے، والصابرین ۃ اور صبر کرنے والے۔ صبر کہتے ہیں روکنے کو تھامنے کو، یعنی مصیبت میں، مشکل میں، غم میں، تکلیف میں اللہ تعالیٰ کو صبر دکھانا۔ اور کن کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں صبر کی ضرورت پڑے گی؟

والصابرین فی البأساءِ سختی کے عالم میں، جب کسی سختی کے دور سے گزر رہے ہوں" ضرّآء" کہتے ہیں سختی یا ناپسندیدہ حالات کو۔ تو والصابرین فی البأساءِ سختی اور تنگدستی، پریشانیوں کے زمانے میں تم صبر کرو، والضرّآء نقصان کوئی پہنچے، نفسانی، جسمانی،

Marfat.com

ذہنی، اس کو کہتے ہیں ضرا۔ تو ضر کا مطلب ہے، نفسانی، جسمانی ذہنی۔ بہرحال...

اس کی مثال کیا ہے؟ والضراء۔ مثلاً جب من وسلویٰ اُترا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو کھا ہی نہیں سکتے۔ یا ایک طرف اُن پر سختی تھی کہ یہ کھانا ہے لیکن اس پر ناشکری کی اور صبر نہیں کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ تُم اور تمہارا خدا لڑو، ہم کیوں لڑنے جائیں؟"

جب قحط آیا اور بھوکے مرنے لگے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ کسی نے اللہ کا ہاتھ باندھ دیا ہے۔ اور وہ تو رازق ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ اس کا کسی نے ہاتھ باندھ دیا ہے۔ تو سختی کے دنوں میں پریشانیوں کے دنوں میں آپ اپنے جذبات کی، آپ اپنے ردِّ عمل کی روک تھام کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر کریں۔ بنی اسرائیل کی طرف سے رزق میں بے صبر نہ کریں۔ جہاد میں بے صبری نہ کریں۔ قحط سالی اور فاقہ کشی اور تنگدستی میں بے صبری نہ کریں۔

وحین الباْساءِ۔ اور دورانِ جنگ بھی صبر کریں۔ آپ کی مشکلات آسان ہوں گی۔ جنگ میں بڑے مشکل مراحل آتے ہیں، بہت سارے امتحانات ہوتے ہیں۔ لیکن انسان صبر کرے سختی

Marfat.com

کے دنوں میں، تنگدستی اور تنگی کے دنوں میں اور حالتِ جنگ میں۔ اگر کسی نے یہ سب کچھ کیا، اپنے ایمان کو درست کیا۔ اللہ پر ایمان لائے، اور یوم الآخر پر ایمان لائے، ملائکہ اور سارے نبیوں پر لائے، بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے۔ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کیا، نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ ادا کی اور نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر کیا۔ تو پھر یہی وہ دعوے دار ہو سکتے ہیں صدق اور تقویٰ کے۔ اولئك الذین صدقوا.... متقون ﴿ یہی وہ لوگ ہیں جو صدیقین ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقین ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کسوٹی پر پورا اترنے والے۔

عمل کے معاملے میں، جسمانی معاملے ہیں۔ ایمان روحانی عبادت ہے۔ اور نماز جسمانی عبادت ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت۔ اور صبر اور حج جسمانی اور مالی عبادت ہے۔ صبر سے نفس مغلوب ہوتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔ اور متقین وہ لوگ ہیں جو دنیا میں برائیوں سے بچیں۔ استقامت سے اعلیٰ صفات کے حامل رہیں اور آخرت میں انعام یافتہ ہوں۔ یہ متقین ہیں، صدیقین ہیں جو دُنیا میں بُرائی سے بچتے ہیں۔ اچھے اعمال کے ساتھ رہیں۔ ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہوں۔ قیامت کے دن سرخرو ہوں اور اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق ہوں۔

یہ آخری جو آیت ہے یہ ہمارا چارٹر ہے۔ اس کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ متقی کے لئے ہر جانی ومالی قربانی اور بدنی ومالی اعمال بہت ضروری ہیں۔ لیکن ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان بے عمل کافی نہیں ہے۔ یا صرف ایک عمل کافی نہیں ہے۔ جیسے یہودی کہتے ہیں کہ سب چوری بدمعاشی کرو۔

تیسرا اس کا اصول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت میں اپنی خوشحالی کے دور میں مال دو، تو تندرستی کے عالم میں صدقہ دینا، بیماری اور نزع کے صدقے سے کہیں بہتر ہے جب آپ ہٹے کٹے ہیں تو صدقہ دیتے نہیں۔ یہ کیا کہ مصیبت ہوئی تو مصیبت دور کرنے کے لئے صدقہ دے دیا، موت کا وقت آیا تو اس وقت صدقہ دے دیا۔ زندگی میں توبہ موت کے وقت کی توبہ سے بہتر ہے ؏

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر یست

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واتی المال علی حُبّہٖ ؕ آپ اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کریں، کسی لالچ میں نہ کریں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی محبّت میں آپ مال خرچ کریں گے تو وہ بہترین ہے۔ اگر آپ روز دال روٹی کھاتے تو اللہ کی محبت میں اگر بریانی اور زردہ پلاؤ کھلائیں گے تو بہترین ہے۔

Marfat.com

رشتے دار کو دینے کا دوہرا ثواب ہے۔ اس لئے کہ انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے اور ادائے حقِ قرابت بھی ہے۔ غربا پروری بھی ہے، اقربا نوازی بھی ہے۔

محتاج کو حسبِ حاجت دینا ہو تو آپ یہ نہ سوچیں کہ میرے پاس کتنا پیسہ بچے گا، آپ کو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ فقط قبلہ رُخ ہونا کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ قبلہ رُخ تو احمدی بھی ہوتے ہیں، لاہوری بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔

آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیات ۱۷۸ تا ۱۸۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ
فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ
وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ
اَخِیْہِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ
اِلَیْہِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ
وَرَحْمَۃٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ
یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ کُتِبَ

Marfat.com

عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ
تَرَكَ خَيْرَاۨ اِلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَا
لْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِۚ حَقًّا عَلَى
الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ
فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ؕ

اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضہ ہو اور اچھی طرح ادا یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے

Marfat.com

تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب
کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب
ہے پرہیز گاروں پر تو جو وصیت کو سن سنا کر
بدل دے اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر
ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

میں نے ۱۷۸ سے لے کر ۱۸۱ تک آیات کی تلاوت کی ہے۔ پچھلی نشست میں ۱۷۷ آیات کی تفسیر تفصیلاً بیان کی تھی۔ جیساکہ میں نے عرض کیا کہ سورۂ والعصر نسخہ کیمیا ہے۔ نسخہ نجات ہے۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ...... بِالصَّبْرِ ۝ چار چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ کہ سوائے ان لوگوں کے جو ان چار چیزوں پر عمل کرتے ہیں باقی سب گھاٹے میں ہیں۔ اس میں آپ کو جو مہلت دی گئی ہے وہ گزرتی جارہی ہے۔

وہ تمام لوگ گھاٹے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے، نیک اعمال کئے، حق کی تلقین کی اور صبر کی وصیت کی۔ اس کو

Marfat.com

مختصراً اللہ تعالیٰ نے بتایا، سورۃ والعصر میں۔

۱۷۸ ویں آیت کی تفسیر، سورۂ بقرہ کی، میں نے بہت ہی تفصیل سے بتائی تھی پچھلی نشست میں۔ اس کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے۔ کہ دراصل یہود و نصاریٰ کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی ایک عمل کرتے تو سمجھتے کہ ہم تو ایمان پر ہیں، اور جنت تو ہمارا حق ہی ہے۔ اور جہنم میں جائیں گے تو چالیس دن رہیں گے زیادہ سے زیادہ۔ اس کے بعد خود ہی ہمارے بزرگ ہمیں چھڑا لیں گے۔

یہود بیت المقدس میں مسجدِ اقصیٰ کے مشرقی حصے قبلہ مان کر وہاں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور نصاریٰ مغربی حصے کو۔ اور سمجھتے تھے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کیا۔ اب جنت ہمارا حق ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس آئیہ مبارکہ میں فرماتا ہے کہ ایک عمل جو نجات کے لئے کافی ہے، اس کا مطلب ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو خطاب فرمایا ہے، ایمان کی بنیاد بتائی ہے کہ کفر اور ایمان میں کیا فرق ہے۔

اور اس آئیہ مبارکہ کی ابتداء کی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو ایک خطاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں لیس البرّ ان تولوا وجوھکم ..... والمغرب ط "البرّ" کہتے ہیں وسعت اور گنجائش کو۔ تو جہاں البرّ کا لفظ استعمال کیا گیا

ہے۔ اس سے نیک عمل کی گنجائش یعنی نیکیاں۔ پس ہم میں اور کافر میں کیا فرق ہے؛ مومن جو ہے اس سے کوئی بُرائی ہو جائے، تو اس کی تلافی وہ نیکی سے کرتا ہے۔ جیسے کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل جب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اس بُرائی کا جس کا اسلام لانے کے بعد ان کو ہمیشہ قلق ہوتا تھا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو ہم نے شہید کیا۔ انہوں نے کافروں کے سرغنہ سردار کو بہادری کے ساتھ قتل کیا۔ اور کہا کہ ایک نیکی تو میری اس بُرائی کے خلاف لکھی جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھ لی، یا مشرق کی طرف مُنہ کر کے قبلہ مان کر اور متوجہ ہو کر تم نے نماز پڑھ لی۔ اوّل تو یہ دونوں قبلہ منسوخ ہو چکے ہیں۔ اب تو بیت اللہ شریف قبلہ ہے۔ ایمان اور عمل دونوں کا نام ہے نیکی۔ ولکن البر.... النبین ٭ نیکی کا پہلا معیار کیا ہے؛ کہ آپ مومن ہوں اور پھر یہ نہ ہو کہ کتاب میں سے کچھ چیزوں پر ایمان نہیں ہے۔ کچھ نبیوں پر ایمان ہے کچھ پر نہیں ہے۔ کچھ احکام پر ہے کچھ پر نہیں ہے۔

تو ایمان اللہ پر ہو اور یوم آخرت پر ہو، جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شفیعِ مجرماں ہوں گے، اور کفّار دوزخ میں

Marfat.com

ڈالے جائیں گے۔ مسلمان جن کے اعمال نامہ میں نیکیاں بھاری ہوں گی، بُرائیوں سے۔ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنّت میں چلے جائیں گے۔ اور بہت سے گنہگاروں کی معافی ہو جائے گی۔ کچھ کو ان کی پاکیزگی کے لئے دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کلمہ گو ہیں تو انہیں نجات مل جائے گی۔

والنّبیّین ۃ اور سارے نبیوں پر ایمان رکھیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ لیکن ہمارا ایمان سب پر ہے۔ اور یہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ان سب سے بلند ہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ فضیلت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

یہ تو ایمانیات کی بات تھی۔ اب عمل کی بات آئی۔ روح کی عبادت ہو چکی۔ نیکی میں ایمان کیا ہے؛ رُوح کی عبادت ہے۔ قلب کی عبادت ہے۔ اب مالی عبادت کی بات آئی۔ نیکی میں وسعت یہ کہ نہ صرف ایمان رکھتے ہیں، بلکہ انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ مال سے محبّت نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ کی محبّت میں مال خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ مالی عبادت فرضی بھی ہے اور بدنی بھی ہے۔ دونوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا ہے۔

سب سے پہلے ذکر کیا ہے عبادت کا، وَاٰتی المال علیٰ

حُبّہٖ ؕ اور اپنا مال دیتے ہیں اللہ کی محبّت میں۔ کوئی مجبوری سے نہیں، کہ یہ فرض ہے۔ وہ زکوٰۃ کے ذکر کے بعد میں آرہا ہے۔ وہ فرض عبادت ہے۔ ہم ہی اللہ کی محبّت میں کسی کو دیتے ہیں۔ ذوی القربیٰ ؕ اپنے اقرباء کو مال دینا اپنا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رکھا۔

اس میں آپ کی قرابت کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔ تو آپ کے لئے دو طریقے سے یہ فائدے مند ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ذاتی المال.... والیتمٰی ؕ جب تک کہ وہ سن بلوغ کو نہ پہنچ جائیں، بچیاں شادی کے قابل نہ ہو جائیں اور لڑکے اپنی روزی کمانے کے قابل نہیں ہوتے، ان کی دیکھ بھال کی نگرانی کی اور سرپرستی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے ان کی ذمہ داری اپنے نیک بندوں کو سونپی ہے، کہ اپنے مال میں سے اللہ کی محبّت میں ان کی امداد کریں۔

والمساکین ؕ مساکین وہ تمام لوگ ہیں جن کے اخراجات ان کی کرنٹ انکم سے کم ہیں۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہیں۔ ایک آدمی کی سات بیٹیاں ہوں، اس کے پاس سات تولے سونا ہو۔ لیکن خاندان اتنا وسیع ہے کہ فاقے

Marfat.com

کی نوبت آتی ہے۔ اور مساکین میں وہ فقراء اور اہل اللہ بھی شامل ہیں جو اللہ کے توکّل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی ڈیوٹی پر اور ان کی روزی ناکافی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکینت پسند تھی کہ آپ کی سُنّت میں انہوں نے مسکنت کا طریقہ اپنا لیا ہے۔

وابن السبیل ؕ اور مسافر، راستوں کے بیٹے جس طریقے سے ماں کے پیٹ سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے راستوں سے نکل کر شہر کے وجود میں شامل ہوتے ہیں۔ مسافر اس لئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ''وابن السبیل'' فرمایا، راستوں کے بیٹے، مسافر اپنے گھر کے آرام سے دُور ہوتا ہے؛ گھر کے وسائل سے دُور ہوتا ہے، تو اس کی دیکھ بھال بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

والسائلین ؕ اور فقیر سوال کرنے والے، ایک وہ ہیں جو زبان سے اپنا حال بیان نہیں کرتے، لیکن ضرورت مند ہوتے ہیں مساکین، وہ ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیلاتے۔ اللہ پر توّکل ہے، انہیں ڈھونڈ کر ان کی خدمت کرنا ضروری ہے۔ ایک وہ ہیں جو آپ سے سوال کرتے ہیں، جو فقیر ہیں تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ فیصلہ کرنے بیٹھ جائیں کہ یہ ضرورتمند ہے کہ نہیں جس نے اللہ کے نام پر مانگ لیا، اس کو اللہ کی راہ میں دینا آپ کے لئے افضل ہوگیا، کچھ نہ کچھ اس کو دیں۔ فقیر سائل

Marfat.com

کو جھڑکیں نہیں، سائل سے جھگڑا نہ کریں۔ اگر آپ میں استطاعت ہے تو آپ اس کی مدد کر دیں۔

وفی الرقاب ؕ اور اللہ کی محبت میں ان کو بھی دیں، جن کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں۔ وہ کیسے پھنسی ہوئی ہیں؟ یا تو قرض میں پھنسی ہوئی ہیں، یا غلامی میں پھنسی ہوئی ہیں، یا جنگ میں اور اسیری میں پھنسی ہوئی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، کہ آپ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں ان پر بھی خرچ کریں۔

اللہ تعالیٰ چونکہ معطی ہے، یعنی عطا کرنے والا ہے ــــ اور خیر الرازقین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، چاہتا یہ ہے کہ اس کے وہ بندے جو استطاعت رکھتے ہیں وہ قاسم بن جائیں قاسم العطایا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو براہ راست ان کو پہنچا سکتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تمام جبّاری و قہّاری، جبروت اور جلال و جمال کی تمام صفات اپنے میں جذب کرے، اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے، تو اس کا بندہ بھی دینے والا بن جائے۔ اور یتمٰی اور مساکین ؕ اور مسافر اور فقراء اور ضرورت مند اور پھنسے ہوئے لوگ۔

جو مشکلات اور سختی میں صبر کرتے ہیں، جو تکلیف میں صبر کرتے ہیں اور جو جہاد میں صبر کرتے ہیں: اولٰئک الذین صدقوا۔

Marfat.com

یہی صدیقین ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور کوئی اگر دعواے کرے اگر اس میں سے کسی ایک جُز پر بھی اس نے عمل نہیں کیا تو اس کا دعویٰ کہ وہ نیکو کار ہے، اللہ کا بندہ ہے، وہ دعویٰ اس کا غلط ہے۔

واُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۞ تقویٰ کرنے والے، یہی لوگ ہیں۔ تقویٰ کیا ہے؟ کسی نے کہا ہے کہ ایک خاردار راستہ ہو اور خاردار جھاڑیاں ہوں۔ بیچ میں پتلی سی پگڈنڈی ہو اور آپ اس طرح وہاں سے گزریں کہ آپ کا دامن وہاں نہ اُلجھے، محفوظ رہے۔ اور آپ گزر جائیں، تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔

زندگی میں کبھی خوف سے، کبھی نقصان سے، کبھی طمع سے، آپ کی آزمائش ہوتی رہتی ہے۔ شیطان اور نفس بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وقت اگر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا تصوّر آپ پر حاوی ہو، اس کی خشیّت آپ کے دل میں ہو۔ آپ کے عمل کا معیار یہ ہو، کہ کیا اس بات سے میرا رب راضی ہوگا یا اس بات سے میرا رب ناراض ہوگا۔ اور وہ کام کرے جس سے رب راضی ہو اور وہ کام نہ کرے جس سے رب ناراض ہو۔ تو اسی کا نام تقویٰ ہے۔

بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ عام لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ اوامر کی پابندی کرے نواھی سے پرہیز کرے۔ خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے ہر چیز سے پرہیز کرے۔

اب اللہ تعالیٰ نے تفصیلاً یہ نسخۂ نجات بیان فرما دیا ہے۔

اب ان اعمال کے کچھ ذیلی مسائل ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خاص طور سے ہدایت دے رہا ہے۔ زمانۂ جہالت میں یہ ہوا کرتا تھا کہ بعض قبیلے زور آور ہوتے تھے۔ پیسے والے ہوتے تھے، مغرور ہوتے تھے۔ بعض کمزور ہوتے تھے۔ تو اگر کوئی زبردست قبیلہ ہوتا تھا، زور والا ہوتا تھا، اس کا کوئی آدمی قتل ہو گیا تو وہ اُس کے بدلے میں بے تحاشہ لوگوں کا قتل کر دیتے تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے، کوئی نظام نہیں تھا معاشرے میں عدل کا۔

تو اب اللہ تعالیٰ نے اعمال کے ذیلی مسائل بیان کئے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے صبر کی تلقین کی۔ اب صبر کی صورت میں اس کی عملی شکل بیان کر رہا ہے کہ جب کوئی تمہارے بیٹے کا بیٹی کا اور تمہارے رشتے دار کا انتقال ہو تو صبر سے کام لو، انصاف سے کام لو، دونوں طرف عدل اور انصاف کی تلقین کی جا رہی ہے۔

اس کی عملی صورتِ حال، اس مسئلے کو ختم کرنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ایک قتل ہو گیا تو پُشت ہا پُشت قتل ہوتے چلے گئے دونوں طرف سے۔ یایھا الذین اٰمنوا کُتِبَ علیکم القصاص فی القتلیٰ۔ "قصاص" کہتے ہیں نقشِ قدم

Marfat.com

کو۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی، سورۂ مائدہ میں بھی ہے، اور اس میں بھی ہے۔ اے ایمان والو! تم زمانۂ جاہلیت کے قبیلوں کی طرح سے نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر قصاص فرض کیا ہوا ہے۔ کُتِبَ کا مطلب ہے جمع کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قصاص کا طریقہ بتایا ہے یعنی قتل کا بدلہ قتل۔ جو لوگ قتل کئے گئے ہیں، ان کے بدلے قصاص تم پر فرض کیا گیا ہے۔ جیسے: کتب علیکم الصیام ہ جیسے تمہارے لئے روزہ فرض کیا گیا ہے۔ اس لئے کتاب کہتے ہیں اس کو جہاں بہت سا علم جمع ہوتا ہے، بہت سے احکامات جمع ہوتے ہیں۔

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ ہ اگر آزاد کا قتل ہو گیا تو اس کے بدلے آزاد کو سزا ملے گی، آزاد کو پیش ہونا پڑے گا: والعبد بالعبد غلام کے بدلے غلام۔ والانثیٰ باالانثیٰ ہ عورت کے بدلے عورت۔ یہ نہیں ہے کہ کسی زبردست قبیلے کا غلام قتل ہو گیا تو وہاں جا کر سب کو مار ڈالا۔ اس کی گنجائش نہیں ہے۔ تو خون کے بدلے خون اسلام کا قانون ہے۔

ہمارے قصاص کے اصول میں اور دوسرے معاشرے کے اصول میں فرق یہ ہے کہ ہم پر خود قاتل پر فرض کر دیا گیا ہے کہ

Marfat.com

وہ اپنے کو پیش کرے، تاکہ جنگ وجدال کا سلسلہ ختم ہو، ان کا غصہ ٹھنڈا ہو۔ اور قصاص میں خون کا بدلہ خون ہے۔ اس میں ایسا نہیں ہے کہ پیسہ کے بدلے۔ یہ مقتول کے ورثاء کا حق ہے۔ کہ وہ چاہیں تو معاف کریں اور خون بہا لے لیں۔ لیکن قاتل کا حق نہیں ہے کہ وہ خون بہا لینے پر مقتول کے ورثاء کو مجبور کرے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ خود اللہ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو مقتول کے ورثاء کے سامنے پیش کرے۔

اگر جہاد ہو رہا ہے اور مسلمان نے کسی کافر کو مار دیا ہے۔ تو اس کا قصاص نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے اگر باپ، مولیٰ اور اُستاد، مُرشد اور نبی اپنے ماتحتوں کو بلا کر مار دے، تو اپنی غلطی معلوم ہونے کے باوجود بھی ان کو مارا نہیں جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مارا کہ انہوں نے سامری کی گائے کی تم نے کیوں نہیں دیکھ بھال کی۔ جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا اس میں کوئی قصور نہیں، انہوں نے تو منع کیا تھا۔ تو اس کے باوجود بھی ان پر قصاص عائد نہیں کیا گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی صحابی نے دعویٰ کیا کہ آپ سے مجھ پر نقصان پہنچا، تو آپ نے خود کو اپنے قصاص کے لئے

Marfat.com

پیش کر دیا۔ یہ ایک مثال تھی مساوات قائم کرنے کے لئے۔ اُس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوما۔ تو نبی پر قصاص کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ معصیت سے پاک ہیں، معصوم ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ قصاص میں غیر قاتل کو ہرگز قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ جاہلانہ رسم تھی۔ کہ قاتل کے قتل میں غیر قاتل کو بھی قتل کر دیتے تھے۔ اسلام نے اس پر پابندی لگا دی، ہاں اس میں ایک صورت ہے: فمن عفی له من اخیه شیء ...... باحسان ؕ ہاں اگر کوئی آدمی معاف کر دے، مقتول کا کوئی وارث اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ آپ اس میں ایک نقطہ جان لیں کہ "اخی" کیا ہے؟ بھائی۔ قاتل کو اخی کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قتل کے بعد بھی کافر نہیں ہوتا۔ مومن ہی رہتا ہے۔ اس کو جب وہ قصاص کے لئے اپنے کو پیش کر دیتا ہے، یا مقتول کے وارث اس کو معاف کر دیتے ہیں اور وہ خون بہا ادا کرتا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں وہ پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن عفی له..... شیء پھر جس کو معاف کیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے تو کہتے ہیں

Marfat.com

فاتباعٌ بالمعروف ؕ جو رسم ورواج ہے خون بہا کا اُس کی آپ اتباع کریں۔ اور واداء الیہ باحسانٍ ؕ اور اس کو اچھے طریقے سے، احسن طریقے سے اس کی ادائیگی کریں۔ نہ یہ ہو کہ مقتول کے ورثاء بے جا خون بہا طلب کریں۔ کہ نہیں ہم تو دس کروڑ لیں گے اور نہ یہ ہو کہ وہ وعدہ کر کے کہ میں خون بہا ادا کروں گا اور بعد میں لیت ولعل سے کام لے۔ نہیں اس کی گنجائش نہیں ہے لیکن اگر کوئی اپنے بھائی کو معاف کر دیتا ہے، اور ورثاء خون بہا قبول کر لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ قابلِ قبول ہے۔

ذالک تخفیف من ربکم ورحمۃ ؕ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف ہے۔ آسانی ہے تمہارے لئے کہ تم قتل کے بعد اپنے کو پیش کر دو قصاص کے لئے اور پھر معافی ہو جائے تو اس میں دونوں کا بھلا ہے۔ خون بہا دینے سے، قتل کا سلسلہ ختم ہو گا، بھائی چارہ پیدا ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رعایت ہے۔ لیکن اللہ کے اس حکم کی کوئی خلاف ورزی کرو گے تو کیا ہو گا؟

فمن اعتدیٰ بعد ذٰلک فلہ عذاب الیم ؕ اگر تم نے کوئی زیادتی کی، تم نے حد کو پار کیا، اس تمام حکم کے بعد اور اس کی تعمیل کے بعد فلہٗ عذاب الیم ؕ اس کے لئے بہت دردناک

Marfat.com

عذاب ہے۔ اگر کسی نے اپنے کو قصاص کے لئے پیش نہیں کیا، یا کسی نے قصاص کے لئے پیش کیا، اس کو معاف کر دیا، اس پر تاوان وصول کرنے میں ورثاء نے زیادتی کی، یا اس نے خون بہا دینے میں لیت ولعل کیا اور دھوکا بازی کی تو ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرماتا ہے کہ میرا قانون قانونِ فطرت ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ ولکم فی القصاص حیوٰۃ یٰاُولِی الالباب ہ لعلکم تتقون ؕ تمہارے لئے یہ قصاص کا نظام جو ہے اس میں ہی تمہاری زندگی ہے، اس میں ہی تمہاری سلامتی ہے۔ اے صاحبانِ عقل! یہ کہتے ہیں چادر والوں کو، پرانے زمانے میں فلاسفر ہوتے تھے تو اسی لئے ان کو اولی الالباب کہا ہے۔

پرانے زمانے میں جہلا کے زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ جو امراء اور رؤسا ہوتے تھے، مرنے سے پہلے وصیت کرتے تھے کہ ان کی جائداد کسی اور بڑے آدمی کو یا کسی انجمن کو یا کسی سردار کو یا کسی کو دے دی جائے۔ تاکہ اس کا نام ہو کہ وہ بڑا سخی تھا، بڑا دولت مند تھا۔ لیکن ان کے اپنے اعزاء اور اقرباء اور والدین جو کمزور ہوتے تھے وہ اس سے محروم رہتے اور وہ ان لوگوں کے دست نگر

Marfat.com

ہو جاتے۔ یعنی جس انجمن کو یا جس سردار کو معزز لوگوں کو وہ دنیاوی نام و نمود کے لئے چُنا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں قبول نہیں تھا۔

پہلے یہ کہا گیا اس آیتِ مبارکہ میں کہ جب تمہاری موت کا وقت قریب آ جائے تو تم وصیّت کر دو اپنے مال میں سے۔ اپنے ماں باپ اور اعزاء و اقرباء کے لئے۔ پھر جب وراثت کا قانون آ گیا، تو اس وقت حکم یہ ہوا کہ اس طریقے سے جیسے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے، اپنے ورثے کو تقسیم کرو۔ خواہ تم اب بھی وصیّت کر سکتے ہو جس میں دو شرطیں ہیں۔ وراثت کے متعلق وصیّت نہیں کرو گے۔ وراثت کا جو قانون اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس پر عمل ہوگا۔

اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو بندہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ اگر بیٹی کا آدھا حصہ ہے تو اس کو ملے گا۔ بیٹے کا اس کا دُگنا ہے، تو اس کو ملے گا۔ اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا کہ بیٹی کو کچھ نہیں ملے یا بیٹے کو سب مل جائے، یا بیٹے کو کم ملے اور بیٹی کو اس کا آدھا مل جائے، خواہ اپنی جائداد میں سے وہ وصیّت کے ذریعے دو تہائی حق تک، لکھ چکا ہو۔ دو شرطیں ہیں وصیت کی وراثت

Marfat.com

کے قانون کے بعد کہ اپنے مال کے دو تہائی سے زیادہ وہ وصیت کے ذریعے تقسیم نہیں کر سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وصیت کا اطلاق ان پر نہیں ہوگا جو وارث ہیں، وراثت کے حق دار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کتب علیکم اذحضرا..... خیرِ ۃ تم پر بھی یہ فرض کیا کہ جب تمہاری موت تمہارے قریب ہو جائے۔ ڈاکٹرز جواب دیں یا قتل کی سزا انہیں سنائی جا چکی ہو، یا تمہیں اندازہ ہو جائے کہ اب مجھے ایسا مرض لگ گیا ہے جس سے بچنا مشکل ہے، تو ایسے وقت تم پر لازم ہے کہ جو کچھ مال تم نے چھوڑا ہے۔ ن الوصیة للوالدین والاقربین باالمعروف ۃ دستور کے مطابق ماں باپ اور اپنے اقرباء کے متعلق وصیت کر کے جاؤ۔

حقاً علی المتقین ہ یہ تقویٰ کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ اس وقت کا حکم ہے جب ابھی وراثت کے حکم والی یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اب یہ ہے کہ جو صاحبِ استطاعت ہیں وہ اپنے مال کا کچھ حصہ غرباء اور مساکین کے لئے وصیت کر سکتے ہیں۔

ان اعزاء و اقرباء کے لئے جو وارث نہیں ہیں، جنہیں اپنی وراثت نہیں ہے مثلاً چچا ہے، ماموں ہے، خالہ ہے، پھوپھا

Marfat.com

ہے، غریب مسکین ہیں تو ان کے لئے بھی وہ وصیت کرسکتا ہے۔

فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اسمہ ؕ وصیت کی بڑی پاکیزگی ہے، ایک احترام ہے۔ وصیت میں تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے۔ جن کو وصیت کی گئی ہے وہ وصیت کرنے والے کی وصیت میں تبدیلی نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا ہے۔ فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اسمہ ؕ اگر کسی نے بدلا اس کے سُننے کے بعد تو اس تبدیل کرنے والے پر ہی اس کا عذاب ہوگا۔ وصیت کرنے والے پر نہیں ہوگا۔

تو وصیت کے معاملے میں سچ بولنا انتہائی ضروری ہے۔ اور تبدیل کرنے والے اور غلط گواہی دینے والوں کو یہ جاننا چاہیئے کہ: ان اللہ سمیع علیمٌ ؕ اللہ تعالیٰ سُن بھی رہا ہے اور جان بھی رہا ہے، کوئی عمل اس کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔ قیامت کے دن اس سے اس کی بازپرس ہوگی۔

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وصیت میں کوئی ایسی چیز ہو جو شرعی تقاضے کے خلاف ہو اور پھر کوئی شخص خیر کے طور پر دوسرے ورثاء اور جن کے لئے وصیت کی گئی ہے ان میں صلح کرا دے اور ان کا حق دلوا دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے۔ فمن خاف ..... اسم الیہ ؕ اور اگر کوئی شخص پھر اس بات سے کہ اس

Marfat.com

وصیت کی تعمیل کرنے والے کی طرف داری یا گناہ سے وہ کسی ایک کی طرف داری کر رہا ہے، زیادتی کر رہا ہے۔ اور پھر اس خوف کی وجہ سے کہ وہ ظلم ہو رہا ہے ان میں آپس میں صلح کروا دی۔ معاملات کو درست کروا دیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی گناہ نہیں رکھا۔ انّ اللہ غفور الرّحیم بے شک اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔

یہ جو قصاص اور وصیت کی آیاتِ مبارکہ ہیں ان کے کچھ اصول مرتّب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ سے انسان کافر نہیں ہوجاتا۔ اگر آپ کلمہ گو ہیں، صاحبانِ ایمان ہیں تو بڑے سے گناہ ہوجائے آپ کا ایمان ختم نہیں ہوگا۔ اس عمل کی سزا اس دنیا میں یا آخرت میں ملے گی۔ لیکن ایمان اس سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی مومن اپنے بھائی کو معاف کردے۔ بہت سے مسلمان قاتل ہیں۔ ان کو معاف کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے مومن کا بھائی اس کو بنایا ہے۔

تو دوسرے رشتے زیادتی کرنے سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ دین کا رشتہ قتل کرنے کے باوجود بھی نہیں ٹوٹا۔ دونوں کو بھائی ہی کہا ہے۔ اس کی ایک مثال ایک غلط فہمی ہے۔ آپ سے قتل ہو

Marfat.com

جائے، آپ سے جنگ ہو جائے، آپس میں قتال ہو جائے، تو اس سے ایمان پر حرف نہیں آتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے آپس میں جنگ کی، لیکن وہ غلط فہمیوں کی بنا پر تھی۔ اس سے ان کے ایمان میں کمی نہیں آئی۔ ماضی میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں پھنکوا دیا۔ لیکن دینی طور پر بھی وہ بہنیں رہیں۔

ایک اور اصول اس کا یہ ہے کہ دینی لحاظ سے قتل قصاص کا طالب ہے۔ قاتل اپنے کو پیش کر دے سزا کے لئے اور معاشرے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس عمل کی تعمیل کرائے۔ وہ اگر نہیں تو حکومت گناہ گار ہوگی۔ وارث چاہے تو قاتل کو قتل کرا دے یا اس کو معاف کرا دے خون بہا لے کر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز لازمی ہے وہ قصاص ہے۔ قصاص وارثِ مقتول کا حق ہے، اس لئے وہ معاف بھی کر سکتا ہے۔ یہ پوری برادری یا قبیلے کا حق نہیں ہے۔ اور مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ قصاص جان کا بدلہ ہے نہ کہ طریقہ قتل کا۔

ایک یہودی نے کسی مسلمان عورت کا سر کچل ڈالا۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بھی یہی سزا ہونی چاہیئے'

Marfat.com

لیکن اس عورت پر چونکہ بہت زیادہ ظلم کیا گیا تھا، اس وجہ سے اسی طریقے سے اس کی جان لی۔ تاکہ اس کو احساس ہو کہ ایک بے کس عورت کے ساتھ جس طرح ظلم کیا تھا تو اس پر کیا گزری تھی... ؟ لیکن یہ تعزیرات کا حصہ نہیں ہے۔ یہ حدود کا حصہ نہیں ہے۔ قصاص جان کا بدلہ جان ہے طریقۂ قتل نہیں ہے۔ کہ اگر کسی نے تلوار سے قتل کیا ہے تو اس کو بھی تلوار ہی سے قتل کرے۔ اور اگر اس نے آگ لگائی تو اس کو بھی آگ لگا کر مارے۔

دوسرا ایک اصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت والا ہے۔ اگر کسی ایک مقتول کے دس وارث ہیں اور قصاص کے لئے پیش کئے گئے ہیں اور قاتل کو اگر ایک نے بھی معاف کر دیا، تو بقیہ اس کو قتل نہیں کرا سکتے۔

قصاص صرف عمل کا ذریعہ ہے جو شکستہ حال قبیلوں میں جنگ و جدال ہوا کرتی تھی اس کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اسلام کے آنے کے بعد اور قصاص جرم کی حد تک محدود ہے۔ جان کا بدلہ جان اور اعضاء کا بدلہ اعضاء۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک۔ ظالم کی موت ہے اور مظلوم کی زندگی ہے۔ قصاص کے لئے جب پیش ہوتے ہیں تو ظالم کو سزا دی جاتی ہے، تو دوسرے بے بس لوگوں کی زندگی کی گارنٹی ہو

Marfat.com

جاتی ہے کہ کوئی قاتل اب کسی بے بس کو نہیں مارے گا۔ اور اسی وجہ سے قصاص قتلِ مجرمانہ کو مٹاتا ہے۔ جس معاشرے میں قصاص کا نظام ہوتا ہے جیسے سعودی عرب میں ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا۔

وصیت کی چار پارٹیز ہیں: ایک وصیت کرنے والا، جسے کہتے "موصی" اور جس کے لئے وصیت کی جائے اُسے کہتے ہیں "موصیٰ الیہ" اور جس کی وصیت جائے وہ ہے "موصیٰ بہٖ" اور جس کو وصیت کا حق دیا جائے وہ ہے "وصی"۔

وصیت یا وراثت کی اہمیت کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ تقویٰ کے لئے عبادات کے ساتھ معاملات کی درستگی بھی ضروری ہوتی ہے۔ ایک طرف آپ کی زندگی میں معاملات کی درستگی کے لئے آپ سے کہہ دیا گیا کہ آپ اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ موت کا وقت قریب آئے تب بھی معاملات درست کر لیجئے تاکہ ہر ایک کے حقوق واضح ہو جائیں۔ اس لئے کہ آپ کی جواب دہی تو مرنے کے بعد ہی ہے کہ آپ نے اپنے بعد اپنے ورثاء کا حق دیا یا نہیں۔

اگر آپ نے اپنی زندگی میں کسی کا حق مارا ہے، رشوت کے ذریعے، یا چوری کے ذریعے تو وہ خیر کا مال نہیں ہے، اس

Marfat.com

وجہ سے اس کے حق دار کو آپ واپس کر دیں۔ اور خیر سے مطلب ہے وہ بچا ہوا مال جائز ہے۔ جو آخری آیت تھی، جس میں تبدیلی سے متعلق، وصیت کی تحریری سے متعلق، احکام کے متعلق تھا۔

اس سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ وصیت وہ چیز ہے جس میں تبدیلی سخت گناہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت نظام، نماز، تقویٰ اور غلام و کنیز کے متعلق ہے۔ تو وصیت کی تعمیل ضروری ہوتی ہے۔ وصیت کو بدل دینا یا موصی کے ذریعے اس کی تبدیلی پر خاموش رہنا سخت گناہ ہے۔ ظلم بھی گناہ ہے اور ظلم پر خاموشی بھی گناہ ہے۔

مرنے والا اپنی زندگی میں وصیت بدل سکتا ہے۔ لیکن وصیت ہوگئی تو وصیت کو سننے والا، گواہی دینے والا اور اس پر عمل کرنے والا اس کو نہیں بدل سکتا۔ اس لئے کہ بندہ کا حق مارنا چاہے وہ عمداً ہو یا سہواً ہو، دونوں صورتوں میں گناہ ہے، تو شرعی احکام میں لاعلمی کا عذر نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر نہیں چلے گا کہ ہمیں یہ مسئلہ نہیں معلوم تھا۔ آپ پر فرض ہے کہ دین کے تمام مسائل کا علم آپ رکھیں اور دین کے مطابق اور شریعت کے مطابق آپ اس پر عمل کریں۔ قرآن کو پڑھنا اور سمجھ کر پڑھنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ تلاوت کا اور تجوید کا

Marfat.com

اس کا ثواب اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن شریعت کے قانون کو سمجھ کر پڑھنا اور اس کی تفسیر پر بحث کرنا ہم سب کے لئے خیر ہے۔ وصیّت کے معاملے میں جھگڑا اور ناانصافی کے دُور کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔

اس سے اصول یہ ہوا کہ وصیّت کے معاملے میں جھگڑا اور ناانصافی کو ختم کرنا، معاملات کو درست کرانا اچھا کام ہے۔ جھوٹ ہر صُورت میں گناہ ہے لیکن ایک صورت میں نہیں ہے، یعنی دو جھگڑا کرنے والوں میں صلح کراتے وقت۔ اگر آپ کو جھوٹ بولنا پڑ جائے، اس سے اگر ان کا غصّہ کم ہو جائے، ان کا انتقام کم ہو جائے تو اس جھوٹ کی گنجائش اللہ تعالیٰ نے شریعت میں رکھی ہے۔

تفسیر عزیزی میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے، اس کی گرفت نہیں ہوگی:۔

۱۔ دو مسلمانوں میں جائز صلح کراتے وقت لیکن یہ نہیں کہ ایک ظالم ہو اور ایک مظلوم تو صلح کرادی کہ تم اس کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر کاٹو، یہ نہیں جائز۔ دو مسلمانوں میں اگر جائز صلح کراتے وقت جھوٹ سرزد ہو جائے تو وہ معاف ہے۔

Marfat.com

۲۔ جنگ کی حالت میں دشمن کو غافل کرنے کے لئے (منصوبہ بندی) جائز ہے۔ اور

۳۔ خاوند کو اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے مصلحتاً جھوٹ بولنا پڑے تو وہ جائز ہے۔ تفسیرِ عزیزی میں اس کی اجازت ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی میّت میں کسی شخص کا انتقال ہو چکا ہے اور اگر اُس نے غلط وصیّت کی تو اس کی اصلاح کرنا یا کوشش کرنا، یہ گناہ نہیں۔ وصیّت میں تبدیلی کرنا تو ہے لیکن اگر زیادتی ہو گئی ہے تو اس کی اصلاح کرنا گناہ نہیں۔ ان کی آپس میں معاملہ بندی کرانا، اگر کسی کو کم حق ملا ہے، زیادہ حق والوں سے تو اس کمی کو پورا کروا دینا، یہ اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔

تین بقیہ چیزوں میں جو ہے عینی شہادت ضروری ہوتی ہے۔ اسلام کی تعزیرات یا حدود جو ہیں ان میں عینی شہادت ضروری ہے۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وصیّت ہو یا وقف ہو تو گواہی سُن کر بھی دی جا سکتی ہے۔ آپ نے کسی سے سُنا کہ اس نے مرتے وقت کہا تھا کہ آپ میری گواہی دے سکتے ہیں، تو اس میں عینی شہادت کی ضرورت نہیں۔ بچّے اپنے ماں باپ کے گناہوں کی اور میّت ورثاء کے رونے کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ اگر مقروض

ادائیگیٔ قرض کی وصیت کرتے ہوئے مرگیا تو وہ قرض سے بری ہوگیا۔ اگر اس کے ورثاء یہ قرض ادا نہیں کرتے تو وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ورثاء ذمہ دار ہوں گے، میت نہیں ہوگی۔ اگر مال زیادہ ہو تو وراثت سے محروموں کو کچھ دے دیں۔ وصیت کر جائیں۔ مسئلہ وراثت کی آیت کے نزول کے بعد وارث کے لئے وصیت اور ۱/۳ سے زیادہ مال کی وصیت جاری نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ ہم پر فضل و کرم فرمائے۔ اس نے نیک اور بد میں جو امتیاز رکھا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس معیار پر پورا اُتریں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہماری معاملات کے متعلق اور ایمانیات کے متعلق فرمایا ہے، اعمالِ صالح کے متعلق بتایا، مالی و بدنی عبادت کے متعلق بتایا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے معاملات کی اصلاحات کے بارے میں ایک نظام وضع کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس معاملے میں ثابت قدم رکھے اور اپنے معاملات درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۰

Marfat.com

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیات ۱۸۲ تا ۱۸۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا
فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ
عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ
يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ
تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا

Marfat.com

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ
رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ
كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ
اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ
الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي
مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی

Marfat.com

زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور
روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو
رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا لوگوں کے لئے
ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم
میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے
رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور
دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری
نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور
اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت
کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یایھا الذین امنوا۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی اسپیشل حکم دیتا ہے، جب چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کر دیں تو ان کی ہمت اور عزیمت کے لئے ان القاب سے یاد کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایمان والے کیوں اور کیسے کا سوال نہیں کرتے۔ وہ تو کہتے ہیں: ''لبّیک''۔
تو اس وجہ سے ان کو پیار سے اللہ تعالیٰ نے بُلایا ہے۔
یا بنی اسرائیل نہیں کہا۔ بلکہ کہا: ''یایھا الذین امنوا'' اے

میرے پیارے نبی کے اُمتیو! ایمان رکھنے والو، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے جان سے تیار رہنے والو!

کُتِبَ علیکم الصیامُ ط یہ جو روزہ میں نے جمع کیا۔ "کُتِبَ" کا مطلب ہے جمع کیا۔ کتاب مجموعہ ہے۔ اللہ کی کتاب ہے جمع کرتے ہیں، پارہ پارہ جمع کرتے ہیں۔ تو: یاایھا الذین اٰمنوا ہ اے مومن اور وفادار بندو، یہ روزہ جو تم پر فرض کیا گیا ہے یہ صرف تم ہی پر فرض نہیں کیا گیا۔ کتب علی الذین من قبلکم ط لعلکم تتقون ہ

کچھ ایسی چیزیں جو عام حالات میں جائز ہیں۔ کھانا پینا مباشرت یہ ساری چیزیں اس میں روکی گئی ہیں۔ کس کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح تم سے قبل روزہ فرض کیا گیا تھا تم سے پچھلی اُمتوں پر اسی طریقے سے تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے: "لعلکم تتقون ہ" تاکہ تم مُتقی بن جاؤ۔ تمہارا نفس اللہ کا اطاعت گزار ہو۔ تمہارا نفس، تمہاری اندرونی بُجڑ نفس کی، وہ ختم ہوجائے۔ تمہارا نفس، نفسِ امّارہ نہ بنے، بلکہ نفسِ مطمئنہ بن جائے۔

یہ روزے شروع سے لوحِ محفوظ پر تمہارے لئے لکھے گئے تھے۔ لوحِ محفوظ سے یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ کا دنیاوی آسمان پر اُترا۔ پھر وہاں

سے رفتہ رفتہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ نبوت کے زمانے میں اُترا۔ اُس کی اطلاع تمہیں توریت اور انجیل سے دے دی گئی تھی کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت جو ہوگی، نبی آخر الزماں کی اُمت، تو اس پر روزوں کا ایک مکمل نظام نافذ کیا جائے گا۔ اور میرے بندے ذوق وشوق سے اپنے شب وروز ذکرِ الٰہی میں نماز وصلوٰۃ تہجد میں، نمازِ تراویح میں اور تلاوتِ قرآن میں صرف کریں گے۔ اور پھر ان کو یہ انعام ملے گا کہ دورانِ روزہ وہ جس حالت میں بھی ہوں اور جو کچھ وہ کریں گے وہ عبادت بن جائے گی۔ اور چاہے وہ سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں۔

ابتدا میں روزہ کا جب حکم آیا تو یہ اختیاری تھا۔ آپ روزہ رکھیں یا اس کا فدیہ دے دیں۔ ماہِ رمضان کے روزے چوں کہ فرض نہیں تھے۔ پہلے عاشورہ کا کیا گیا۔ پھر ۱۳، ۱۴۔ اور ۱۵، کا کیا گیا۔ اور درمیانی تاریخوں کا۔ اس کے بعد اب فرض روزہ ماہِ رمضان میں کیا گیا۔ اب ان کو فدیئے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے "والصیام" کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے رمضان کے روزے۔

اس سے ایک اصول یہ وضع ہوا۔ وہ یہ کہ حدیث کے احکام کی تنسیخ قرآن کے احکام سے ہوجاتی ہے۔ عاشورہ

Marfat.com

اور درمیانی ۳ تاریخوں کے روزے جو ہیں ان کی فرضیت کی تنسیخ اس آیتِ مبارکہ سے ہوگئی ۔

پھر یہ ہے کہ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر پندرھویں اور تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے رکھتے تھے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت جو ہے، وہ عاشورہ کو روزہ رکھتے تھے ۔ اس وجہ سے کہ یومِ عاشورہ میں انہیں فرعون سے نجات ملی تھی ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی یومِ عاشورہ میں معافی ملی تھی ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یومِ عاشورہ میں کشتی پار ہوئی تھی، اس سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام نے روزے رکھے ۔

ہمارے ہاں تو چونکہ قمری مہینے ہیں ۔ یہ پورے سال چکّر لگاتے رہتے ہیں ۔ کبھی گرمی میں کبھی سردی میں، تو انہوں نے اپنی آسانی کے لئے شمسی مہینوں کے حساب سے روزے اپنے پر فرض کر لئے تاکہ ان کے روزے ہمیشہ سردی میں ہوں ۔ لیکن اس میں خرابی اور قباحت یہ تھی کہ ان کی گنتی اور ان کا تعین ہر شخص فرداً فرداً نہیں کر سکتا تھا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام وضع کر دیا، تاکہ کسی قسم کی کوئی اُلجھن نہ رہے ۔

ایک صحابی نے سُرمہ لگایا جو سوتے ہوئے حلق سے نیچے اُتر گیا اور اُن کو شُبہ ہوا کہ شاید روزہ ان کا ساقط ہوگیا ۔ اس وقت

حکم ہوا کہ نہیں ساری رات آپ کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح مباشرت کے متعلق میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق پہلے حکم تھا کہ وہ پورے رمضان جنسی تعلق نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خطا سرزد ہوگئی، وہ اللہ کے بڑے پیارے تھے جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آیت اُتاری کہ تم چوری چھپے خطا کرتے ہو، اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دے دی ہے کہ روزوں کے اوقات کے درمیان عائد پابندیاں روزے کے اوقات کے بعد یعنی افطار کے بعد کوئی پابندی نہیں ہے۔

روزے کے احکام کیا ہیں مسلمانوں کے لئے۔ اس کے کیا اسرار ہیں، جیسے ابھی میں نے اس کے متعلق اشارہ کیا۔ یہ عالم اجسام پہلے خورد و نوش سے پاک تھے، لہٰذا گناہوں سے بھی محفوظ تھے۔ جب یہ دونوں یعنی جسم و رُوح ملے تو جسم غذا کا محتاج ہوا اور گناہوں میں مبتلا ہوگیا۔ ماہِ رمضان میں رُوح پر کچھ دنوں کے لئے پابندی ہے تاکہ رُوح گناہوں سے پاک ہو جائے۔ ایک کا جوڑ دوسرے کی قوت ہے۔ ایک ضعیف ہوتا ہے اور ایک توانا۔ بھوک اور پیاس اللہ تعالیٰ کا جو خیر الرازقین ہے، اس کے

Marfat.com

شکر کا احساس دلاتے ہیں۔

جب رزق ہوتے ہوئے آپ نہیں کھاتے، آپ اس تجربے سے گزرتے ہیں کہ اگر ہمیں کھانا نہ ملتا تو ہمارا کیا حشر ہوتا۔ بھوک اور پیاس سے ہم کیسے نڈھال ہو جاتے۔ تو پھر عام دنوں میں اللہ تعالیٰ جو رزق ہمیں دیتا رہتا ہے جس کی طرف اکثر لوگوں کی توجہ بھی نہیں جاتی، اس کا احساس ہوتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ تیار فرماتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرے۔ ان نعمتوں میں صرف اتنا کھائیں پئیں کہ جسم و روح کا رشتہ قائم رہ سکے۔ اتنا نہیں کہ روح کی بالیدگی کی بجائے روح کی موت کا ساز و سامان تیار کرنا شروع کر دے۔

اس کے علاوہ جب بھوک اور پیاس لگتی ہے تو دوسرے وہ لوگ جو رزق سے محروم ہیں، محتاج ہیں ان کی ضروریات کا احساس ہوتا ہے۔ تو اپنی روح کی بالیدگی کے شکر کے ساتھ اس کا بھی احساس ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں دوسروں کی مالی اعانت کی جائے، اس طرح اس میں مالی عبادت کا پہلو نکلتا ہے۔

کہتے ہیں کہ انسان یا تو کم کھا کے مرتا ہے یا زیادہ کھا کے مرتا ہے۔ یا تو روزے سے کم کھا کے مرتا ہے یا زیادہ کھا کے مرتا ہے، یہی صورت ہے۔ تو فاقہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

Marfat.com

نفس دن میں کھانا پینا اور رات کو سونے پر اُکساتا ہے۔ رمضان اس نفس کے شر کا تدارک ہے۔ یہ دن کو اللہ کی رضا کے لئے کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور رات کو اللہ کی رضا کے لئے تہجد پڑھتے ہیں۔

روزے کے بہت سارے فضائل ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا اجر دیتا ہوں۔ نماز میں، صدقات میں، حج میں آپ کو اعمال کے بدلے جنّت ملتی ہے۔ روزے میں آپ کو اعمال کے بدلے جنّت والا ملتا ہے۔ اس کی ایک اور مثال ہے: ان اللہ مع الصّٰبرین ۝ کہ صبر کرنے والوں کو اللہ مل جاتا ہے۔

اس کی جزا اللہ خود دیتا ہے۔ جس طرح اس کی سخاوت لامحدود ہے اسی طرح روزے کی جزا لامحدود ہے۔ تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے، روزے میں عشق کا غلبہ ہے۔ اللہ کی محبّت میں آپ سب کچھ ترک کر دیتے ہیں۔ ایک ٹھنڈی آہیں بھرنا اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے اور اس کی حشیّت سے زرد ہو جانا، اور ایک اس کی محبّت اور اس کے خوف میں ملے جلے جذبات میں اس کے لئے آنسو بہانا، یہ تین ہو گئے۔

Marfat.com

اگر کوئی آپ سے پُوچھے کہ بقیہ اور تین باتیں کیا ہیں ؟

تو کہئے کہ ؛

ے کم خوردن و کم گفتن وکم خفتن

یعنی کم کھاؤ، کم بولو، اور سونا حرام کرلو اپنے اُوپر۔ اطاعت کرنے والوں کا صلہ کیا ہے ؟ جنّت میں داخلہ اور عاشق کا بدلہ کیا ہے؟ "دیدارِ محبوب"۔

اے عزیزانِ محترم جب ہم کسی عبادت کا ارادہ کرتے ہیں، تو اپنے جسم کو غُسل سے اور وُضو سے پاک کرتے ہیں۔ تو وضُو جو ہے وہ انسان کو لائق عبادت بناتا ہے ۔ جب آپ اپنی رُوح کو وضُو کے مجاہدے سے پاک کرتے ہیں ۔ تو آپ لائقِ مشاہدہ ہو جاتے ہیں۔ آپ اس لائق ہوتے ہیں کہ آپ کو اللہ کا قرب اور اس کا دیدار نصیب ہو۔

روزے سے انسان کی شہوانی طاقتیں ٹوٹتی ہیں نفس انسان کو اس کی جسمانی ضروریات پر اُکساتا ہے اور اس وقت انسان اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو روزے کا کام یہ ہے کہ اس غفلت کو دُور کرے ۔ جب انسان اپنی رُوح کو پاکیزہ کرتا ہے تو پھر اسے رب کی فکر ہو جاتی ہے ، اسے فکرِ آخرت ہوتی ہے کہ اگر میرا نامہ اعمال اچھا ہو جائے تو پھر میں اپنے رب کو دیکھ سکوں گا اور اس

Marfat.com

کا قرب حاصل کر سکوں گا۔

جب کوئی انسان فکرِ آخرت کرتا ہے تو اس کا نفس کمزور ہو جاتا ہے، وہ روح کے ساتھ پھر تعاون شروع کر دیتا ہے قلب مطمئنہ بن جاتا ہے۔ ایک حدیث ہے کہ روزِ قیامت ماہِ رمضان اور قرآن دونوں ہی روزہ دار کی شفاعت فرمائیں گے۔ ماہِ رمضان اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ اے میرے رب! اس نے تیری رضا کے لئے اپنا خورد و نوش اور سونا اور آرام ترک کیا تھا۔ اور قرآن یہ گواہی دے گا کہ اے میرے رب اس نے تیری رضا کے لئے تیرے قرآن کی تلاوت کی تھی۔ لہٰذا دونوں کی شفاعت ہو گی اور اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "تین لوگ انتہائی بدنصیب ہیں۔ پہلا تو وہ جو آپ کا نام سنے اور آپ پر درود شریف نہ پڑھے، (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ)۔ دوسرا، ایسے لوگ جو ماں باپ کا بڑھاپا پائیں، اور اُن کی خدمت کے ذریعے جنت حاصل نہ کر سکیں۔ اور تیسرا ایسے لوگ جو ماہِ رمضان پائیں اور اس میں روزے اور عبادات کے ذریعے جہنم سے آزاد نہ ہو جائیں۔"

اس لئے کہ رمضان میں تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے

Marfat.com

جاتے ہیں اور جنّت کے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ابلیس کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اتنی ساری آسانیوں کے بعد بھی اگر آپ نفس کو قابو نہ کرسکے اور غفلت میں رہے تو انتہائی بدنصیبی کی بات ہے۔

اب جو پہلی آیت تھی ۱۸۳ ویں، اس میں تو روزے کی فرضیّت کے متعلق بتایا گیا اور کسی استثنٰی کا ذکر نہیں تھا۔ اب اگلی جو آیت ہے اس میں کہا گیا ہے کہ "یہ جو مشقّت ہے یہ تھوڑے دِنوں کی ہے، پورے سال کی نہیں ہے۔ پہلے تو یوم عاشورہ کی تھی، اس کے بعد تین دِنوں کی تھی۔ اور بعد میں ۳۶ روزے تھے۔ تو اب تو صرف تیس روزے ہیں۔ سال کے گیارہ مہینے تو تم اسی طرح کھاتے پیتے رہتے ہو اور اسی طرح سے اپنی جسمانی ضروریات پوری کرسکتے ہو۔ یہ پابندی ہے تمہارے نفس کی تربیت کے لئے۔

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ ایام یوم کی جمع ہے اور یہ مخصوص گنتی کے دِنوں میں تمہیں مشقّت کرنی ہے۔ لیکن اس میں میری طرف سے تمہیں آسانی ہے: فمن کان منکم مریضًا..... اخرہؕ اُخر کہتے ہیں گزر کو، ہم کہتے ہیں یوم الآخر۔ تو آخر کا مطلب یہ نہیں کہ سب سے آخری ہے بلکہ دوسرا متبادل۔ تو پھر تم میں سے اگر کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دن گن لے۔ اور کسی اور دن وہ روزہ رکھ لے، اگر طاقت ہے۔ وعلی الذین یطیقونہ....

Marfat.com

.... مسکین ڈ "یُطِیْقُوْنَ" طاقت سے ہے۔لیکن کوئی اگر سمجھتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہوگا، یعنی اتنا کمزور و ضعیف ہے تو پھر اس کے لئے ہے مسکین کو کھانا کھلانا دو وقت کا۔ اگر ڈاکٹر کہے کہ آپ کی حالت ایسی ہے کہ آپ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ روزہ رکھنے سے آپ کی طبیعت مزید خراب اور بگڑ سکتی ہے۔ یا مثلاً آپ دل کے مریض ہیں اور اس کے متعلق ڈاکٹر کہے کہ آپ اگر روزہ رکھیں گے تو آپ کو دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ تو اس صورت میں بھی شرعی اجازت ہے۔ مریض کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ قطعی اس کا مشورہ ہونا چاہیئے کہ یہ اس کے لئے نقصان دِہ ہے۔

اسی طرح سفر میں اگر پندرہ دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے تو پھر آپ روزہ قضا کر سکتے ہیں بعد کے دنوں میں، لیکن مرض کی صورت میں برداشت کر سکتے ہو، خوشی خوشی رکھ سکتے ہو۔ اس چھوٹ کا تم فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے ہو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اس لئے کہ اس کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ تمہارے نفس کی تربیّت اور تمہاری رُوح کی پاکیزگی ہو۔ یہ موقع تمہارے ہاتھ سے چلا جائے گا۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزے کی نعمت جو تمہیں

Marfat.com

دی گئی ہے اس میں بڑی عظمتیں ہیں : شهر رمضان الذی.....
القرآن ہ رمضان تو وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔
ایک دفعہ آسمانِ دُنیا پر نازل کیا گیا۔ ۲۳ سال میں وہ تھوڑا تھوڑا
کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا۔ تو رمضان کی
عظمت یہ ہے۔ کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا۔ وبینکم
من الھدیٰ۔ اور اس میں کھلی ہدایتیں ہیں۔ ھدًی للمتقین ہ
اور اس میں جو قرآن نازل ہوا وہ مُتقیوں کے لئے ہدایت ہے ــــ
والفرقیٰ ہ اس سے صاف صاف فیصلے کئے گئے۔ فمن شھد
منکم الشھر فلیصمہُ ہ

پھر تم میں جو کوئی یہ مہینہ، اس میں روزہ رکھے۔ اس کی
دو صُورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ فدیہ بھی
دے۔ تاکہ اگر ادا قضا کرنے کی مہلت نہ ملی تو فدیہ ادا کر دے۔
یا اپنی وصیت میں لکھ جائے کہ اپنا جو ورثہ ہوگا اس میں سے
فدیہ ادا کر دیا جائے۔

ولتکبراللہ..... ھدکم ہ اس نے جو تمہیں ہدایت
دی ہے، جو توفیقِ رب تھی، تم اس کے لئے تقدیس، تہلیل و تسبیح
کرو۔ اس کی پاکی اور عظمت بیان کرو : اللہ اکبر لا اِلٰہ الا اللہ
واللہ اکبر وللہ الحمد ہ مفسرین نے کہا ہے کہ عید کے

Marfat.com

دن عیدگاہ جاتے اور آتے ہوئے یہ تکبیر پڑھنا چاہیئے شکرانے کے طور پر ولعلکم تشکرون اور یہ ساری باتیں یہ ساری حکمتیں، یہ ساری آسانیاں تمہارے لئے اس لئے کی گئیں کہ شاید تم اللہ کا شکرادا کرو۔ اس لئے کہ شکر ہی سے قربت ملتی ہے۔

سفر میں قصر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ قصر نماز کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا، یہ شانِ کریمی کی توہین ہے۔ اس لئے قصر نماز (سفر میں) ہمیشہ پڑھنا چاہیئے۔

رمضان کے کچھ فضائل ہیں، رمضان بڑا افضل مہینہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ لیکن جو اہلِ طریقت ہیں، ان کے لئے ربیع الاوّل۔ کیا اس لئے کہ اس میں صاحبِ قرآن تشریف لائے۔ قرآن اور صاحبِ قرآن اور قرآنِ مجسّم لازم و ملزوم ہیں۔ رمضان کے مہینے کے چار نام ہیں۔ ان کی خصوصیات ایک توماہِ رمضان، دوسرا ماہِ صبر، ماہِ رحمت، ماہ بخشش، یعنی بھلائی کا منبع۔ جس میں آپ کی لگن پیدا ہوتی ہے، عبادت کرنے کی۔

رمضان کی خصوصیات یہ ہے کہ کعبۃ اللہ شریف جو ہے، اس کی زیارت کے لئے خود اس کے پاس جانا پڑتا ہے۔ بیت

اللہ شریف کی رحمتیں سمیٹنے کے لئے وہاں جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح رمضان دریا کی طرح ہے، بیت اللہ کنوئیں کی طرح ہے۔ اور رمضان خود آپ تک رحمتیں لے کر پہنچتا ہے۔

دوسرے مہینوں میں خاص خاص عبادت کے دن ہیں۔ جیسے جمعہ کا دن ہے۔ یا رجب المرجب ہے، یا ۱۲ ربیع الاوّل ہے۔ لیکن رمضان میں ہر دن اور ہر رات عبادت کے لئے مخصوص ہے۔ رمضان اسی طرح رُوح کو جلا بخشتا ہے، جس طرح بھٹی سونے کو جلا بخشتی ہے، ساری کثافت دُور ہو جاتی ہے۔ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب ستّر گنا ہے۔ سورۂ قدر اسی میں نازل ہوئی۔ لیلۃ القدر ستائیسویں شب میں نازل ہوئی۔

رمضان میں ابلیس اور دوزخ کے دروازے بند اور جنّت کے کھلتے ہیں۔ رمضان میں کھانے پینے کا حساب نہیں ہے۔ رمضان روزہ رکھنے والا کا شفیع ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خود رمضان کے مہینے میں قیدیوں کو رہا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی جہنّمیوں کو رمضان کے مہینے میں رہا فرما دیتا ہے۔ کسی چیز کی کسی بڑی چیز سے نسبت ہو جائے تو وہ قابلِ احترام ہو جاتی ہے۔ رمضان کی نسبت تنزیلِ قرآن سے ہوئی۔ اس وجہ سے یہ بڑی عظمت والا مہینہ ہے۔

Marfat.com

کعبۃ اللہ سے آپ کی نسبت ہو جائے اور آپ حج کرنے چلے جائیں تو آپ حاجی کہلاتے ہیں۔ کلام پاک آپ پڑھیں تو قاری ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت آپ حاصل کریں تو صحابی ہو جاتے ہیں۔ اور صحابی کا روزہ قاری سے اور حاجی سے بہت بلند ہے۔ پتہ لگا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے نسبت بیت اللہ شریف اور قرآن کی نسبت سے بلند تر ہے۔

رمضان کی عظمت یہ ہے کہ ہر مہینے کی پڑتال کے لئے دو گواہ چاہئیں، چاند دیکھنے کے لئے، لیکن رمضان کے چاند کو دیکھنے کے لئے ایک گواہ کافی ہے کہ وہ آدمی جو چاند دیکھے، وہ لوگوں کو قائل کر دے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے، تو قاضی اس مہینے کا اعلان کر دے گا۔ لیکن شوال کے لئے گواہ دو ہوتے ہیں اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ روزہ ہو اور لوگ ان کی عظمت سے محروم ہو جائیں۔

ایک اور مسئلہ ہے کہ دیوانہ اگر ایک منٹ کے لئے ہوش میں آجائے تو اس پر روزے فرض ہو جاتے ہیں۔ رمضان اپنی نسبتوں سے افضل ہوا اور رمضان کی صرف ایک تاریخ میں قرآن نازل ہوا اور سارا مہینہ مبارک ہو گیا۔ تو مسئلہ میں بیان کر کے

Marfat.com

ختم کرتا ہوں کہ افطار میں عُجلت کرنا اور سحری میں تاخیر مُستحب یعنی افطار میں اتنی بھی جلدی نہ کریں کہ ابھی سوُرج ہی نکلا ہوا ہو، ورنہ روزہ فاسد ہوجائے گا اور سحری میں اتنی دیر نہ کردیں، کہ روزہ مکروہ ہوجائے۔

تراویح کی ۲۰ رکعتیں مؤکدہ ہیں اس لئے کہ تقریباً ۵۷۰ رکوُع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں رکھے ہیں۔ جس سے پورا حساب بن جاتا ہے رکوُع پڑھنے کا۔ ۲۰ رکعتیں ۲۰x۳۰ = ۶۰۰۔ ہوگئیں۔ اگر تراویح ۸ کردیں تو اس میں کبھی قرآن ختم نہیں ہوتا۔

بہرحال اہلِ سُنّت والجماعت کی رو سے یہ ۲۰ رکعتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس نے ماہِ رمضان کی جو نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ ہم اس کا شُکر اعمال کے ساتھ، عبادات کے ساتھ اور صلوٰۃ وسلام کے ساتھ ادا کریں۔

آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ہ

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیات ۱۸۶ تا ۱۸۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا
لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ اُحِلَّ
لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ
وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا
وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ

Marfat.com

مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ
اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے
مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول
کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے
تو انہیں چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان
لائیں کہ کہیں راہ پائیں روزوں کی راتوں میں
اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا
وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس اللہ
نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے
تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں
معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور
طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا
ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے

Marfat.com

ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے
سے پو پھٹ کر پھر رات آنے تک روزے
پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم
مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں
ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان
کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں
پرہیزگاری ملے۔

میں نے آیت نمبر ۱۸۵ سے ۱۸۷ تک یعنی تین آیات تلاوت کی ہیں۔ اس میں سے آیت نمبر ۱۸۵ کی تفسیر میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔

بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ اور انہیں یہ تجسّس تھا کہ اللہ تعالیٰ ہے کہاں؟ ایک بار جنگِ خیبر کے موقع پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ خاموشی سے جائیں، اور پیچھے سے کفّار پر حملہ کردیں اور بغیر لڑائی کے فیصلہ ہوجائے۔

کچھ صحابہ کرام زور زور سے تکبیریں پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو پکار رہے

Marfat.com

ہو جو سمیع و بصیر ہے، جو بہرہ اور گونگا نہیں ہے۔ اس کو زور زور سے چلا کر پکارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی اس نیت سے آپ چلا چلا کر دعا نہ مانگیں کہ زور سے آواز دیں گے تب ہی وہ سنے گا۔ ہاں ذکرِ جلی کی اجازت ہے۔ اور وہ بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی، کہ ہر موقع پر بلند آواز سے تکبیر پڑھنا یا نعرۂ تکبیر لگانا ضروری نہیں ہوتا۔

مصلحت ہو تو خاموشی سے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ یہ آیت جو ہے کہ: واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ...... یرشدون ۵ پہلے تو ذکر تھا تکبیر کا کہ تم نے جو ہدایت پائی ہے، اس کے شکر کے طور پر تکبیر کہو۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور بڑائی بیان کرو۔

اب جو ہے اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ میں یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ ہر دعا مانگنے والی کی دعا سنتا ہے، چاہے آہستہ دعا مانگیں چاہے زور سے مانگیں۔ اب پہلے ذکر و شکر کا بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور شکر ادا کرو۔ اب اس کے کرم کا بیان ہے۔ پہلے حمد و ثناء کا حکم تھا، اب اطاعت و ایمان کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ شانِ نزول اس کی یہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام نے پوچھا کہ رب کہاں ہے؟ تو اس وقت یہ آیت

Marfat.com

اُتری۔

اور انہوں نے پوچھا؛ "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، اگر رب قریب ہے تو ہم مناجات کریں۔ اور اگر دور ہے تو اُسے پکاریں"۔ اس وقت یہ آیت اُتری غزوہ خیبر میں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس وقت بھی دُعا کرو اللہ تعالیٰ سُنتا ہے" واذاسالك عبادی انی....." جب کوئی میرا بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے، جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے" انی" میرے متعلق۔ اب اس میں "عبادی" ہے، کرم کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنا کہا۔ یہ ایک کرم کی نشانی ہے، یہ عزت کے اعتراف کی نشانی ہے۔ وہ اگر میرے متعلق پوچھیں کہ میں کہاں ہوں؟ تو فرما دیجئے کہ میں تمہارے ہی پاس ہوں"۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ط اور پکارنے والے کی پکار جب ہوتی ہے تو میں پہنچ جاتا ہوں، میں اس دُعا کو قبول کر لیتا ہوں۔ جب میں آپ کے جاں نثاروں پر جتنا کرم کرتا ہوں تو کچھ ان کے بھی فرائض ہیں" اُجِیبُ" کا مطلب ہے قبول کرنا اور پہنچنا۔ "فلیستجیبوا لی" تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ میرا کہنا مانیں" ولیؤمنوبی" اور میرے اوپر ایمان بھی رکھیں، میں ان کی سنوں گا، اس پر عمل کروں گا۔ اور میں حاکم مطلق، قادرِ مطلق ہوں۔ میں ہی رب العالمین'

Marfat.com

یوم الدین ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میرا کوئی شریک نہیں۔ دُنیا اور آسمانوں کی بادشاہتیں میرے لئے ہیں اس بات کا اقرار بھی وہ دل سے کریں۔" لعلھم یرشدون ۝ تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔

یُرشد" نیک راہ دکھانے والا، رشد و ہدایت کرنے والا، ھادی ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن و ہدایت پر۔ راہِ رُشدا پر چلنے کا کیا طریقہ ہے؛ اطاعتِ الٰہی، ایمان باللہ۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذا سألك عبادی۔ تو لفظ عبادی سے اس نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ آپ مرحوم ہیں، آپ پر رحمت نازل ہے، آپ میرے ہیں۔

رب نے جس کو کہا کہ میرے ہیں وہ مرحوم ہیں۔ مرحوم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کا انتقال ہوگیا ہے۔ مرحوم و مغفور زندہ انسان بھی ہوسکتا ہے، زندگی میں بھی تو کسی کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ جیسے عشرہ مبشرہ کے گناہوں کے معاف ہونے کا اور مغفرت اور جنت کی بشارت اللہ تعالیٰ نے زندگی میں دے دی تھی۔ جیسے ہم کہتے ہیں اُمّتِ مرحُومہ۔ یعنی وہ اُمت جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گئی ہو۔

فانی قریب ۝ وہ سب سے قریب ہے۔ وہ مومن چاہے کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ اُس کی سُنتا ہے، وہ اس کے پاس ہی

ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ اللہ کی مخلوق زمان و مکاں کی قید میں ہیں۔ خالق کی رب کی صفت نہیں ہے۔ اگر وہ نعوذ باللہ من ذالک زمان و مکان کا پابند ہوتا تو رب نہ ہوتا۔ وہ تو قدوس ہے، سبحان ہے، وہ ہر اُس چیز سے پاک ہے جو اس کو کسی طریقے سے عاجز کر دے، وہ عاجزی سے پاک ہے۔ تو اس میں تینوں طرح کی قربت پوشیدہ ہے ایک زمان ہر وقت، ایک مکانی جس جگہ پر وہاں پر ہوں، اور ایک ہے درجاتی۔ یعنی کسی بندے کے درجات بلند کر کے اُسے قربت بخشنا۔

پھر دوسری آیت کے اس حصّے کی تفسیر خود ہی ہے: ان رحمت اللہ قریب من المسلمین۔ ہم روز پڑھتے ہیں ختم میں فاتحہ میں، یہ اسی کی " فانی قریب ہ کی تفسیر ہے: ان رحمۃ اللہ .... محسنین ہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہوتی ہیں پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مومنین کے لئے۔ اولئك المقربون ہ اس کی سلطنت، اس کی رحمت ہر جگہ پہنچتی ہے۔ تو قدرت کا قرب ہر ایک کو ہے۔ کافر ہے تو اس کو بھی غذا مل رہی ہے۔ اس کا رزق مل رہا ہے۔ لیکن کرم عنایت و مہربانی قرب صرف مومنین کے لئے ہے، وہ کافروں کے لئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قرب کے بعض اہم ترین اوقات ہیں۔ اس میں سب سے پہلے

Marfat.com

تو جب آپ تلاوتِ قرآن کرتے ہیں تو قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

حضرت باباجی غلام رسُول بلّیوں والے جب حیات تھے تو میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضور! ہم حرم نبوی شریف میں کیا کیا کریں۔ تو کہنے لگے کہ تلاوتِ قرآن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش اور اللہ تعالیٰ بھی خوش۔ تو یہ تو بہت آسان نسخہ ہے۔ آپ جب تک یہاں رہیں تلاوتِ قرآن کریں اور درود شریف کی کثرت کریں۔ تو ایک تو تلاوتِ قرآن اور دوسرا سجدے میں اللہ تعالیٰ انتہائی قریب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود کلام پاک میں فرمایا: واسجد واقترب ؕ سجدے میں جاؤ اور مجھ سے قریب ہو جاؤ۔

اور ان سجدوں کا سب سے زیادہ قرب تہجّد میں نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تہجّد کے وقت کیا جانے والا سجدہ میرے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اور تہجّد میں سالک کو مومن کو قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور اس حد تک قُرب حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ، اُن کے کان اور اُن کی زبان بن جاتا ہے۔ تہجّد گزار کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اولیاء

Marfat.com

اللہ پر تہجد تقریباً فرض ہے کہ وہ جو زبان سے کہہ دے وہ ہو جاتا ہے۔ اور قربِ الٰہی کا تیسرا ذریعہ کیا ہے؛ کہ کسی مقرّب بندے کی، کسی اللہ والے کی صحبت۔ وہ ایک ایک لمحے کا تفکّر آپ کو کسی اللہ کے بندے کے پاس لے جائے گا۔ وہ سالوں کی عبادت سے زیادہ سُود مند آپ کے قلب و رُوح کے لئے ہوگا۔ جب بندہ رب سے قریب ہو جاتا ہے تو ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

پہلے درجے میں وہ سمجھتا ہے کہ رب اسے دیکھ رہا ہے اور جب ولی اللہ کے دوسرے درجے پر پہنچتا ہے تو اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خود رب کو دیکھ رہا ہو۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۵ جب کوئی مجھے پُکارتا ہے تو میں پُکارنے والی کی پُکار سُنتا ہوں میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔

"اُجِیبُ" جوبن سے ہے۔ اس کا مطلب ہے کاٹنا، تراشنا، جب آپ کلام کرتے ہیں ہم اُس کو سُن کر قبول کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب ہوا کو کاٹتا ہوا آپ کے کان تک پہنچتا ہے اسی لئے اس کا نام جواب ہے۔ یہاں جواب سے مطلب قبولیّت ہے، "مجیب الدعواۃ" اسی لئے کہتے ہیں۔ دُعاؤں کا سُننے والا، قبول کرنے والا۔ دعوت جو ہے "دان" سے ہے، یعنی پُکارنا دُعا کرنا۔

Marfat.com

پُکار تین قسم کی ہے۔ پہلی گنہگار کی پُکار، اس میں عاجزی ہے، شرمندگی ہے۔ دوسری ابرار کی پُکار۔ یہ نیکی کرنے والے اولیاء اللہ ہیں اُن کی پُکار۔ تیسری دلفگار کی اور بے قرار کی پُکار۔ یہ سب سے اعلیٰ درجے کی پُکار ہے، دِل ٹوٹا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ کی محبّت میں، غم زدہ ہو، دل میں گداز ہو، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں، اس حال میں تڑپ کر آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہوں جس طرح بچّے بِلک بِلک کر ماں کو پُکارتے ہیں۔ اس حالت میں اس طریقے سے آپ اللہ تعالیٰ کو پُکاریں۔ وہ پُکار سب سے بُلند ہے۔

مومن اور کافر میں فرق کیا ہے؟ کافر دُنیا حاصل کرنا چاہتا ہے، مومن اللہ کی ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ راستے پر گامزن رہے، اس کا بن کر رہے، وہ سالک بن کر رہے۔ وہ صراطِ مستقیم پر رہے تاکہ اُسے قُربِ الٰہی حاصل رہے۔ قبولیّت دُعا کی کچھ شرائط ہیں۔ ایک اکلِ حلال اور صدقِ مقال۔ علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ دُعا کو قبول کروانے کے لئے حلال رزق کھانا اور سچ بولنا ضروری ہے۔

اور طریقت میں بھی شروع میں یہی بتلاتے ہیں۔ جب بیعت سے پہلے کا مرحلہ ہوتا ہے تو پہلے ہی بتا دیا جاتا ہے کہ طریقت کے راستے میں اللہ تعالیٰ کو پُکارنا ہے۔ ذکر کیا ہے، اس

کو پُکارنا ہے۔ اس کو یاد کرنا ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو، اللہ تعالیٰ کو۔ تو اس کے لئے اکلِ حلال اور صدقِ مقال ضروری ہے۔ لیکن صوفیاء کہتے ہیں کہ دُعا کی قبولیّت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ''چشمِ گریہ، قلبِ گریاں''۔ بہتی ہوئی آنکھیں اور جلتا ہوا دل۔ آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوں، آنکھوں میں رقّت، ہو اور قلب میں سوز ہو عشقِ الٰہی کا، تو پھر دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اپنی دُعاؤں میں اُن کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے چشمِ گریہ، اور قلبِ گریہ عطا فرمایا ہے۔ دُعا کے کچھ فوائد ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ دُعا ہم اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں' اس کی ربوبیّت کا، اُس کے کرم کا، اس کی رحمت کا اقرار کرتے ہیں اِس وجہ سے دُعا اظہارِ بندگی ہے۔ وہ معبوُد ہے ہم اُس کے عبد ہیں۔ اس کا اظہار اس طرح ہوگا۔ وہ ہوگا دُعا سے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھانے اور اس احساس کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم مجھے پُکارتے ہو تو میں تمہارے قریب ہوتا ہوں۔ اِس احساسِ قربت سے جو دُعا میں حاصل ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں روشن ہوتی ہے۔

تو'' حُبِّ الٰہی دُعا سے حاصل ہوتی ہے۔ حبِ انسان

Marfat.com

دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا احساس ہوتا ہے جو جذبۂ شکر کے تحت اس کے دل میں جذبۂ اطاعتِ الٰہی ہوتا ہے۔ تو دُعا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نفس کی تربیت ہوتی ہے اور نفس اور قلب دونوں یکسو ہوکر اطاعتِ الٰہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

نفس پھر نفسِ مطمئنّہ ہو جاتا ہے۔ اور دُعا تو سُنّتِ انبیاء ہے۔ اولیاء اللہ وارثِ انبیاء ہیں اور انبیاء جو کام کریں، وہ آپ کریں اس میں خیر ہی خیر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دُعا مانگی: ربنا ظلمنا .... خاسرین ۞ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی کہ میری اولاد میں سے ایک اُمّتِ مُسلمہ رکھنا اور اُس میں ایک ایسا نبی پیدا کرنا جو لوگوں کا تزکیۂ قلب کرے۔ اُن کو علم سکھائے اور کتاب سکھائے اور حکمت سکھائے اور باطنی پاکیزگی عطا فرمائے۔

تمام انبیاء، حضرت نُوح علیہ السلام نے، تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی یہ سُنّتِ انبیاء ہے۔ دُعا کے حوالے سے سب سے بڑی بات یہ کہ دُعا رب کو بہت پیاری ہے۔ اسی لئے وہ دُعا کرنے والے کے پاس فوراً پہنچ جاتا ہے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ دُعا ہر دین میں ہے۔ کوئی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جس

Marfat.com

میں دُعا کا عمل نہ ہو۔ اس لئے کہ دُعا ہی وہ عمل ہے جس سے بندے اور معبود کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ ساتویں بات یہ کہ دُعا سے آنے والی بلا ٹلتی ہے۔ صدقہ اور دُعا جب آنے والی کسی بلا اور مُشکل کا آپ کو احساس ہو تو آپ صدقہ دے دیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں، تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسی وقت ٹل جاتی ہے۔

آٹھواں اس کا فائدہ یہ ہے کہ دُعا مانگنے سے اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ قیام اقامتِ صلوٰۃ کی بجائے اقامتِ رحمت ہوتی ہے، کہ رحمت قائم رہتی ہے۔ نویں بات یہ کہ ہر عبادت بغیر دُعا کے مُعلق رہتی ہے۔ اس لئے نماز کے لئے بھی دُعا ہر عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیئے۔ کہ یا اللہ! تو اس کو قبول فرما لے، رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ: "اے آدم! ایک کام تمہارا ہے، ایک میرا ہے۔ تمہارا کام دُعا مانگنا ہے اور میرا کام قبول کرنا ہے۔" یہ ہمارے جدِامجد حضرت آدم علیہ السلام کو نصیحت اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی۔ اس پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کا اعادہ فرمایا ہے کہ دیکھو میں تمہارے قریب ہوجاتا ہوں۔

دُعا مانگنے کے کچھ آداب ہیں۔ آج کی تفصیل ذرا لمبی ہوگئی

Marfat.com

ہے لیکن بہت ہی اہم ہے۔ ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلی ہوں۔ ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہونا چاہیئے اور اگر کندھوں کے مقابل ہوں تو زیادہ بہتر ہے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو مُنہ پر پھیر لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ نزولِ رحمت ہوتا ہے دُعا والے ہاتھوں پر۔

دُعا کے آداب میں یہ بھی ہے کہ بے شرمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جائیں، اکلِ حلال کے ساتھ یہ مانگیں وہ بہت ضروری ہے۔ دُعا آسمانوں کے دروازے کی کُنجی ہے۔ کُنجی میں دانتے (دندانے) ہوتے ہیں اس سے دروازہ کھُلتا ہے، تو آسمانوں کی کُنجی جو ہے وہ دُعا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی کُنجی ہے جس میں دانتے (دندانے) ہی نہ ہوں تو وہ دروازے میں لگے گی نہیں دروازہ نہیں کھُلے گا، تو اس کے دندانے جو ہیں رزقِ حلال ہیں۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ دُعا حضوریٔ قلب کے ساتھ مانگی جائے، یہ نہ ہو کہ دُعا اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں مسجد میں اور دل بازار میں گھُوم رہا ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے قلب کے ساتھ دُعا مانگیں۔ اور دُعا کے وقت چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں دُعا کو قبُول کرتا ہوں۔ اس وجہ سے دُعا کے وقت قبولیّت کی قوی اُمید رکھیں۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ..... اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ تو جب دُعا کرو تو قبولیّت کی قوی امید رکھو۔

دُعا کا کچھ مسنُون طریقہ ہے۔ سب سے پہلے حمد کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربّ العالمین ہ پھر درود شریف پڑھیں: الصّلوٰۃُ والسّلامُ علیٰ سیّد المرسلین ہ کوئی بھی درُود شریف پڑھیں، والعاقبۃ للمتّقین ہ اس کے بعد استغفار پڑھیں۔ استغفار کیا ہے؛ بارگاہِ الٰہی میں اپنی عاجزی کا اظہار ہے۔ پھر دُعا مانگیں۔

دُعا کے کچھ خاص اوقات ہیں۔ جس طرح قربِ الٰہی کے اوقات بتلائے ہیں، اسی طرح دُعا کے بھی کچھ اوقات ہیں۔ جمُعہ کے دن دونوں خُطبوں کے درمیان، خُطبے کے دو حصّے ہوتے ہیں، ان کے درمیان دُعا کا وقت ہوتا ہے۔ پھر خُطبہ اور نماز کے درمیان میں دُعا کا وقت ہوتا ہے۔ پھر جمُعہ کو غرُوبِ آفتاب کے وقت۔ وہ ہم مغرب کی نماز کے ساتھ ہی دُعا بھی کر لیتے ہیں، بارش کے وقت، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وقت ہوتا ہے۔

پھر مؤذّن جب اذان دے، فجر کے وقت جو اللہ کی رحمت کے انوار نازل ہوتے ہیں، تو مُرغ بھی حمد وثناء کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں، اس وقت دُعا مانگیں۔ اور آخری رات کے پچھلے حصّے میں۔ یعنی تہجد اور فجر کے درمیان دُعا کا بہت بہترین وقت ہوتا ہے۔

اور رمضان میں افطار اور سحری کے وقت اور قرآن پاک

Marfat.com

کے ختم ہوتے وقت دُعا کریں۔ اذان کے بعد دُعا کریں۔ ہم پڑھتے ہیں۔ اللھم رب ھٰذہ .... میحادہؓ اور بعد نمازِ فرض اور شبِ قدر، یہ بارہ اوقات ہیں۔

کچھ مقامات ہیں جہاں دُعاؤں کی بہت فضیلت ہے۔ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑے، اس وقت دُعا مانگنی چاہیئے۔ طوافِ مُلتزم کے پاس دعا مانگنا چاہیئے سعی میں دُعا مانگنا چاہیئے۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے دُعا مانگنا چاہیئے۔ عرفات اور مزدلفہ میں دُعا مانگنا چاہیئے۔ تینوں جمروں (شیطانوں) کے پاس دُعا مانگنی چاہیئے۔ اور مزارات انبیاء اور اولیاء پر دُعا مانگنا چاہیئے۔ صحبتِ صوفیا میں دُعا مانگنا چاہیئے۔ یہ بارہ مقامات ہیں۔

پھر یہ بھی آپ جان لیں کہ کن کن کی دُعائیں زیادہ مستجاب ہیں۔ روزہ دار کی دُعا افطار کے وقت قبول ہوتی ہے۔ عابد بادشاہ کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ مظلوم کی دُعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے سیدھی۔ ماں باپ کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بہت بدقسمت ہے جس کو ماں باپ خدمت کے لئے ملیں اور اس نے جنت حاصل نہ کی۔ اس لئے کہ ماں باپ کی دُعا بہت زیادہ مستجاب ہے۔ اور میں خود اس کا مستفیض ہوں۔

میری والدہ کو کینسر ہو گیا تھا، وہ بول نہیں سکتی تھیں۔ میرے

Marfat.com

والد صاحب کے انتقال کے وقت میری عمر سترہ سال کی تھی ۔میری چھ بہنیں تھیں ۔ اس کے بعد والدہ کو بھی کینسر ہو گیا تو وہ دیکھتی تھیں اور روتی تھیں کہ اس پر کیا آفت پڑ گئی ۔ اس کم عمری میں تو میرے اعزاء و خواتین کہتی تھیں کہ آپ روئیں نہیں آپ اس کے لئے دُعا کیا کریں ۔ تو وہ اپنی اُنگلیوں سے دُعاؤں کا اشارہ کرتی تھیں۔ والدین کی خدمت سے مجھے جو آرام ملا ہے وہ لفظوں میں محال ہے۔ ماں باپ حقیقی بھی ہوتے ہیں اور رُوحانی بھی ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دونوں ہی بہت اچھے ماں باپ دیئے ۔

میرے والد صاحب؛ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اولیاء اللہ میں سے تھے ۔ ان کو خواب میں میں نے صحابہ کرام کی صحبت میں دیکھا، اُن کے انتقال کے تیسرے دن یعنی سوئم کے دن ، اُن کی دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دین و دُنیا دونوں دیئے ۔

اس کے علاوہ مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے ، بیمار کی دُعا قبول ہوتی ہے ۔ گھر پہنچنے سے پہلے حاجی کی دُعا قبول ہوتی ہے ۔ اور جب آپ کسی مُسلمان کی عدم موجودگی اُس کے لئے غائبانہ دُعا کریں گے ، تو وہ بہت قبول ہوتی ہے ، اور مجاہد کی دُعا قبول ہوتی ہے ۔

اس میں کچھ مسئلے ہیں وہ یہ کہ ناجائز کاموں کے لئے دُعا

Marfat.com

منع ہے۔ ڈبہ پیر ہوتا ہے اس کے پاس کوئی جائے اور کہے کہ دعا کر دیں ہتّے ہیں میرے پیسے بن جائیں، یہ سب دعائیں ناجائز ہیں۔ دوسری چیز یہ کہ محال چیز کی دعا منع ہے، اس کی دعا کرنا کہ یااللہ یہ مرگلہ کی پہاڑی میرے گھر کے سامنے آجائے، ایسی دعا نہ مانگیں۔

دوسری بات یہ کہ جب دعا میں بہت دیر لگے۔ برسہا برس تک دعا کرنے کے بعد بھی قبول نہ ہو تو آپ کو چاہیئے اس کی دعا بند کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، لیکن یہ سمجھ کر صبر کر لیں کہ غالباً اللہ تعالیٰ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ایسا نہ ہو۔

ہماری بہت ساری خواہشات ہوتی ہیں جن کے پورا نہ ہونے میں ہماری بھلائی ہے۔ وہ چیز جو بہ ظاہر آپ کو ایک بہت بڑی نعمت مل رہی ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت سے آپ سے روک لی، اس لئے کہ اس سے بہت بڑی نعمت آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ اس وجہ سے اگر کسی چیز کی خواہش ہو اور بہت عرصہ تک آپ اس کے حصول کی دعا کرتے رہیں اور وہ قبول نہ ہو تو پھر صبر کر کے اس دعا کو بند کر دیں۔ بس اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے تیری بارگاہ میں عرض کر

دیا میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔

اس کے کچھ فائدے بیان کردوں۔حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رب کا پتہ صحابہ نے پوچھا کہ" رب کہاں ہے"؟ اس کا جواب اس آیتِ کریمہ میں آگیا۔رب کو دور سمجھ کر چلّا کر دُعا مانگنا جہالت ہے۔سچّی دُعا مقبول ہوتی ہے۔جو چاہے کہ رب اس کی مانے تو رب کا کہنا ماننا چاہیئے: " فلیستجیبولی" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن سے قریب ہیں۔

"لقد جاء کم ..... العظیمہ الذی اولی بالمؤمنین"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء علیہم السلام عالم الغیب ہیں سب کو غیب کا علم ہے۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والے کے قریب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے علم غیب کو ظاہر کر دیا، اس آیت کے ذریعے سے۔اور ساتویں بات یہ کہ رب تعالیٰ کو پکارنا بہترین عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دُعا کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں وہ سوز و گداز عطا فرمائے جس سے ہماری وہ چشمِ گریاں، قلبِ گریاں عطا فرمائے جس سے ہماری دُعائیں مستجاب ہوں۔اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے، اپنی رحمت

Marfat.com

کے سائے میں رکھے۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور اپنی رحمت و مغفرت نصیب فرمائے۔ اے رب کریم! ہمارے تمام بگڑے ہوئے کاموں کو سنوار دے۔ ہماری بگڑی کو بنا دے اور ہمارے بنے ہوئے کاموں کو سنوار دے۔

آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ہ

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ اُحِلَّ لَكُمْ
لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ
لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ
اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ
وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا

Marfat.com

الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ
عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝
وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا
مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ۝ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ
هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ
الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ
مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے
پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں
پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں
چاہیئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ
کہیں راہ پائیں روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں

Marfat.com

کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا، وہ تمہاری
لباس ہیں اور تم ان کے لباس اللہ نے جانا کہ
تم اپنی جانوں کی خیانت میں ڈالتے تھے تو اس
لئے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا
تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ
نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو وہ کھاؤ اور
پیؤ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے
سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ
کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو
اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں
اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے
پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں
سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔
اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ
اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے
پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو
جان بوجھ کر تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما
دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے

Marfat.com

لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت
توڑ کر آؤ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں
میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو
اِس اُمید پر کہ فلاح پاؤ"

یہ جو میں نے آیات پڑھی ہیں ۸۶ا سے ۱۸۹ تک۔ اس میں سے ۱۸۶۔ آیت کی تفسیر میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ مختصراً اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے ان پیارے بندوں کے قریب ہی ہوتا ہے جو اسے یاد کرتے ہیں، جو اُسے پکارتے ہیں، جو اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو ایمان کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ایک محبّت کا اور احترام کا طریقہ ہے۔ کہ سوال اللہ تعالیٰ سے بندے کرتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے۔ اللہ تعالیٰ جواب تو خود دیتا ہے لیکن وہ جواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک زبان سے دیتا ہے: "اذا سألك عبادي۔ آپ سے میرے بندے "اِنِّیْ" میرے متعلق پوچھیں تو بتا دیں: "فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" کہ میں تو ان کے قریب میں ہی ہوں۔" اجیب

Marfat.com

دعواۃ الداع اذا دعان ؕ اور جب وہ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو میں ان کی دُعا پر لبیک کہتا ہوں اور وہاں پہنچتا ہوں۔

جب اللہ اپنے بندوں کے ساتھ اتنا کرم والا سلوک کرتا ہے تو پھر ان کے بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں: " فلیستجیبولی والیؤمنوبی ان پر لازم آتا ہے کہ وہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ میری اطاعت میرے اوپر ایمان کے ساتھ کریں۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر چل کر انہیں نیکی کا راستہ ملے گا" لعلھم یرشدون ؕ یہی وہ راستہ ہے یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت اور نیکی کا راستہ پا جائیں گے۔

مُرشد کو مُرشد کیوں کہتے ہیں؟ کہ وہ آپ کو نیکی کے راستے پرلے جاتا ہے، اس وجہ سے اس کو مُرشد کہتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ نے اگلی آیتِ مبارکہ میں کچھ سہولتیں مومنین کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر کیا کیا کرم فرمائے ہیں، اور ان کی خطاؤں کو رحمت کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ ان کی خطاؤں سے کو معاف کر دیا بلکہ بوجہ خطا بھی، اس وجہ کو بھی دُور فرما دیا۔ جو چیزیں اللہ کے حکم کے خلاف تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال کر دیا ہے،

Marfat.com

اور ہمیشہ کے لئے اُمّتِ مُسلمہ پر یہ احسان کیا ہے کہ قیامت تک

واحل لکم بیتقون ہ

اِس آیتِ مُبارکہ کے دو حصّے ہیں۔ دو احکامات ہیں ایک عام روزے داروں کے احکامات ہیں اور ایک اعتکاف والوں کے لئے۔ عام روزے داروں کے لئے پہلے یہ احکام ہوا کرتے تھے۔ کہ وہ افطار کے بعد رات بھر کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ رات میں صُبح تک کھانا وہ نہیں کھا سکتے تھے دوسرے یہ کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جا سکتے تھے، مباشرت یا جماع نہیں کر سکتے تھے۔ دونوں چیزوں پر پابندی تھی۔

حضرت سلمیٰ ابنِ قیس انصاری رضی اللہ عنہ ایک مزدُور پیشہ صحابی تھے۔ عُسرت کی حالت میں ہوتے تھے، بہت محنت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ دن بھر محنت کر کے آئے اور آ کر لیٹ گئے۔ اور ان کی آنکھ لگ گئی۔ آدھی رات کو آنکھ کھلی تو نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں، اس لئے کہ رات ہو گئی تھی۔ اور اس روزے کے اوپر دوسرا روزہ رکھ لیا بغیر کھائے پیئے۔ دوسرے دن بغیر کھائے پیئے محنت کرتے رہے۔ دوپہر کا وقت ہوتے ہوتے محنت کی اور ۴۸ گھنٹے کی محنت کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی وجہ

Marfat.com

سے تمام مسلمانوں کے ساتھ رعایت کردی کہ تم صبح صادق ہونے وقت کھاپی سکتے ہو۔ رات کے کسی حصے میں کھاپی سکتے ہو۔

روزہ حلال چیزوں کی بھی پابندی کرتا ہے۔ لیکن جہاں تک مباشرت کا تعلق ہے پہلے اس پر پابندی اس لئے تھی کہ رمضان کی راتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کی ہوئی تھیں۔ تاکہ آپ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں اور اس سے قریب ہوسکیں، اپنے باطن کو روشن کرسکیں۔ اور یہ پابندی تھی کہ پورے رمضان کوئی بھی شادی شدہ مرد و عورت ایک دوسرے کے پاس نہیں جاسکتے تھے، مباشرت نہیں کرسکتے تھے۔ مباشرت کہتے ہیں جلد سے جلد ملانے کو۔

چونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر شاہد ہیں، وہ ہر ایک کا حال جانتے ہیں لہٰذا اگر کوئی خطا بھی ہوئی، مسلمانوں سے جس کا ذکر صرف میاں بیوی ایک دوسرے سے کرسکتے ہیں، وہ بھی انہیں پتہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم تھا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی گنہگار یا خطا کار آپ کے پاس آجائے، تو آپ اس کے گناہ معاف کردیں، آپ ہی کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے پاس آؤگے تو میں تمہارے گناہ معاف کردوں گا۔ اس لئے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہما سے کوئی بھی خطا ہوتی تو وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے، اظہارِ ندامت کرتے تھے کہ ہم عام انسان ہیں، ہماری خواہشات اور ہماری شہوتیں ہم پر کبھی غالب ہو جاتی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ خطا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی خطائیں خطائیں ہی رہ جائیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تبدیلی کر دی، کہ افطار کے بعد صبح فجر کے درمیان مباشرت کی اجازت دے دی، تاکہ آپ کا نفس اگر آپ کو تنگ کر رہا ہے تو آپ اس کے حقوق ادا کریں۔ اور اس کے بعد یکسوئی سے تہجد اور عبادات اللہ تعالیٰ کی کریں آپ کا نفس آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں حائل نہ ہو۔

چنانچہ یہ دو واقعات جو تھے سلمیٰ ابنِ قیس انصاری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، ان دونوں کی وجہ سے ان احکامات میں تبدیلی ہوئی۔ اور اس کا فائدہ تمام مومنین کو تا قیامت پہنچے گا۔ یہ اُمّتِ مسلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اعزاز ہے کہ ان کے سوالوں کے بعد ان کے خطاؤں کی آیات اُتریں۔

دوسری اُمتوں کا یہ ہے کہ ان کی کتابیں یکمشت آتی تھیں۔ ان کے نبیوں کو کبھی یہ موقع نہیں ملا کہ وہ اپنی کسی خواہش

Marfat.com

کا یا کسی عزم کا اظہار کرسکتے اللہ تعالیٰ سے۔ کہ اس طرح کی انہیں سہولتیں مل جاتیں۔ لیکن مسلمانوں کے لئے یہ سہولتیں معراج شریف سے شروع ہوئیں۔ جب پچاس نمازوں سے ۵ نمازیں فرض ہوگئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے۔ اور اس کے علاوہ بہت سارے احکام میں تبدیلی ہوگئی۔ یا مسلمانوں کی خطاؤں کو جائز بنانے کے لئے یا پھر جیسا کہ رمضان شریف میں افطار سے سحری تک کھانے پینے یا مباشرت کی سہولت وغیرہ۔

پچھلی آیت یعنی: اذا سألك عبادي عني فاني قريبٌ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے قریب ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ نہ صرف میں قریب ہوں بلکہ اندرونی پردے کے حالات بھی جانتا ہوں جو کہ تم نے کر لیا ہے۔ یا کرتے رہتے ہو اس کو بھی میں جانتا ہوں، اور تمہاری مشکلات کو بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں جو تمہاری خواہش ہوتی ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ لیکن رمضان چونکہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی، تو اس آزمائش سے اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی۔ دوسروں کی طرح سے تم پر روزے فرض ہیں لیکن دوسری اُمتوں پر رمضان کے درمیان میں میاں بیوی کے تعلقات میں جو پابندی تھی وہ پابندی تم سے اٹھالی گئی ہے۔

Marfat.com

شانِ نزول میں نے بتایا تھا: احل لکم لیلۃ الصیام ؕ
میں نے تمہارے لئے روزے کی رات میں حلال کر دیا ہے "اُحِلَّ"
معنی "کھل جانا" اور لیلۃ الصیام ؕ اس رات کو کہتے ہیں جس کی
صبح کو روزہ رکھا جائے۔ لہٰذا لیلۃ الصیام میں وہ تمام پابندی
جو ہیں ۳۰ شعبان کی اور ۲۹ شعبان اگر پہلی رمضان کی ہے۔ تو
اس شب میں تمام پابندیاں جائز ہوں گی۔ یہ نہیں کہ کل سے روزہ
ہوگا، لہٰذا آج ہم جو جی چاہے کر سکتے ہیں۔ نہیں "لیلۃ الصیام" میں
انتیسویں یا تیسویں شعبان کی پہلی رمضان سے پہلے کی شب جو ہے وہ
اس میں شامل ہے۔

"رَفَثُ" رفث کا مطلب ہے بے پردہ ہونا۔ میں نے
تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں اور اپنی بیویوں کے
ساتھ بے پردہ ہونا تمہارے لئے حلال کر دیا ہے: "ھن لباس لکم
وانتم لباس لھن ؕ" اس لئے کہ میں نے اپنے کرم سے تمہارا لباس
بنا دیا ہے۔ اور تمہیں ان کا لباس بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قانونِ فطرت
میں کوئی شرم نہیں رکھی۔

اس اَمر پر پابندی ہے کہ فطرت کے کچھ تقاضے، یعنی کھانا
پینا تم سب کے سامنے کر سکتے ہو، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جن پر
پابندی ہے۔ جیسے نہانا، جیسے مباشرت؛ یہ سب چیزیں پردے

Marfat.com

ہیں ہوں۔ تاکہ کوئی دوسرا نہ دیکھے۔ تاکہ اس کا تقدس قائم رہے۔ تاکہ خیانت کی خواہش دوسرے دیکھنے والوں میں پیدا نہ ہوں۔

تو عائلی تقدس اور مسلمانوں کو اس کو قائم رکھنے کے لئے خاندانوں کے تقدس کو قائم کرنے کے لئے کچھ فطری عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ پابندی لگائی ہے کہ وہ پردے میں ہوں۔ خلوت میں ہوں، تنہائی میں ہوں۔

اور پردہ نہ صرف انسانوں سے بلکہ فرشتوں سے بھی کریں، کوئی ایسا بے حیائی کا کام اس طریقے سے نہیں کریں کہ فرشتے دیکھ کر شرمائیں۔ کیوں کہ فرشتے بہت ہی حیا والے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو تمہارا لباس بنا دیا ہے اور تم کو اُن کا لباس بنا دیا ہے۔ اور یہ اس لئے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ علم اللہ انکم..... انفسکم ؕ خیانت سے تختان، کہ تم لوگ خیانت کرتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ تم نہیں جا سکتے تھے، اپنی بیویوں کے پاس۔ لیکن تم اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے۔ بشری کمزوریوں کی وجہ سے تم نے خیانت کر دی، اپنی جانوں کے ساتھ۔

تو اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا تھا، اس نے تم پر رحم کیا اور اس کی تم کو اجازت دی "فتاب علیکم" پس چونکہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہو۔ اور بعض دفعہ تمہاری خطائیں بھی

Marfat.com

باعثِ رحمت ہوتی ہیں۔ وہ خطائیں جو تم سے ہوتی ہیں مجبوری ہیں۔ بے بسی ہیں، اس لئے کہ نفس تم پر اتنا غالب ہو جاتا ہے، تو ہم نے تم کو معاف کیا۔ جو تم چوریاں کرتے تھے چوری چھپے، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کیا، تمہاری توبہ کو قبول کیا۔

عفا عنکم اور معاف کر دیا: فالئٰن باشروھن۔ پس اب تمہیں کھلی اجازت ہے۔ وابتغوا۔ جب چاہو افطار کے بعد تم اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کر سکتے ہو: وابتغوا ما...... لکم" ان چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ نے قانونِ فطرت بنایا ہے، تمہاری جسمانی ساخت بنائی ہے۔ اور جس کام کے لئے بنائی ہے، اسی طرح سے استعمال کرو۔ اس کی تمہیں اجازت ہے۔

اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ سلمیٰ ابنِ قیس کی طرح روزے پر روزہ نہ رکھو، اور کام کرتے کرتے دوسرے دن بے ہوش نہ ہو جاؤ۔ کلوا واشربو..... فجر ہ جب صبح ہوتی ہے، فجر کا وقت ہوتا ہے، تو ایسا ہوتا ہے جیسے ایک موٹی لکیر سیاہی کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک موٹی لکیر روشنی کی چل رہی ہے۔ تو اس کو کہتے ہیں کالا دھاگا اور سفید دھاگا۔

فجر کا مطلب ہے "پھوٹنا" سورج کے نکلنے کے وقت جو سیاہی کی ایک لکیر ہوتی ہے اور روشنی کی لکیر ہوتی ہے، جب وہ دونوں نظر آجائیں، صرف سیاہی نہیں بلکہ روشنی بھی نظر آجائے تو اس وقت تم کھا سکتے ہو۔ "کلوا واشربوا" تم کھاؤ اور پیو اُس وقت تک جب تک کہ فجر کی سیاہی اور سفیدی کی لائنیں دونوں واضح طور پر نظر آجائیں۔ صرف سیاہی رہے اور اُجالا نہ ہو، تو وہ فجر نہیں ہوتی۔

"ثم اتم الصیام الی الیل" اس کے بعد جب ایک دفعہ روزہ شروع ہو جائے تو اس روزے کو مکمل کرو۔ اگر آپ کو چاند کے دیکھنے میں کوئی غلطی ہوئی اور بعد میں پتہ چلا کہ آج چاند نہیں تھا تو روزہ نہ توڑیں، ایک دفعہ روزہ رکھ لیا تو: ثم اتم الصیام الی الیل ط تو شام کے وقت تک اپنے روزے کو مکمل کرو، پھر اس وقت نہ کھاؤ پیو، نہ مباشرت کرو۔ وہ تمام ممنوعات ہیں۔

جو اعتکاف ہوتا ہے وہ دُنیا سے تنہائی ہے، وہ خلوت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اس میں دُنیا سے، گھر والوں سے، بیوی بچّوں سے بالکل علیحدگی ہوتی ہے۔ اس میں دن بھی عبادت کے لئے اور رات بھی عبادت کے لئے ہوتی ہے۔ گفتگو بھی منع ہوتی ہے۔

Marfat.com

اور بلا وجہ وہاں سے نکلنا، گھومنا بھی نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم نے اعتکاف میں چند دن میرے لئے خالصتاً مختص کر دیئے، تو اس وقت مزید پابندیاں ہیں جو عام روزے داروں پر نہیں ہیں۔ وہ کیا ہیں؛

ولا تباشروھن ..... مساجد ؕ جب تم مسجد میں اعتکاف کرو، تو اس دوران میں تم اپنی بیویوں کے پاس مباشرت کے لئے نہ جاؤ۔ یہ پابندی ہے، یہ جو اجازت ملی تھی وہ صرف روزے داروں کے لئے جو کہ مسجد میں اعتکاف میں نہیں بیٹھے ہیں، مسجد میں بیٹھ گئے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہاں سے اُٹھ کر آپ اپنی بیوی کے پاس اس نیت سے آجائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ حدیں مقرر کی ہیں یہ اللہ کی حدود ہیں، تم ان سے تجاوز نہ کرو۔

تو اللہ تعالیٰ اس طرح سے اپنی نشانیوں کو، اپنی آیات کو، اپنے احکامات کو واضح کرتا ہے "لعلکم یتقون ؐ" تاکہ وہ واضح احکامات پر عمل کریں اور تقویٰ کریں۔ اور ان حدود سے تجاوز کرنے سے گریز کرتے رہیں۔ فصل کا مطلب ہے جاری ہونا۔ روشنی جاری ہوتی ہے۔ عکفا کا مطلب ہے ٹھہرنا۔ مسجد میں قیام کو کہتے ہیں اعتکاف۔

ان آیاتِ مبارکہ کے کچھ فائدے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ بڑوں کی خطا چھوٹوں کے لئے باعثِ عطا ہوتی ہے حضرت آدم علیہ السلام سے خطا نہ ہوتی تو پھر یہ دُنیا آباد نہ ہوتی پھر ہم نہ ہوتے اور ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہونے کا اعزاز نہ ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خطا سے ساری اُمّت کو سہولت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی۔ کہ جب میرا ایک ایسا بندہ جس کے متعلق میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ جب ان کے لئے یہ حکم بھاری ہے، تو میری رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ ہم یہ بوجھ عام مُسلمانوں پر ڈالیں جو کہ ان سے زیادہ کمزور ہیں۔

تو حضرت آدم علیہ السلام کی خطا سے دُنیا ظہور میں آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وضو کے لئے گئیں تو ہار گُم ہو گیا۔ تو پھر وضو کا موقع نہ ملا، تو تیمم کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دے دی۔ وہ خطا جس کی وجہ سے رب اپنے بندوں کو کرم سے بُلائے، وہ ہزار نیکیوں سے بہتر ہے۔ اس لئے مقصود و ملجاء ہمارا کیا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہے۔ تو جس عمل سے اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہو جائے، چاہے وہ خطا ہی کیوں نہ ہو، وہ ہمارے لئے ہزار نیکیوں سے بہتر ہے۔

پھر ایک اصول یہ بھی پتہ لگا کہ اللہ تعالیٰ عام بندوں سے رعایت اپنے کسی مقبول بندے کے طفیل دیتا ہے۔ حضرت سلمیٰ ابن قیس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طفیل میں سارے مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے آسانیاں عطا فرمائی ہیں۔ اور کبھی اَمر صرف جواز کے لئے ہوتا ہے، وہ اَمر جو ہے وہ واجب ہر صورت میں نہیں ہوتا۔ مباشرت کی اجازت ہے لیکن وہ جواز ہے، اگر آپ کا نفس عبادت میں حائل ہو رہا ہے تو پھر اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے جواز ہے لیکن رمضان کی راتیں ساری عبادت کے لئے ہیں۔

پانچواں اصول یہ ہوا کہ حدیث کی تنسیخ کی قرآن نے تصدیق کی۔ ماہِ رمضان میں رات کے درمیان جو کھانے اور مباشرت کی جو پابندی تھی وہ حدیث کے ذریعے تھی۔ تو اس کی تنسیخ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے سے فرمائی۔ رب نے فرمایا جو تم نے خیانت کی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم نے خیانت کی۔ لیکن پھر خود ہی معاف کر دیا۔ اور توبہ قبول کر لی۔ اگر دنیاوی کام بھی جائز خواہشات کے لئے کئے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے۔

گالیاں بکنا کیوں گناہ ہے؛ اس لئے کہ خلوت کے الفاظ طشت از بام ہو جاتے ہیں۔ جو جائز چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے خلوت

اور پردوں میں محدود کیا ہوا ہے، معاشرے کے اندر استحکام، لانے کے لئے وہ الفاظ، وہ اعمال آپ طشت ازبام کر دیتے ہیں، انہیں بے پردہ کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ گناہ ہے۔

اعتکاف کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے لہٰذا چند گزارشات اعتکاف کے مسائل کے متعلق عرض کر دوں اعتکاف دینِ ابراہیمی کی عبادت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعتکاف کا حکم ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان بیتیَ للطائفین والعاکفین ۞ میرے گھر کو تم پاک وصاف رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے۔

تو سب سے پہلے اعتکاف کا ذکر ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے کہ جب انہوں نے گھر بنالیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کاوش کو قبول کیا، ان کی دعاؤں کو قبول کیا، تو ایک نصیحت میں انہیں حکم فرمایا کہ دیکھو میرے گھر کو صاف ستھرا رکھنا طواف کرنے والوں کے لئے۔ اور سب سے پہلے خادم الحرمین کون تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ اور اس خدمت کا سب سے بڑا اہم کام کیا تھا کہ اللہ کے گھر کو پاک وصاف رکھیں۔ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے۔

اعتکاف یا ترکِ دنیا دوسرے ادیان میں بہترین عبادت

مانی جاتی ہے۔ چنانچہ یہودی اور خاص عیسائی اور راہبانیت والے دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ پر یہ کرم فرمایا ہے کہ اس دُنیا میں رہتے ہوئے تم اللہ کے کیسے بن سکتے ہو؟ تمہیں دُنیا سے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کا بننے کے لئے۔ ہاں! اس کی پریکٹس کرنے کے لئے کچھ دنوں کے لئے تم دنیا سے الگ ہو جاؤ۔ ہندو سادھو بن کر پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں، کرسچن رہبانیت کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چند دنوں کے لئے ماہِ رمضان میں ترکِ دُنیا کر کے اعتکاف میں بیٹھ جاؤ۔

معتکف کی مثال اس اڑیل فقیر کی ہے جو دینے والے کے در پر بیٹھ جائے اور کہے کہ میں تو لے کے ہی جاؤں گا، تو اعتکاف اللہ کے در پر بیٹھنا اور کہنا کہ اے میرے رب! اس مُبارک مہینے میں مَیں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا۔ میں تیرے در پر بیٹھا ہوں۔ میں یہاں سے اٹھوں گا تو کچھ تجھ سے لے کر جاؤں گا۔ تیری قربت، تیری رحمت، تیرے انوار، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ خلوصِ نیّت کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھو۔ گھر والے کو اپنے گھر کا بڑا لحاظ ہے، تو جو اللہ کے گھر میں اس کے دَر پر بیٹھ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو بغیر دیئے ہوئے واپس نہیں لوٹاتا۔ تو اعتکاف میں وہ ماسوائے خالی ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ اس کی ایک فضیلت

Marfat.com

ہے اور اعتکاف کے درمیان میں مخلوق سے علیحدگی ہے۔

عزیزانِ من! میں کوشش کرتا ہوں ایک گھنٹے میں دو آیات ہو جائیں لیکن یہ آیات اتنی لمبی ہیں، اور اس میں اتنے مسائل ہیں کہ جس کی وجہ سے پورا گھنٹہ اس پر لگ جاتا ہے۔

روزے کا شرعی دن ہوتا ہے عرفی دن نہیں ہے۔ جو عام طور سے ہوتا ہے۔ یہ شرعی دن صبح صادق سے آفتاب ڈوبنے تک۔ اس وقت سے جب کہ اندھیرے اور اجالے کی لکیریں واضح ہو جائیں۔ اور سورج کے ڈوبنے کے وقت تک یہ شرعی دن ہے جس میں روزہ رکھنا ہے۔ کھانے پینے اور جماع کا ایک ہی حکم ہے۔ روزے میں کھالیا، یا روزے میں جماع ہو گیا تو اس پر کفارہ لازم ہو گیا۔ جب روزہ ایک دفعہ شروع کر دیا تو اس کو توڑ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کلوا واشربوا... واللیل ط تو رات تک اپنے روزے کو پورا کرو۔

اس کا حکم نفلی روزوں پر بھی ہے، روزہ رکھ کر اس کو پورا بھی کرنا ہوگا۔ کیوں کہ "اتم الصیام" میں چاہے نفلی ہو یا فرضی ہو۔ اس کا پورا کرنا لازمی ہے۔ روزے پر روزہ رکھنا منع ہے۔ کیوں کہ رات میں افطار واجب ہو گیا۔ افطار تو دن ختم ہونے کے وقت واجب ہو گیا ہے۔ تو روزے پر روزہ نہ رکھیں۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ روزے کی پابندیاں، روزہ پہ روزہ رکھنا، نفلی روزہ رکھنا، اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سات دن کا، پھر ۵۔ دن کا ہر مہینے میں روزہ رکھا۔ پھر ۳۔ دن کا ہر مہینے میں روزہ رکھا۔ اور صحابہ کرام نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرنا چاہی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ کہ ہر وہ عبادت جو میں کرتا ہوں تم نہیں کر سکتے۔ تم میں توانائی نہیں ہے۔ تم میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ لہٰذا میں تو روزے پہ روزہ رکھ سکتا ہوں۔ جب میرے صحابہ کرام میری سُنّت پر فرض کی طرح عمل کریں گے، تو یہ میری اُمت کے لئے پریشانی کا باعث ہوگی۔ تم میں ہم جیسا کون ہے؛ ہمیں تو رب کھلاتا پلاتا ہے۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اعتکاف کا حکم یہ ہے کہ مرد کا اعتکاف مسجد ہی میں ہے۔ وہ گھر میں نہیں ہے۔ اعتکاف میں بیوی سے ہر طرح کی مباشرت منع ہے۔ کسی ضرورت سے ہاتھ پکڑنا یا چھونا جائز ہے لیکن بغیر شہوت کے۔ شہوت یا مباشرت کی نیت سے پکڑنا اعتکاف کی حالت میں جائز نہیں ہے لیکن ضروری کام کے لئے اس کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ اعتکاف کے دوران میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھ دیا تھا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کیا کرتی تھیں۔ تو اس کی اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کے صدقے میں ہماری خطاؤں کو فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ساتھ وہی محبت عطا فرمائے، وہی ادب عطا فرمائے، وہی جذبۂ قوت عطا فرمائے جو اس نے اپنی کریمی سے اپنے صحابہ کرام کو عطا فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ۝

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیات ۱۸۷ تا ۱۹۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى
نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ
لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ
فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ
لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ
الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى

Marfat.com

الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْ
كُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ
الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ
وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا
الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ
فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ
جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۚ

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم اُن کے لباس اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم

Marfat.com

فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

میں نے آیات پڑھی ہیں ۱۸۷ سے لے کر ۱۹۲ تک سورۃ بقرہ کی۔ اس میں ۱۸۷، آیت جو ہے، اس میں رمضان کے مہینے میں حلال وحرام کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ کون سی چیزیں جو عام

Marfat.com

حالات میں تمہارے لئے حلال ہیں اور کن کن اوقات میں تمہارے لئے حرام ہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ اس آیت کے اُترنے سے پہلے اپنی بیوی سے مباشرت، پورے رمضان کے مہینے میں منع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے افطار کے بعد اس کی اجازت دے دی۔ دوسری بات یہ کہ اجازت ان کے لئے نہیں ہے جو اعتکاف میں بیٹھے ہوں، اعتکاف کے دنوں میں کسی صورت میں آپ مباشرت کی نیت سے بیوی کے پاس نہیں جا سکتے۔ پھر کھانے پینے کا پہلے حکم یہ تھا کہ افطار کرنے کے بعد پھر صبح سحری تک نہیں کھا سکتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے رعایت فرما دی۔

اب آیت نمبر ۱۸۸ میں حرام چیزوں کی پابندی کا ذکر ہے۔ اکلِ حلال کا ذکر ہے کہ جو کھانے کی پینے کی تمہیں اجازت ہے۔ وہ صرف حلال چیزوں کے کھانے کی ہے، حرام چیز کی ہر صورت میں پابندی ہے۔ تو پہلے روزے میں مطلقاً کھانے پینے کی، اب حرام کھانے پینے کی ممانعت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کھانے کی اجازت کا یہ مطلب نہیں کہ حلال و حرام سب کھا لو۔ اعتکاف کی حالت میں حلال خواہشیں بھی پوری نہ کرو۔ اب یہ کہ حرام خواہش کو

Marfat.com

صورت میں بھی پوری نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین باتیں انسان کرتا ہے: ولا تاکلوا اموالکم .... باطل وہ ہے جو حق حلال نہ ہو۔ وہ کام جائز نہ ہو۔ نواہی کی فہرست میں آتا ہو وہ باطل کام ہے۔ اور تم نہ کھاؤ، ایک دوسرے کا مال اپنا مال ایک دوسرے کے درمیان ناحق۔

ایک جنرل آرڈر تو یہ ہو گیا کہ حرام کام ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، رشوت کے لئے نہ کھاؤ، دھونس دھاندلی سے نہ کھاؤ۔ چوری، ڈاکے سے نہ کھاؤ۔ اور دوسری بات کیا ہے: عام طور سے آئے دن ہمارے معاشرے میں ہوتا رہتا ہے۔ مسلمان کے ہاں بھی جھوٹے دعوے، جھوٹے مقدمے عدالت میں لے جاتے ہیں کہ کسی دوسرے کا حق غلط بیانی سے حاصل کر لیں، غلط شہادت دے کے حاصل کر لیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی دو صحابی ایسے تھے جنہوں نے ایک زمین کے ٹکڑے پر دعویٰ کیا تھا کہ یہ زمین میری ہے۔ تو جس پر دعویٰ تھا ان صحابی سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آپ قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ زمین آپ کی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد ان

Marfat.com

کی ہمت نہ پڑی کہ دُنیاوی مال کے لئے وہ قسم کھائیں۔ لہٰذا انہوں نے قسم کھانے سے انکار کردیا۔ انہوں نے کہہ دیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ زمین میری نہیں ہے آپ انہیں دے دیں۔ جب اس صحابی نے یہ دیکھا کہ انہوں نے خود کہہ دیا، تو وہ خود بھی دستبردار ہوگئے۔

اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ عمل پسند فرمالیا ہے۔ تم خوش بخت لوگوں میں سے ہو کہ اللہ کی محبت میں اپنے مال سے دستبردار ہو رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کی حرمت کو قائم رکھ رہے ہو اور اس کے بعد یہ آیتِ مبارکہ اُتری۔ ولا تاکلوا اموالکم.... بالباطل آپس میں ایک دوسرے کا مال حرام ناحق نہ کھاؤ۔ وتدلوبھا الی الحکام ؕ اور حکّام کے پاس مقدمے کر نہ جاؤ۔ بدلنے کو پہنچانے کو بھی کہتے ہیں، اپنا مال آپ تک نہ پہنچادیا۔ اسی کو بدلنا بھی کہتے ہیں۔ تو حکّام تک نہ پہنچاؤ مقدمہ اس نیت سے تنازعہ کی نیت سے۔

لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم ہ کہ لوگوں کے مال میں سے کچھ تم حصّہ کاٹ کر کھا جاؤ: وانتم تعلمون ؕ باوجود اس کے کہ تمہیں معلوم ہے وہ تمہارا مال

نہیں ہے۔

تو اس طرح ایک تو حرام کھانے پر پابندی ہے، یعنی ایک دوسرے کا مال ناحق کھانا حرام ہے۔ دوسرا یہ کہ ناحق مال حاصل کرنے کے لئے جھوٹا مقدمہ دائر کرنا بھی حرام ہے۔ بالاثم ؕ معنی جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، جھوٹا مقدمہ، اور باوجود اس کے کہ حلال وحرام کی پہچان ہو پھر بھی حرام کی طرف خواہش کرنا۔ تفسیر کبیر میں یہ لکھا ہے کہ حرام مال پہچاننے کا آسان طریقہ ہے۔ یا تو وہ مال خود بخود ہی حرام ہوگا جیسے سؤر کا گوشت یا شراب یا وہ خود حلال ہوگا، لیکن ناجائز کمائی سے حرام ہو جائے گا۔ جیسے کہ رشوت، چوری، ڈاکہ، جو خود حرام ہے وہ حرام دائمی ہے، وہ ہر صورت میں حرام رہے گا۔

مال تین قسم کے ہیں۔ معدنیات، نباتات اور حیوانات، وہ تمام معدنیات جن سے آپ کی صحت درست ہو، ان تمام کے استعمال کی اجازت ہے۔ مگر مٹی، پتھر، سنکھیا، راکھ یہ حرام ہیں۔ نباتات میں جو مہلک ہیں وہ حرام ہیں اور جو مہلک نہیں ہیں بلکہ مضر صحت اور نشہ آور ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ اور اس کے علاوہ باقی سب حلال ہیں۔ حیوانات کی ترتیب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، تو حلال مال ہو مگر غلط طریقے سے حاصل کیا گیا ہو وہ حرام

Marfat.com

ہے۔ جبراً لیا ہوا مال بھی حرام ہے، جیسے ڈاکہ۔ لیکن بے اختیاری مال میں میراث کے علاوہ جیسے شکار کا مال آپ کو مل گیا، وہ آپ کے لئے جائز ہے۔ گھر میں کوئی دفینہ، خزینہ نکل آیا، وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جائز رکھا ہے۔ یا خاموشی سے مالک نے آپ کو عطا کر دیا ہے۔ تحفہ دے دیا۔ انعام دے دیا، تو وہ حلال ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ کے کچھ فائدے ہیں، کچھ اصول ہیں۔

حرام طریقوں سے حاصل کیا ہوا حلال مال بھی حرام ہے، جیسے باطل مزدوری، حرام کا کاروبار، حشیش کا، نارکوٹکس کا اور شراب کا کاروبار، جُوا، یہ سب پیشے حرام ہیں۔

فاسق کا مال جیسے شرط، جُوا، حلال کمائی، حلال کرائے کا مکان، جس میں کرائے دار نے شراب کی دُکان کھول لی ہے۔ حلال کمائی بہرصورت حلال ہے، چاہے جس آدمی کو آپنے کرائے پر دی ہو یا وہ اس میں کوئی غلط کام کر رہا ہو، اس کی ذمہ داری آپ کی نہیں ہے۔ فاتحہ و عُرس کے کھانے حرام نہیں ہیں۔

ناجائز فائدے کے لئے رشوت یا عہدہ قبول کرنا حرام ہے۔ اس سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے قضا کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہاں عدل و انصاف اور امامت کے لئے

حکومت لینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت کی خواہش کی تھی اور مصر کی حکومت لے لی تھی۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سنّت ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا: اجعلنی خزائن الارض، مجھے زمین کے خزانے کا مالک بنا دے۔ حاکم کا غلط فیصلہ حلال کو حرام نہیں کرتا۔ اس لئے کہ فیصلے شرعی ثبوت پر ہوتے ہیں، نہ کہ ذاتی علم پر۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یسئلونک عن الاھلۃ ؕ ھلال کہتے ہیں چاند کو۔ چاند کے تین نام ہیں۔ ایک پہلی کا چاند ہے، وہ ھلال کہلاتا ہے۔ چودھویں اور پندرھویں کا چاند ہے اس کا نام ہے بدر اور اس کے علاوہ بقیہ تاریخوں کا جو چاند ہے ۲ سے لے کر ۱۳، اور ۱۶ سے لے کر ۲۹ تک کا، یہ قمر ہے۔ ھلال، قمر اور بدر یہ تین نام ہیں " بدرالدجےٰ" تو اللہ فرماتا ہے، یہ کیا شان ہے؛ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔ تو کیا شان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں، جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ سے یہ لوگ پوچھتے ہیں، ھلال کے ظاہر ہونے کے متعلق۔ قل ھی مواقیت للناس والحج ؕ ان

Marfat.com

سے آپ کہہ دیجیئے کہ یہ" اھلہ" جو ہے یہ چاند کا نکلنا ھلال کا ظاہر ہونا، یہ تو مقرر شدہ وقت ہیں، وقت کے پیمانے ہیں، لوگوں کے لیئے اور حج کے لیئے۔

اس آیت کے تین حصّے ہیں، ایک تو اس سوال کا جواب دیا اللہ تعالیٰ نے کہ آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں ھلال کے ظاہر ہونے کا: قُل ھی مواقیت ... للنّاس۔ آپ کہہ دیجیئے کہ مواقیت ہیں۔ یہ مقرّرہ اوقات ہیں، انسانوں کے لئے وقت کے پیمانے ہیں۔ اور حج کا مقررہ وقت ہے۔ و لیس البران تاُ تو البیوت من ظھورھا۔ اور نیکی اس بات میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں لوگوں کی نگاہوں سے بچ کے پیچھے سے چھلانگ مار کے جا رہے ہیں۔

زمانۂ جاہلیّت میں رواج یہ تھا کہ چند قبیلوں کے علاوہ جن کو استشنٰی حاصل تھا، جیسے بنی قریش وغیرہ۔ حج کے زمانے میں جب احرام باندھتے تھے تو اپنے سامنے کے دروازے سے نہیں جاتے تھے، بلکہ پیچھے کی دیوار توڑ کر یا پھلانگ کر جاتے تھے اور استشنٰی والے سامنے کے دروازے سے جاتے تھے۔

تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کا یہ معیار نہیں ہے۔

کہ تم اپنے گھر کے پچھواڑے پر چھلانگ مار کر یا دیوار توڑ کر گھر میں داخل ہو۔ ولکن البر من التقیٰ ۚ لیکن نیکی یہ ہے کہ تم تقویٰ کرو۔ تقویٰ ہی نیکی ہے۔ واتوا البیوت من ابوابھا۔ اور تم اپنے گھروں میں آؤ دروازوں سے، اس لئے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا طور طریقہ تھا۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ہ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تقویٰ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اپنی مرادوں کو پا جاؤ۔

ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام کے ساتھ جس میں دوسرے قبیلوں کے لوگ بھی تھے حج کرنے کے ارادے سے گئے، سب احرام میں تھے۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو سامنے کے دروازے سے اندر تشریف لے گئے صحابہ کرام بھی سامنے کے دروازوں سے چلے گئے، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو اہلِ قریش نہیں ہو، تم سامنے کے دروازے سے کیوں آئے؟ یہ تو یہاں کا طریقہ ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ان صحابہ کرام کے اعمال کی منظوری دیتے ہوئے کہ اصلی چیز انسان تقویٰ کرتا ہے کہ نہیں۔ یہی نیکی کا معیار ہے۔ نیکی کا معیار یہ نہیں کہ آپ سامنے کے دروازے سے داخل ہو رہے ہیں، یا پیچھے کے دروازے سے۔

Marfat.com

اس آیت کا پچھلی آیت سے تعلق ہے ، اس آیت میں ماہِ رمضان کا ذکر ہے ۔ اس آیت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کا ذکر ہے ، اور اس کے فوائد ہیں ۔ حضرت معاذ بن جبل اور سودہ بن انعم رضی اللہ عنہا نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا ذکر کیا ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ چاند کیوں گھٹتا بڑھتا ہے ؟ اس وقت یہ آیت اُتری ۔ مسلمانوں کا شیوہ یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم سوال کرتے تھے ۔ بنی اسرائیل ہر بات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کرتے تھے اور حجت کرتے تھے لیکن مسلمان سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی کم سوال کرتے تھے ۔

مسلمانوں کے ۱۴ سوالات اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں درج کئے ہیں ۔ سورہ بقرہ میں پہلا سوال یہ کہ : یسئلونك انّی فانی قریب ؕ یعنی رب کہاں ہے ؟ میں تمہارے قریب ہی ہوں ۔ اور دوسرا عن الاھلۃ ، تو چاند کے متعلق ٦ ، اس کے آگے دو تو آچکے ہیں ۔ سورۂ مائدہ میں ہیں ، سورۂ انفال میں ہیں ۔ ایک سورۂ بنی اسرائیل میں ہے : یسئلونك عن الرّوح اور ایک سورۂ کہف میں ہے : یسئلونك عن ذی القرنین اور سورۂ طٰلہٰ میں ہے جبل کے متعلق ۔ اور سورۂ نازعات میں ہے ، قیامت کے متعلق ۔

Marfat.com

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ فائدے بھی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت عزت والی ہے۔جب وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے۔اور اس کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلام پاک میں محفوظ فرما دیتا ہے۔ دوسرا اس سے اصول یہ مرتب ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا رتبہ ہے۔لوگ سوال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں، جواب اللہ تعالیٰ فوراً فرماتا ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے دلواتا ہے۔

تیسرا اس سے نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ قمری مہینہ شمسی مہینوں سے افضل ہے، اس لئے کہ رب نے اسے پسند فرمایا، اپنے احکامات کے لئے، ماہِ صیام کے لئے، حج کے احکامات کے لئے، روزے کے لئے۔صرف روزے کے دورانیے کے لئے اللہ تعالیٰ نے شمسی توانائی کو استعمال فرمایا۔صبح صادق ہونے سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے تک، یہ پیمانہ صرف شمسی ہے۔بقیہ سارے احکامات کے لئے پیمانہ قمری ہے۔

تو قمری جنتری جو ہے وہ رب نے بنائی ہے۔وہ ہر عیب سے پاک ہے۔شمسی جنتری انسانوں نے بنائی ہے۔لہٰذا اس میں بہت سارے عیوب ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ موسم کا غلام

Marfat.com

ہے۔ گرمی جون میں آئی ہے تو جون ہی میں آئے گی۔ وہ ٹس سے مَس نہیں ہو سکتا۔ جب کہ قمری مہینہ موسم سے آزاد ہے۔ کبھی رمضان گرمی میں ہوتا ہے کبھی سردی میں۔ اس کا ہر مہینہ ہر موسم میں ہوتا ہے۔ تو ایک تو یہ کہ یہ کسی موسم کا محکوم نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کوئی ایسی خرابی نہیں ہے جس کی وجہ سے نظام بدل جائے۔ یا شمسی مہینہ ہے وہ تین سال تک تو فروری کا مہینہ ۲۸ر کا ہوتا ہے، چوتھے سال بدل جاتا ہے اپنے آپ۔ اور وہ ۲۹ر کا ہو جاتا ہے۔ تو اس وجہ سے قمری مہینہ عیب سے پاک ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے۔ اس کے نظام میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے ہر چار سال کے بعد۔ اسلامی عبادات اور کام سارے قمری مہینے سے ہیں۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ اگر سوال بے کار ہو تو بھی اس کا کار آمد جواب ہونا چاہیئے۔ بظاہر چاند گھٹتا بڑھتا ہے، یہ قدرتی امر ہے۔ اس کے سوال کی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا کار آمد جواب دیا کہ چاند جو گھٹتا بڑھتا ہے، اس سے ہم نے وقت کا پیمانہ مقرر کر دیا ہے، تمہارے لئے۔ اور حج کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ بیکار کام جس کا کوئی فائدہ نہ ہو وہ چھوڑ دینا چاہیئے، جیسے احرام کی حالت

Marfat.com

میں پچھلا دروازہ توڑ کر آنے کا، وہ اللہ تعالیٰ نے چھڑوا دیا۔ اس کا تقویٰ اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

اور ساتویں بات یہ کہ اسلام میں چاند سورج سے افضل ہے۔ روزہ اور نماز کے اوقات سورج کے اوقات سے وابستہ ہیں۔ بقیہ سارے معاملات اور مہینے اور حج وہ چاند سے وابستہ ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ نے توحید کا، نماز کا، زکوٰۃ کا، ایفائے عہد کا، روزے کا حکم دے دیا۔ اکلِ حلال کا حکم دے دیا۔ اگلی آیت میں جو حکم ہے وہ جہاد کا ہے۔ آپ کو یاد رہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا صبر کا تھا۔ کہ کفار جو تم پر ظلم کریں، اس ظلم پر اللہ کی راہ میں صبر کرو، اُف تک نہ کرو۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر کتنا ظلم ہوتا تھا، اور وہ اُف بھی نہیں کرتے تھے۔ صبر فرماتے تھے۔

اب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا۔ پہلے جہاد کی بالکل ممانعت تھی۔ مگر جب اجازت ہوئی تو اس صورت میں کہ وہ تم پر حملہ کریں، تو پھر تم اس صورت میں ان پر حملہ کرو۔ اس کے بعد حکم ہو گیا کہ حملے کا انتظار نہ کرو۔ اگر دشمن بدنیتی کرتا ہے تو تم پہلے حملہ کردو۔

Marfat.com

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیت نمبر ۱۹۲ تا ۱۹۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰی لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّیَكُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ۝ اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡكُمۡ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ۝ وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡكُمۡ اِلَی التَّهۡلُكَةِ ۚۖۛ

Marfat.com

وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝

"پھر اگر وہ باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ماہِ حرام کے بدلے ماہِ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔"

میں نے ۱۹۲ سے لے کر ۱۹۵ کی آیات کی تلاوت کی ہے۔ اس میں ۱۹۲، اور ۱۹۳، کی پہلی تین آیات کی تفصیل میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ رفتہ رفتہ جیسے جیسے مدینہ منورہ کی اسلامک سٹی اسٹیٹ مدنی حکومت نے طاقت پکڑنی شروع کی، اسی طرح سے دھیرے دھیرے جہاد کے حکم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نازل فرمایا گیا۔

شروع میں حکم یہ تھا کہ کفار جو تم پر ظلم کریں تو تم اس پر صبر کرو اللہ کی راہ میں۔ جیسے کہ حضرت بلال اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بہن اور بہنوئی نے کیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد پہلی دفعہ یہ حکم ہوا کہ تم اپنی مدافعت میں جنگ کر سکتے ہو۔ اس وقت یہ تین آیات اُتریں۔ جس میں پہلی جو تھی وہ مدافعت کی تھی۔ دوسری میں جہاد تھا۔ حفظِ ماتقدّم کے طور پر۔ دوسری اور تیسری میں کہ کافر کو، دشمن کو مضبوط نہ ہونے دو۔ اگر تمہیں یہ اندازہ ہو کہ وہ تم پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ تو قبل اس کے کہ وہ تم پر حاوی ہو جائے، اس کی طاقت کو نیست و نابود کر دو۔

اب جو آیت اُتری ہے۔ وہ یہ تمہارا جو سینٹر آف آپریشن ہے وہ فتنے سے بالکل پاک ہونا چاہیئے۔ تاکہ تم بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے کام کو آگے بڑھا سکو۔ اگر تمہارے کیپٹلی میں، تمہارے مرکز ہی میں فتنہ رہے گا، تو تم آگے نہیں بڑھ سکو گے۔ تو اس کے لئے یہ آیت اُتری۔

تو شروع میں یہ ہوا کہ مدافعت میں آپ جہاد کریں۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ حفظِ ماتقدّم کے طور پر جہاد کریں۔ اور پھر اس کے

بعد جہاد آپ کریں، فتنے کو ختم کر دیں۔ سرزمین عرب کو کفر اور الحاد سے پاک کرنے کے لئے، سارے عالم کے لئے وہ مرکز ہے۔ وہاں پر کفر والحاد کی گنجائش نہیں ہے۔ دوسری جگہ آپ جنگ کریں، جو ہتھیار ڈال دیں اور جزیہ دینے کے لئے تیار ہوں، آپ کی سبقت کو، آپ کی حکومت کو، وہ قبول کر لیں تو پھر جنگ نہ کرو۔ سوائے اس کے کہ جو لوگ فتنہ کریں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کے بعد جب جہاد کی آیات ختم ہوتی ہیں تو آخری آیت آتی ہے: وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ...... محسنین ۵ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو امیر ہوتے ہیں، صاحبِ استطاعت ہوتے ہیں۔ اور جہاد نہیں کر سکتے، جسمانی طور پر ضعیف ہوتے ہیں، عمر رسیدہ ہوتے ہیں، تو وہ جہاد اپنے مال سے کر سکتے ہیں۔ اپنا مال اس غریب کو دیں جو صحت مند ہو اور جو جہاد کر سکتا ہو۔

تو اس طرح وہ جس میں مالی صلاحیت نہیں ہے جہاد کرنے کی، وہ بھی جہاد میں شامل ہو جائے گا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کریں، نیکی کمائیں، نیکی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وقاتلوا حتیٰ لا تکون فتنۃ و..... للّٰہِ ۵ اور ان سے لڑو، مقابلہ کرو، جہاد کرو: حتیٰ لا تکون فتنۃ ۵ یہاں

Marfat.com

تک کہ فتنہ مٹ جائے۔ اور فتنہ مٹنے کی نشانی کیا ہے؟
"کُن" کا مطلب ہے ہو جانا۔ "یکوُن" معنی ہو جائے۔ ویکون الدین جیسے کہتے ہیں: کان اللہ اللہ تعالیٰ ہے ماکان محمدٍ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں: "ابا احد" کسی کے والد۔ اسی طرح سے "کان کُن یکوُن" اس سے ہے۔ شانِ تکوینی اللہ تعالیٰ ہے۔ کہ اس نے "نہ" سے سب کچھ کیا۔ عدم وجود سے وجود میں ہر چیز لایا۔ نہ دنیا تھی، نہ عرش تھا، نہ فرش، صرف اس کی ذات تھی۔

وقتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ط اس وقت تک جہاد کرو، جب تک کہ فتنہ مٹ نہ جائے۔ جب تک کہ سارے لوگ اسلام کے مطیع و فرمانبردار نہ ہو جائیں: ویکون الدین للہ ط جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین نافذ نہ ہو جائے، جب تک یہ حالت نہ ہو جائے، اس وقت تک جہاد جاری رکھو۔ فان انتھوا ط پھر اگر وہ باز آجائیں، اپنے فتنے سے، کفر سے، شرک سے: فلا عدوان ط تو پھر کوئی ان پر زیادتی نہ ہو۔ ہم جنگ برائے جنگ نہیں کرتے۔ جنگ کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد ہے، اللہ کے دین کو، اللہ کی حاکمیت کو دُنیا میں قائم کرانا اور منوانا ہے۔

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو لوگ مان جائیں، تو پھر جنگ کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک استثنیٰ ہے : الا علی الظالمین ○ جو شرارت کرنے والے لوگ ہیں، جب اطاعت کر لیں ہتھیار ڈال دیں تو جنگ بند کر دو۔ لیکن پھر بھی جو فتنہ و فساد کرنے والے ہیں، جو سازشیں کرنے والے ہیں ان کو ختم کر دو، ان کو نہ چھوڑو، جنگ بند ہونے کے بعد۔

پچھلی آیت میں تو جنگ اور اس کی انتہا کا ذکر تھا، اب اس کی انتہا کا ذکر ہے، پہلے جنگ کا ہے۔ کہ اگر وہ آپ پر حملہ کر دیں، چاہے آپ حرم میں ہی کیوں نہ ہو، آپ اپنی مدافعت حرم میں بھی کر سکتے ہیں۔ حرم کی حرمت اس وقت تک ہے، جب تک وہ اس کی حرمت مانیں۔ تو ادب ان کے لئے بھی ہے، تمہارے لئے بھی ہے۔ وہ ادب کا خیال نہ کرتے، تم نہ حملہ کرتے۔ یہ نہ ہو کہ تم کٹ جاؤ، مٹ جاؤ، بلکہ ان سے جنگ کرو۔ اب یہ کہ جنگ شروع ہو گئی تو ختم کب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے کہ جہاد ایک دفعہ شروع ہو گیا تو ختم کس مرحلہ پر ہو گا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑی قربانیاں دیں۔ سارے انصار کے وہ راہنما تھے۔ اور سارے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے۔ تو جب صلح حدیبیہ

Marfat.com

کے بعد فتح مکہ ہو گئی، تو آپ نے فرمایا کہ اپنے کاروبار کو، دُنیا کو کتنے دِنوں سے چھوڑ رکھا تھا۔ اب سکون ہو گیا۔ اب ہمیں کافروں پر فتح ہو گئی ہے۔ تو اب ہم واپس مدینہ منوّرہ جا کر کاروبار کریں۔ اپنا کام کریں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ مسلمانوں کے لئے جہاد کبھی ختم نہیں ہوتا، جب تک دُنیا میں فِتنہ ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت قائم نہیں ہو جاتی مکمل طور پر۔ جب تک مسلمانوں کا غلبہ نہیں ہے۔ اس وقت تک جہاد آپ پر فرض ہے۔

چنانچہ نہ صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، بلکہ وہ تمام خلفائے راشدین کے اسلامی جنگوں میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب "قسطنطنیہ"، جسے آج کل ہم "استنبول" کہتے ہیں۔ جب وہاں حملہ کیا، تو اس جنگ میں شہر کی فصیل کے پاس آپ کی شہادت ہوئی۔ اور وہیں ان کا مزار شریف ہے۔ اب تو وہ شہر کے بیچ میں ہو گیا ہے۔ تو پہلے جنگ اور اس کی ابتدا کا ذکر تھا۔ اور دوسری بات یہ بتائی گئی ہے، کہ جنگ بذاتِ خود ایک مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ایمان لائیں۔ کفر اور شرک کا فِتنہ ختم ہو، اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت قائم

Marfat.com

ہوا اور صرف اس کی عبادت کی جائے۔

اگر وہ ایمان لائیں تو جنگ بند کر دو۔ پھر اگر جنگ کے بعد فتنے سے باز رہیں تو بھی جنگ نہ کریں۔ فتنہ کریں تو پھر دوبارہ جنگ شروع کریں۔ اس کے بعد سرزمینِ عرب کے باہر جو حکم ہوا کہ اگر وہ آپ کی اطاعت قبول کر لیں، آپ کی بالادستی قبول کر لیں اور ہتھیار ڈال دیں تو پھر آپ جزیہ لے کر انہیں معاف کر دیں، رہنے دیں۔ اگر آپ کی اسلامی حکومت میں ایک پُرامن اقلیت کے طور پر وہ رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔ اکثریت تو مسلمانوں کی ہے۔

اس آیت کے کچھ فائدے بھی ہیں اور کچھ اصول بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاد مالِ غنیمت کے لئے نہیں ہے۔ اپنے نفس کے لئے نہیں، بلکہ جہاد خدمتِ اسلام سمجھ کے کرنا ہے۔ کہ اسلام کا غلبہ لانا ہے، اسلام کے دین کو قائم کرنا ہے، اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے، اس لئے جہاد کریں۔

دوسرا اصول یہ ہوا کہ سرزمینِ عرب میں کفّار ایمان لائیں یا کفر چھوڑ دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے یہ سرزمین بنائی گئی ہے۔ اس زمین پر بیت اللہ شریف ہے، یہاں کفّار نہیں رہ سکتے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف نماز ہو رہی ہو اور

Marfat.com

دوسری طرف کفار بُت چڑھا رہے ہیں جیسے "آثار صوفیہ" ہے مسجدِ صوفیہ استنبول (ترکی) میں ہے۔ اس کا آدھا حصہ مسجد ہے اور آدھا چرچ ہے۔ اس کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ تو عرب میں کفار یا دینِ اسلام لائیں یا ملک چھوڑ دیں۔ یہ زمین عبادتِ الٰہی کے لئے بنی ہے۔

دوسرے یہ کہ جہاد شمشیر سے بھی ہے اور تدبیر سے بھی ہے۔ اور تدبیر میں مال بھی شامل ہے۔ مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو فتوحات ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ اس کا سہرا افراد کے سر ہے۔ شمشیر جو تھی وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تھی، اور تدبیر حضرت ابو عبید ابن جرّاح رضی اللہ عنہ کی تھی۔

میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سے شجاعت اور ان کی اسٹڈیز اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ملٹری پلاننگ یا آپریشنز پلاننگ اور ڈائریکشن یہ سب چیزیں ہوتی تھیں اور ان تینوں کو کمبائنڈ کیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اتنی زیادہ فتوحات مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

اگرچہ حجاز کے اندر کافروں کی مستقل رہائش اللہ کی طرف سے منع ہوگئی، لیکن ایک استثنیٰ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ عارضی

Marfat.com

سفر کے لئے غیر مسلموں کو اجازت تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں غیر مسلم بادشاہوں کے سفراء آیا کرتے تھے اور اس کی اجازت تھی۔ ان کو یہ نہیں ہوتا تھا کہ کسی غیر مسلم سفیر کو وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے ملکوں سے سفارتی تعلقات قائم نہیں ہو سکتے تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ ایسے غیر مسلم جیسے کہ حبشہ کی حکومت تھی، ان سے اچھے تعلقات تھے۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔ پہلے تو حرم کی بات آتی تھی۔ اس کے ادب کی کہ وہاں جنگ نہ کرو، کوشش کرو کہ کافر حرم سے نکل جائیں، ان کا دانہ پانی بند کردو۔ حرم کے باہر ان سے جنگ کرو۔ اگر حرم کے اندر وہ جنگ کر دیں، تو پھر تم اپنی مدافعتی جنگ لڑو۔

اب ایک اور حکم ہو رہا ہے۔ کچھ مہینے ایسے ہوتے ہیں، جن کی حرمت ہوتی ہے، جس میں جنگ کرنا آپ کو منع ہے۔ اور وہ مہینے جو ہیں ذیقعد، ذی الحجہ، رجب اور محرم کے مہینے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے: الشھر الحرام بالشھر الحرام ط اور آپ کے لئے یہ حرمت والے چار مہینے جو ہیں، ان چار مہینوں کے مقابلوں میں اگر وہ حرمت کریں اور امن

کو قائم رکھیں تو آپ بھی امن قائم رکھیں۔ اگر وہ ان چار مہینوں میں آپ پر حملہ کریں، تو یہ نہ ہو کہ آپ مرکٹ جائیں۔ اگر اس میں حملہ ہو گیا تو آپ کو ان سے جہاد کرنا ہے، قتال کرنا ہے تو اسی طریقے سے، اس لئے کہ: والحرمٰت قصاص ؕ یہ ادب بدلے کا ادب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقاضہ ہے کہ اس کی پاسداری سب کریں۔ یہ نہ ہو کہ آپ تو ادب کریں اور وہ ادب کا خیال نہ کر کے آپ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں، اس کی اجازت نہیں۔

پس جب کسی نے زیادتی کی آپ کے اُوپر: فاعتدوا علیہ ؕ تو آپ بھی اس کے اوپر ایسی ہی زیادتی کریں۔ وہ چپت ماریں آپ بھی چپت ماریں، آپ کا ہاتھ کاٹیں تو آپ بھی ان کا ہاتھ کاٹیں۔ مثل ما اعتدیٰ علیکم بالکل اتنا ہی جیسا کہ آپ کے اوپر زیادتی کی ہے۔ آپ بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھیں۔ جتنی انہوں نے آپ کو ایذا پہنچائی ہے، اتنی ہی ایذا آپ ان کو پہنچائیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جنگ کرنے میں کافروں سے بدلہ لینے میں بھی انصاف کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے: الشھر الحرام بالشھر الحرام ؕ حرمت کا مہینہ، حرمت کے مہینے

Marfat.com

کے مقابل میں ہے : والحرمٰت قصاص ؕ جس طرح یہاں ادب کا بدلہ ادب اور ادب کے مہینوں میں زیادتی کا بدلہ زیادتی ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ چونکہ مومنین سے مخاطب ہے، تو ان کو یاد دلا رہا ہے کہ آپ اپنے ہیں اور آپ کی شان نہ صرف یہ کہ آپ ایمان والے ہیں بلکہ آپ متقی بھی ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ اس لئے جو کام اللہ کی رضا کے لئے کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت کریں، اپنے نفس اور اپنے غصّے کے تحت نہ کریں : واتقوااللہ۔ اللہ سے آپ ڈریں : واعلموا، آپ جان جائیں : ان اللّٰہ مع المُتّقین ؕ کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آپ میرے اس وقت تک رہیں گے، جب تک ایمان آپ کے ساتھ رہے گا، اور ایمان کے تقاضے کے تحت تقویٰ آپ کے ساتھ رہے گا۔ تو جہاد میں بھی آپ عدل سے کام لیں۔ اپنے نفس کے لئے اپنی دشمنی، اپنا غصّہ اُتارنے کے لئے نہ کریں۔

حضرت مولائے کائنات مولائے علی کرم اللہ وجہہ

دوران لڑائی ایک کافر پر غالب ہو گئے، اس کو زمین پر پٹخ دیا۔ تو اس کم بخت نے آپ پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اُسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس نے پوچھا "حضور! میں نے اتنی گستاخی کی، اور آپ نے مجھے بخش دیا۔ فرمایا: "میں نے تجھے اس لئے بخش دیا کہ پہلے میں تجھے اللہ کے لئے قتل کر رہا تھا اور اب اگر میں قتل کرتا تو اپنے نفس کے لئے کرتا۔ اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ

آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تقویٰ والوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اس آیت مبارکہ کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ بے ادب کا کوئی ادب نہیں ہے: الشھر الحرام ...... قصاص ﷺ ادب کا بدلہ ادب ہے، بے ادب کا بدلہ بے ادبی ہے، ادب نہیں۔

اب آپ یہ سوچیں کہ جب کعبۃ اللہ کی بے ادبی کا بدلہ قتال ہے تو جو کعبے کے کعبہ کا بے ادب ہے اُس کا کیا حشر ہونا چاہیئے؟ جو لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کا اتنا ادب رکھا ہے، جس کی

Marfat.com

نسبت ایک نبی سے ہے کہ جس نے بنایا ہے اور اللہ کے لئے بنایا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کعبہ نے سیاہ ماتمی لباس اس لئے اوڑھ لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ گیا۔ آپ نے وہاں سے ہجرت کرلی، اس لئے ہمیشہ سوگ میں رہتا ہے۔

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ ایسی بات کہنے سے پہلے جس میں ذراسی بے ادبی کا شائبہ ہو، یہ سوچ لینا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ بدلہ لینے میں شرعی احکام کی پابندی لازمی ہے۔ شرعی احکام یہ ہیں کہ جب دشمن ہار مان جائے، یعنی وہ سرینڈر کرلے تو اس کے بعد نہ کسی کو مارو، نہ کسی کو قتل کرو، کسی کو تنگ نہ کرو، عورتوں، بچّوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو، اگر وہ ایمان لائے ہیں تو جہاد بند کردو۔ اگر کوئی حرمت کے مہینوں میں بے ادبی، جنگ شروع کرتا ہے، زیادتی کرتا ہے تو اس حد تک جتنا اس نے کیا ہے آپ اس کو سزا دیں۔ اب اس سزا کے عمل میں اللہ سے ڈریں، تقویٰ کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو پسند فرماتا ہے۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ، ناک

Marfat.com

کان کے بدلے ناک کان یہ اللہ کا حکم ہے، لیکن زنا کے بدلے زنا نہیں ہے۔ چوری کے بدلے چوری نہیں ہے، کوئی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دیں۔ زنا کرے تو سنگسار کرنا ہوگا۔

تو یہ یاد رکھیں کہ شریعت میں بدلہ میں سزا تو ضرور دینی ہے لیکن بعینہٖ ویسی سزا نہیں دینی جیسے اس نے کیا۔ اس لئے بعض مسلمانوں کے لئے بعض بدلے حرام ہیں۔ چوری، ڈاکہ حرام ہے، ڈاکو کی سزا یہ نہیں کہ ہم اس کے گھر پہ جا کے ڈاکہ ڈال دیں۔ زانی کی سزا یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے گھر جا کر زنا کر لیں، بدلے میں اس کی عورت اٹھا کر لے جائیں، جیسے کہ اب ہو رہا ہے۔

بیسویں صدی کے آخر میں، اسلام آنے کے چودہ سو سال بعد بھی ہم زمانۂ جاہلیت کے رسم و رواج پر عمل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں معاف کرے۔ زنا کا بدلہ زنا نہیں ہے۔ اسی طرح سے اگر غاصب کے پاس آپ کا مال ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ آپ کا گیہوں اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کے ہاں ضائع ہو گیا، تو آپ گیہوں کے بدلے گیہوں مانگ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کا بہت ہی پیارا گھوڑا اگر کوئی لے گیا اور وہ مر گیا، تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسی طرح کا گھوڑا پیدا کرو، چاہے وہ دنیا میں ملے نہ ملے، تو آپ اس کی قیمت اس سے وصول کر سکتے ہیں۔ تو اجناس کے بدلے

Marfat.com

اجناس تو ہے، اس لئے کہ اس کا مثل ملنا مشکل نہیں ہے۔ لیکن جانوروں کے بدلے قیمت وصول کی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ بعض حالات میں اس کی قدر و قیمت والا جانور نہیں ملتا۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب سب کے ادب پر فوقیت رکھتا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ علماء کو برا بھلا نہ کہو، کیوں کہ علماء کا ادب کرنا چاہیئے۔ علماء کا ادب اس وقت تک کرنا چاہیئے، جب تک وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہیں۔ اور اگر وہابی عالم ہے اور زبان درازی کرتا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں، تو پھر اس کا ادب ہم پر لازم نہیں ہے۔

اس کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی ہے۔ دنیا والوں کے لئے تو چار مہینے ادب والے مہینے جو ہیں ذیقعد، ذوالحج، رجب اور محرم کے ہیں۔ اور صوفیاء کے لئے ہر وہ دن رات، ہر مہینہ، ہر وہ سال جو خالصتاً اللہ کی عبادت اور یاد میں گزر گیا، وہ شہر الحرام کے زمرے میں آگیا۔

اسی لئے اپنی ساری زندگی کو، اپنے وجود کو قابلِ ادب بنائیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔ ہم حضرت خواجہ معین الدین چشتی، رحمتہ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے مرشدِ پاک

اپنے آقا شاہ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا ہم ادب کیوں کرتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے اپنے وجود کو، اپنی ساری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں قابلِ احترام بنالیا ہے۔

اب مال سے جہاد کی بات آئی: "وانفقوا فی سبیل اللہ .. .... الی التھلکۃ ؕ نفاق معنی خرچ کرنا۔ ومما رزقنھم ینفقون ؕ سورۂ بقرہ کی شروع ہی کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا، وہاں تفصیل اس کی آچکی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " وانفقوا فی سبیل اللہ ؕ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یہ حکم خصوصی طور سے ان لوگوں کو تھا جو ضعیف تھے، جو کہتے تھے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کس طرح جہاد میں شامل ہوں، ہم ضعیف ہیں، ہم کمزور ہیں، ہم جہاد پر نہیں جاسکتے۔ ہمیں بہت دکھ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی" کہ تم اگر اپنی جان سے جہاد نہیں کرسکتے ہو تو اپنے مال سے جہاد کرو"

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جو لوگ صحت مند ہیں، قابلِ جہاد ہیں لیکن ان کے پاس گھوڑے نہیں ہیں، تلواریں بھی نہیں، نیزے بھی نہیں، زِرہ بھی نہیں ہے، وہ آپ کے مال سے، یہ سامانِ حرب خرید سکتے ہیں، اور جہاد میں شامل ہوسکتے ہیں۔

Marfat.com

آپ ضعیف ہیں، خود حج نہیں کرسکتے تو اپنے مال سے کسی آدمی کو جس میں حج کی تکالیف کی استطاعت ہے، اس کو حج کرادیں، جو حج بدل ہو جائے گا۔ تو اسی طرح جہادِ بدل بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کریں۔ ولا تلقوا بایدیکم ہ جس طرح " سنلقی لکم فی نار جہنم ہ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس ہم تم کو ڈالیں گے جہنم میں۔ تو یہاں " تلقوا" ہے جس کا مطلب ہے اپنے کو مت ڈالو اپنے ہی ہاتھوں سے۔ بایدیکم۔ تم اپنے ہی ہاتھوں سے نہ ڈالو الی التھلکۃ ہلاکت میں مال رکھ کے۔

بُخل کرنا یا اسراف کرنا اپنی ذات پر "تا تبذیر کرنا، بُخل یہ ہے کہ جائز کام کے لئے آپ خرچ نہیں کر رہے۔ اسراف یہ ہے کہ جائز کام میں آپ ضرورت سے زیادہ خرچ کر رہے ہیں۔ شادی بیاہ میں جتنا خرچ کرنا چاہیئے اس سے زیادہ خرچ کر رہے ہیں، دکھاوے کے لئے۔ اور ناجائز کاموں پر خرچ کرنا غیر ضروری اخراجات کرنا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے منع کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" نہ اپنی مٹھیاں بند کر کے رکھو کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں۔ اور نہ اپنی گردنوں کے پیچھے ہاتھ ڈال

Marfat.com

لو۔ تو درمیانی راستہ اختیار کرو۔ ہمارا دین ہمیں میانہ روی سکھاتا ہے، نہ بخل نہ اسراف، اور تبذیر تو کسی صورت میں نہیں۔ تبذیر تو کسی حالت میں جائز ہی نہیں ہے۔ لیکن بخل، اور اسراف دونوں بھی جائز نہیں ہیں۔ میانہ روی کے ساتھ خرچ کریں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانفقوا فی سبیل اللّٰہ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اگر تم اللہ کے معاملے میں انفاق فی سبیل اللہ میں تم نے بخل سے کام لیا، تو اپنے کو ہلاکت میں تم ڈال دو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور نصیحت فرمائی، واحسنوا نیکیاں کماؤ۔ احسن معنی اچھے کام کرو، اسی سے محسنین ہے اچھے کام کرنے والے لوگ۔ نیک وکار، اعمالِ صالح کرنے والے: وَ احسنُوا اور نیکی کرو۔ ان اللّٰہ یحب المحسنین ڈ بے شک اس میں کوئی شک وشبہ ہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ ان سے محبت کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ کب کوئی انتہا ہے، اس کے ساتھ جب کوئی لگاؤ پیدا ہو جائے، محبت ہو جائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ذاکرین پر سلام و رحمت بھیجتا ہے۔ وہ ان سے محبت فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اُن سے بھی محبت کرتا ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ اور نیکیاں کماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے محبت فرماتا ہے۔ ان اللہ یحب المحسنین ط اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اپنے ہاتھوں ہی سے، اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیکیاں کماؤ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ بقرہ

آیت نمبر ۱۹۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنْ

اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ ۚ

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ

مَحِلَّہٗ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِہٖۤ

اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ

اَوْ صَدَقَۃٍ اَوْ نُسُکٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ

تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ

مِنَ الْھَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ

ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

Marfat.com

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ
يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم رو کے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسّر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسے میسّر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکّہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

Marfat.com

میں نے آیت نمبر ۱۹۶، سورۂ بقرہ کی تلاوت کی ہے۔

پچھلی نشست میں ۱۹۴۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر تمہیں عمرہ اور حج سے روکے اور جنگ وقتال پر آمادہ ہو، تو تم اپنی حفاظت کے لئے ان سے جہاد کر سکتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا تھا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور نیکیاں کماؤ۔

یہ اگلی آیت جو ہے یہ ساری حج کے متعلق ہے، حج کے مناسک کے متعلق ہے۔ اس میں اگر آپ بغیر رکاوٹ کے حج کریں، کس طرح سے کریں، اگر آپ کے لئے رکاوٹ پیدا کر دی جائے، آپ چاہے جہاد کریں پھر بھی آپ نہ کر سکیں، تو پھر کیا کریں؟ اس کے تفصیلی احکامات ہیں۔

یعنی پہلے حج کے لئے مدافعتی جنگ و جہاد کی اجازت تھی۔ اب حج کے احکامات ہو رہے ہیں، پہلے مال کے خرچ کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور اب اس مال کو کس طرح سے خرچ کریں، حج اور عمرے پر خرچ کریں، اس کی تفصیلات بیان کی جا رہی ہیں۔ اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ رکاوٹ نہ دُور ہو تو احرام کس طرح سے کھولیں۔ کس طرح سے اپنے مناسک کو پورا کریں۔

اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک صحابی یعلہ ابنِ اُمیّہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مقامِ جعرانہ میں قیام فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ محرم تھا۔ اس نے عمرے کی نیت کر لی تھی۔ لیکن غلطی سے اس نے اپنا جبّہ پہن لیا تھا اور عطر لگا لیا تھا۔ جو کہ احکامات کی خلاف ورزی ہے۔

تو وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے آیا۔ حضرت یعلہ رضی اللہ عنہ کو یہ بڑی تمنا تھی کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں، خاص طور پر وحی اُترتے وقت کہ وحی کیسے اُترتی ہے، ایک تو یہ خواہش بھی پوری ہو گئی اور دوسرا اس آدمی کو جواب بھی ملا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی ہے کہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا جواب وحی کے ذریعے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پہنچا دیتا ہے۔

تو بہر حال انہوں نے سوال کیا کہ میں نے غلطی سے عطر لگا لیا ہے اور جُبّہ پہن لیا ہے، تو اب میں کیا کروں، کس طرح عمرہ ادا کروں، احرام کی حالت میں محرم ہوں۔ احرام کی حالت میں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے سرکار دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حضرت یعلہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب وحی اُترتی تھی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چادر سے اپنا چہرہ مُبارک ڈھانپ لیتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ حشر کے آخری رکوع میں ہے، کہ اگر یہ قرآن پتھر پر نازل ہوتا: لو انزلنا..... خشیۃ اللّٰہ ؕ تو وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تجلّی ہوئی تو وہ بیہوش ہو گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی حالت میں غلبہ ہو جاتا تھا، بے ہوش سے ہو جاتے تھے۔ سانس زور سے چلنے لگتی تھی۔ خرّاٹے کی طرح سے۔ مُنہ سے جھاگ نکل جاتا تھا اور آپ برداشت فرماتے تھے اس کو۔ وہ قرآن جو اُن کے قلب پر نازل ہوتا تھا پتھر سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھا، قلب ان کا برداشت کر لیتا تھا لیکن یہ حالت ہو جاتی تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے یعلہ! اگر تم نزولِ وحی کو دیکھنا چاہتے ہو، تو آؤ میرے ساتھ میں تمہیں دکھاؤں۔ اور یہ کہہ کر وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور چہرۂ مبارک سے انہوں نے چادر ہٹادی، جب چادر ہٹادی تو انہوں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔ اور خراٹوں کی آواز آرہی ہے۔ اس کے بعد جب وحی نازل ہو چکی

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آیا، تو آپ نے فرمایا، وہ سائل کہاں ہے؟ جس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ جب وہ سائل آیا تو فرمایا: "دیکھو تم اپنا جُبّہ اُتار دو، اپنی خوشبو کو دھو لو اور بغیر سِلا ہوا کپڑا احرام کا باندھ لو۔ اور پھر عمرہ ادا کر لو، تمہارا عُمرہ ادا ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے، کچھ احکامات ہیں:

واتموا الحج والعمرۃ للہ ط اس میں دو چیزوں پر، دو الفاظ پر خاص طور سے غور کی ضرورت تھی۔ واتموہ "اتم"، تمام کرنا، مکمل کرنا، تمت بالخیر، خیریت کے ساتھ مکمل ہونا ___ تو واتموالحج والعمرۃ ط حج اور عمرے کو مکمل کرو، جس طرح سے نماز میں یہ نہیں کہا ہے کہ "صلّوا علی الاعلان"۔ یہ نہیں کہا کہ نماز پڑھو، کہا ہے: اقیموا الصلوٰۃ۔ نماز کو قائم کرو، اس کے تمام لوازمات کے ساتھ، تسلسل سے اس کو پڑھو۔

اسی طرح سے حج میں یہ ہے کہ ایک دفعہ اس کی نیت کر لو، تو حج کے تمام مناسک کو احرام کے باندھنے سے لے کر طوافِ وداع تک جتنے مراحل ہیں، طواف ہے، سعی ہے، وقوفِ عرفات ہے، وقوفِ مزدلفہ ہے، رَمی جمرات ہے۔ اس کے بعد طوافِ زیارت ہے، اس کے بعد طوافِ وداع ہے، پھر وقوفِ مِنیٰ ہے ___

Marfat.com

۸، ذی الحجہ سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ تک، آپ سب اس کے مناسک پورے کریں۔ کس طرح پورے کریں؟ واتموا الحج والعمرہ للّٰہ ؕ حج جو ہے خالصتاً اللہ کے لئے عبادت ہے۔ اس میں کوئی دنیاوی غرض، تجارت، مال، تعلقات یہ کوئی چیز نہ ہو۔

حج کے لئے جائیں تو اس نیت سے جائیں کہ میں اپنے تزکیۂ نفس کے لئے، عشقِ الٰہی میں سرشار ہونے جا رہا ہوں۔ رب کے علاوہ اور کوئی نہ ذکر، نہ فکر۔ بس یہ تو اللہ کا کرم ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اولیاء اللہ کی کرامت۔ کہ جب انسان ان کی توجہ میں، ان کے فیض کے سائے میں حرمین شریفین کی زیارت کرتا ہے تو وہاں زیادہ تر ایسے لمحات گزرتے ہیں کہ جن میں اللہ کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں آتا۔ حرم میں پہنچ کر نہ بیوی بچے یاد آتے ہیں، نہ نوکری یاد آتی ہے، نہ اپنی جان یاد آتی ہے، نہ تھکن کا احساس ہوتا ہے، نہ جسم کی ضروریات کا پتہ ہے۔ اس لئے کہ وہاں عشقِ الٰہی میں مگن ہوتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر لو تو اس کو مکمل کر ڈالو، اور وہ بھی اس طرح سے کہ خالصتاً اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے لئے ہو۔ یہ درسِ عشق ہے؛ یہ اس کی پریکٹس ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبّت کیسے ٹوٹ کر کی جاتی ہے۔ کس طرح سے اس کے عشق میں مگن ہوتے ہیں۔ مدہوش ہو جاتے ہیں کس طرح سے دنیا اور ما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں، عشقِ الٰہی میں، تو اس میں اخلاص ہونا چاہیئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی محبّت ہونا چاہیئے۔ اس میں دنیا اور دنیا کی خواہشات کی کوئی اور کاروباری معاملات کی کوئی ملاوٹ نہیں ہونا چاہیئے۔ خالصتاً اللہ کے لئے یہ سفر ہو اور تمام مراحل اس کے پورے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ طواف کر رہے ہیں اور ذہن میں ہو کہ یہاں سے چھٹی ملی تو سیدھے جدّہ میں جا کر شاپنگ کریں گے۔ اس کی اجازت نہیں ہے خاص کر اہلِ طریقت کو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واتمو.... للہ ۵فان اخرتم اگر تم روک دیئے گئے۔ حصار ہو گیا۔ چٹائی کو حصیر کہتے ہیں۔ کیوں؛ مکان میں چاروں طرف سے لگائی جاتی ہے دیواریں، تاکہ لوگ رُک جائیں، گھر کے اندر داخل نہ ہوں۔ صحن میں جہاں عورتیں ہوتی ہیں، کمروں سے نکلتی ہیں، تو اس لئے چٹائی کو کہتے ہیں حصیر، روکنے والی چیز، رکاوٹ والی چیز۔ "حصر" کا مطلب ہے روکنا: فان احصرتم ۵ اگر تم روک لئے گئے تو پھر

Marfat.com

کیاہے؟ نہ کرسکو۔ فما استیسر من الھدی ؁ توجو کچھ تمہیں میسّر ہو بکری ہو، بھیڑ ہو، گائے ہو، اونٹ ہو من الھدی۔ قربانی کے لئے، وہ تم بھیج دو، کسی کے ذریعے سے وہ حرم تک بھیج دو: ولا تحلقوا رءوسکم.... محلہٗ ؁

"حَلق" کہتے ہیں سر منڈانا اور قصر کہتے ہیں بال چھوٹے کرنے کو، یہ سُنّتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے حَلق کرنا، سَر منڈانا اور بال چھوٹے کرنے کی بھی اجازت ہے۔ لیکن افضل بال منڈانا ہے۔ اس لئے جو بال منڈا کر آتے، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین بار دُعا فرماتے تھے، اور جو کوئی قُصر کرا کر آتا تھا تو ایک بار دعا فرماتے تھے۔

عورتوں کو بال منڈانا یا کاٹنا حرام ہے، بالوں کا چھوٹا سا ٹکڑا احرام کھولنے کے بعد کاٹ لینا چاہیئے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر تم روک لئے جاؤ تو تم احرام باندھے رہو، قربانی کا جانور وہاں بھیج دو، اور جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ پر نہیں پہنچ جائے حرم کی حدود کے اندر، اس وقت تک تم اپنا احرام نہ کھولو۔ اور اپنے بال نہ کاٹو، جس کو تم جانور دو، اس کو پوچھ لو کہ تم کس تاریخ کو اس کو ذبح کروگے، اس تاریخ کو اس گھڑی کے بعد احرام کھولیں۔ اور اپنے بال منڈوائیں۔

Marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ جنگ میں یعنی جہاد میں فتح مند ہو گئے تو جا کر عمرہ کر لیا۔ اس کے دو احکام ہیں لیکن اگر کسی وجہ سے آپ نے عمرے کی یا حج کی نیت کر لی ہے اور تحصیر ہو گئی ہے، اور روک لئے گئے تو پھر کیا کریں گے۔ تحصیر جو ہے وہ دو طریقے سے ہوتی ہے۔ ایک دشمن کے ذریعے اور ایک بیماری کے ذریعے، دونوں میں یہی احکامات ہیں۔

آگے آتا ہے: ولا تحلقوا رءوسکم ؕ راسہ کہتے ہیں سر کو تو اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ جب تک کہ قربانی کے جانور محلہ ؕ اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر فرمایا: فمن کان منکم ؕ پس جو کوئی تم میں سے مریض ہو: او بہ اذی من راسہ ؕ یا اس کے سر میں کوئی شدید تکلیف ہو، درد ہو، زخم ہو، اپنی بیماری کی وجہ سے یا سر میں کسی تکلیف کی وجہ سے۔ اس کا قبل از وقت بال منڈانا ضروری ہو جائے۔ اور اگر آپ نے قربانی کے دن کا انتظار کیا تو ہو سکتا ہے وہ اور خراب ہو جائے۔ یا دماغ تک پہنچ جائے۔ تو ایسے میں آپ کو اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔

ففدیۃ من صیام ..... نسک ؕ تو یہ قبل از وقت سر منڈانے کا ایک فدیہ دے دو، کیا طریقہ ہے اس کا: روزے

Marfat.com

کے ساتھ یا صدقہ کے ساتھ۔ کہ اگر تم حج نہ کر سکو، کوئی رکاوٹ ہو تو اپنا جانور بھیج دو اور اپنا احرام اس وقت تک نہ کھولو جب تک کہ قربانی نہ ہو جائے۔ اور اس کے حساب سے اپنا احرام کھولو۔ اور سر منڈواؤ۔ اس سے پہلے نہ کراؤ۔ لیکن کسی مجبوری، بیماری کی وجہ سے وہ منڈوانا پڑ جائے تو پھر فدیہ دے دو۔ وہ فدیہ کیا ہے: یا روزہ رکھ لو، یا صدقہ دے دو یا قربانی کر دو۔

فاذا امنتم جب تم خاطر جمع ہو جاؤ کہ اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے، تو پھر کیا کرو: فمن..... الی الحج۔ اس کو تمتع کہتے ہیں، ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی جائے، یہ حج کا ایک طریقہ ہے۔ تو فمن تمتع بہ عمرۃ الی الحج ؕ پھر تم عمرہ اور حج ملا کر کرو۔ اور اس کا فائدہ اٹھاؤ۔ جب رکاوٹ دور ہو جائے پھر تم جاؤ، احرام باندھو، عمرہ اور حج کی نیت کر کے۔ تمتع معنی فائدہ اٹھانا اور وہ شریعت میں ایک تمتع ہو گیا ہے۔ تمتع خاص قسم کے حج کا نام ہے، جس میں حج اور عمرہ ایک ساتھ ہوتا ہے۔ فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج پھر جو کوئی عمرہ اور حج ملا کر اس کا فائدہ اٹھائے گا۔

فما استیسر۔ اور جو کچھ رب یسر ولا تعسر ہوتا ہے اسی طرح سے ہم نے آسانی سے تیسّرا ہے۔ ی سے آسانی

ہے۔ ہا، سے مُشکل ہے۔ رب یسر لی سے ولا تعسر، اے میرے رب آسانی فرما اور مُشکل نہ پیدا فرما۔ تو یہ یاد رکھیں کہ ی سے یسر، آسانی ہے: یسرنا القرآن۔ اور ع سے ہے عسرت فما استیسر من الھدی۔ اور جو کچھ اسے آسانی سے قربانی کے لئے ملے۔ بکری ملے تو بکری، بھیڑ ملے تو بھیڑ، گائے ملے تو گائے، وہ قربانی دے دے۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا، یعنی قربانی نہیں دے سکتا تو پھر کیا کرے: فمن لم یجد۔ تم جو یہ کچھ بھیجو گے۔۔

تو فمن لم یجد تو اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو، قربانی کا جانور میسر نہ ہو، مہنگا ہو یا نہ ملتا ہو تو پھر کیا کرے۔ فصیام ثلثۃ ایام الحج۔ حج کے تین دنوں میں روزہ رکھ لے۔ آٹھویں، نویں، دسویں کو۔ وسبعۃ اذا رجعتم۔ "رجع" کا مطلب واپس آنا، اور جب واپس آئے تو بقیہ سات دن رکھ لے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ پورے پورے دس دن تم پر ہیں، اگر تم قربانی نہ کر سکو کسی وجہ سے، تمہاری دسترس سے باہر ہو، تو تم حج کے دوران تین دن روزے رکھ لو۔ اسی طرح وہاں سے واپس آنے کے بعد سات دن روزے رکھ لو۔

حج کیا ہے؟ مالی عبادت ہے۔ مالی عبادت کا بدل جسمانی عبادت ہے۔ مالی عبادت کا بدل جسمانی عبادت روزہ۔ روزے میں جسمانی عبادت روزہ اور اس کا بدل جو ہے فدیہ اور صدقہ ہے۔ غریبوں کو کھانا کھلانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتیں ہماری آسانی کے لئے کر دی ہیں۔ جسمانی عبادت کا بدل بدرجہ مجبوری مالی عبادت ہے اور بحالتِ مجبوری مالی عبادت کا مطلب جسمانی عبادت ہے۔

اگر حج ہم نہیں کر سکتے جو کہ جسمانی عبادت ہے تو "حج البدل" کرادیں۔ وہ مالی عبادت ہوگئی۔ اگر جہاد نہیں کر سکتے جو جسمانی عبادت ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ وہ مالی عبادت ہے۔ اور اگر حج کے درمیان میں مالی عبادت قربانی نہیں کر سکتے تو جسمانی عبادت دس دن کا روزہ رکھ لیں۔ یہ جو حکم ہے حج کے ساتھ عمرے کو مکمل کرنا اور قربانی کرنا دونوں کو ملا کے فائدہ کرنا، یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حدودِ حرم میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں۔ مکہ معظمہ اور میقات کے اندر رہنے والوں کو حج کے ساتھ عمرہ ملانے کی اجازت نہیں ہے، تاکہ باہر کے لوگوں کے لئے آسانی ہو۔ یہ نہ ہو کہ شہر کے لوگ سارے پہنچ جائیں، حج سے پہلے عمرہ کرنے کے لئے اور

Marfat.com

دُور دراز سے مہینوں کا سفر کرکے پیدل بھی لوگ جاتے تھے۔
انڈونیشیا سے لے کر سعودی عرب تک۔ کہ وہ بے چارے حرم
میں گھس نہ سکیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذالک لمن یکن......
مسجد الحرام۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے
جن کے اہلِ بیت نہیں ہیں، حاضر المسجد الحرام۔ جو مسجد الحرام کے
آس پاس نہیں رہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب دوسری شادی
کی اور ان کو مکۃ معظمہ میں رکھا تو ان پر اس حکم کا اطلاق ہو گیا۔
اس لئے کہ ان کے اہلِ بیت حدودِ حرم میں رہتے تھے۔ لہٰذا ان
کو تمتع کی یا عمرہ بالحج کی اجازت نہیں تھی۔ اہلِ بیت کے اندر
کون کون لوگ شامل ہیں؛ بیوی شوہر، بیٹے، بیٹیاں، بیٹے
جو نابالغ ہیں۔ بیٹیاں جو بن بیاہی ہیں۔ اس لئے کہ اگر ان کی
شادی ہو جائے اور وہ وہاں رہیں، تو ان کے اہلِ بیت نہیں
ہیں، بلکہ وہ کسی اور کے اہلِ بیت ہیں۔

یہ سارے احکام سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
میرے احکام کو غور سے سُنو۔ اس پر عمل کرو، اللہ سے ڈرو اللہ
کے معاملے میں احتیاط کرو۔ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔

Marfat.com

جان جاؤ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اس کی رحمت حاصل کرنے کا وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی، اس کے عذاب کا خطرہ اس سے لاحق ہوجاتا ہے۔ وہ معاف کردے تو اس کی کریمی۔

یہ کچھ الفاظ کے متعلق اور بتا دیتا ہوں۔ حج کا نام کیسے پڑا؟ حج کا مطلب ہے قصد اور ارادہ۔ اور 'حِجۃ' کا مطلب ہے، سال، برس۔ تو حج چونکہ سال میں ایک دفعہ آتا ہے اور خاص ارادہ کرکے جاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام حج ڈال دیا ہے۔ اور عمرہ کا مصدر جو ہے وہ عمُر۔ وہاں سے وہ نکلا ہے عمُرہ۔ عمُر کا مطلب ہے زندگی۔ اسے عمرہ کیوں کہتے ہیں؟ کہ زندگی میں کسی وقت بھی آپ کرسکتے ہیں۔

جیساکہ میں نے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حج اور عمرے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ اس کی تکمیل کا اس کے تمام مراحل کا بھی دیا ہے۔ تو "احصرتم" کا مطلب آپ کو بتا دیا ہے ہَدیٰ" کا مطلب ہے تحفہ، شریعت میں کہتے ہیں' قربانی کا جانور، یہ تحفہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پیش کرتا ہے، شکرانے کے طور پر، کہ اس نے احرام باندھا۔ اس کا حج مکمل ہوگیا۔ تو اس نے قربانی کی وہ ذبیح شکر ہے، تحفہ ہے۔ یہاں یہ بتایا کہ عمرہ اور حج کو کہ تمتع سے فائدہ

اٹھایا کرو۔ متاع کا مطلب ہے فائدہ اٹھانا۔ کسی چیز سے فائدہ حاصل ہوتا ہو تو شریعت میں عمرے کو حج سے ملانے کو تمتع کہتے ہیں۔

اب حج کے کچھ مسائل میں عرض کر دوں۔ حج جو ہے سنہ ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ ہجرت کے ۹ سال بعد۔ اور حج دو قسم کے ہیں۔ حج اکبر اور حج اصغر۔ اگر جمعہ کے دن ہوا تو وہ حج اکبر ورنہ وہ حج اصغر۔ اور حج میں تین فرائض ہیں۔ اور ۵ واجبات ہیں۔ تین فرائض کیا ہیں: ۱۔ احرام باندھنا۔ ۲۔ وقوفِ عرفات۔ ۳۔ طوافِ زیارت۔ یہ تین میں سے کوئی ایک چیز چھوٹی تو حج نہیں ہوگا۔

پانچ واجبات میں سے کوئی بھی چھوٹا تو قربانی دے کر اس کا ہدیہ دے کر اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تو پانچ واجبات ہیں، وہ کیا ہیں: ایک ہے قیام مزدلفہ، وقوفِ عرفات کے بعد مغرب، عشاء اور فجر تک آپ رات مزدلفہ میں گزاریں۔ دوسرا کیا ہے: وہ صفا اور مروہ کے درمیان میں سعی کرنا۔ تیسرا جو ہے وہ رمیِ جمرات ہے۔ تین شیطان ہیں ان کو کنکر مارنا اور چوتھا ہے طوافِ وداع۔ آپ قربانی کے بعد جا کر طوافِ زیارت کرتے ہیں۔ پھر دو دن اور رُکتے ہیں بارہ تک اور پھر واپس جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اس وقت پھر طوافِ وداع کر کے پھر مدینہ منوّرہ جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حج کرنے کے بعد زیارتِ مدینہ منوّرہ اس لئے فرض نہیں تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود ہوتے تھے، اس حج میں پھر صحابہ کرام ان کا دیدار وہیں کر لیتے تھے۔ تو جو لوگ حج کرتے ہیں اور مدینہ منوّرہ کی زیارت نہیں کرتے وہ اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔ پانچواں جو ہے وہ سر مُنڈانا یا بالوں کو کٹوا کے چھوٹا کرنا۔ سر مُنڈانا بالوں کو چھوٹا کرنے سے افضل ہے۔

عمرہ اور حج کی چار قسمیں ہیں۔ ایک ہے افراد بالحج، ایک ہے افراد بالعمرہ، تیسرا قِران اور چوتھا تمتع۔ افراد بالحج یہ ہے کہ احرام باندھ کر صرف حج ادا کرنے کی نیّت کریں۔ اس صورت میں احرام ۱۰ ذی الحجہ کو کھلے گا۔ اور اس دن طوافِ زیارت ہو گا۔ اور افراد کے لئے عمرہ کیا ہے؛ صرف عمرہ کا احرام باندھے اور وہی ادا کرے۔ اور اس سال حج نہ ادا کرے۔ اور نہ سفر سے حج کرے، یہ اتمام حج ہے۔

تیسرا قِران ہے۔ وہ یہ کہ حج اور عمرے کو ایک ہی احرام میں ادا کرے۔ نیّت کرے کہ حج اور عمرہ دونوں کریں گے اور ایک ہی احرام میں دونوں کو کرے۔ اور مکہ معظمہ پہنچ کر پہلے عمرہ ادا کرے۔

Marfat.com

اور پھر بغیر احرام کھولے حج کے ارکان ادا کرے، عمرہ ادا کرے، اس کے بعد احرام قائم رکھے جب تک کہ حج ادا نہ ہو جائے۔

تمتع جو ہے ایک ھدی والا ہے اور دوسرا بغیر ھدی والا۔

ھدی والا تمتع کیا ہے؛ پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے مہینے میں عمرہ کر کے احرام بغیر کھولے مکہ معظمہ میں رہے اور آٹھویں ذی الحجہ کو اسی احرام پر حج کا احرام بھی باندھ لے۔ اس کے بعد نئے احرام کی نیت کر لے کہ اب میں نیا احرام باندھ رہا ہوں۔ حج کے لئے تو یہ تمتع ہے ھدی۔ اور بغیر ھدی یہ ہے کہ اولاً صرف عمرہ کا ہی احرام باندھے اور مکہ معظمہ میں احرام کھول دے۔ پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام دوبارہ باندھ کر حج کرے۔ عام حاجی یہی کرتے ہیں اسی سے تمتع مراد ہے۔

اب اس آیت مبارکہ میں اتنی تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر مہربانی فرمائی۔ حج کے احکام ہمیں سمجھائے۔ اس سے کچھ اصول کچھ فائدے ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ تمتع اور افراد سے قران افضل ہے۔ قران جس میں کہ حج اور عمرہ ایک ہی احرام میں جمع کرے، یہ تمتع سے بہتر مانا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پھر نفل نہیں رہتا، ایک دفعہ عمرے کی جب نیت کر لی تو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کو

Marfat.com

مکمل کر لو۔

عمرہ کیا ہے؟ نفلی عبادت ہے۔ حج فرض ہے لیکن نفل کی نیت اور تہجد کی نیت کر لی آپ نے تو تہجد مکمل کریں۔ تیسری بات یہ کہ حج میں دنیاوی نیت نہ کریں۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: واتموا الحج والعمرۃ للہ ؕ احصار کی قربانی حرم میں ہو سکتی ہے، اگر آپ محصور ہیں اور نہیں جا سکتے' رکاوٹ دور نہیں کر سکتے تو حرم میں بھیج دیں اپنی قربانی، اور وہاں کوئی اور شخص تمہاری قربانی کر دے۔

معذوری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر معذوری ہو تو پہلے بھی بال کاٹ سکتے ہیں۔ دو صورتوں میں ہے، دشمن سے بھی اور بیماری سے بھی۔ جو محرم مجبوراً سر منڈائے اُسے کفارہ میں اختیار ہے کہ وہ فدیہ میں روزہ رکھے۔ مال دے، قربانی کرے۔ مگر بلا عذر نہ منڈائے۔ اگر بلا عذر چوتھائی سے کم منڈانے پر اور اس سے زیادہ پر قربانی واجب ہو گی۔ یہ شرعی مسئلہ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کچھ حاصل ہو۔ قربانی میں بکری بھی جائز ہے۔ اور اس طرح حج کا حصار ہوتا ہے کہ آپ نے قربانی بھیج دی۔ اسی طرح عمرے کا بھی وہی حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حج کی طرح عمرہ کا بھی حصار ہو سکتا ہے۔ مردوں کے لئے حلق

Marfat.com

افضل ہے اور ھدی کا جانور حرم شریف میں بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ھدی وہ ہے جو کہ آپ نہ جا سکے، عمرہ اور حج کی بجائے جو آپ کر رہے ہیں۔ ھدی کے لئے حرم شریف کی زمین شرط ہے۔ قربانی کے لئے شرط نہیں ہے۔ وہ کسی بھی جگہ کی جا سکتی ہے۔ مکہ والوں کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران۔ ان کو اجازت نہیں کہ وہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملائیں۔ اور وہ خود اس قربانی سے کھا نہیں سکتے۔ جو عمرہ کی بجائے کی جاتی ہے۔ ھدی کے طور پر اور تمتع کی قربانی جو ہے جس میں حج اور عمرہ مل جاتا ہے، وہ شکرانے کے طور پر کی جاتی ہے۔

ذبیحہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہے کہ جو حج و عمرہ میں کوئی واجب چھوٹ جائے تو قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس کو وہ خود نہیں کھا سکتا۔ وہ جرمانہ ہے۔ اور دوسرا ذبیحہ شکر ہے، وہ ذبیحہ جو کفارے کے طور پر کوئی واجب چھوٹ جائے تو کی جائے۔ اور ذبیح شکر جو ہے جیسے عقیقہ ہے، قربانی ہے، یہ تمتع اور قران کا ذبیحہ ہے۔ یہ مقررہ تاریخ پر کرنا پڑتا ہے۔ اور انسان خود بھی کھا سکتا ہے۔ بیوی بچے آپ کے اہل ہیں، شادی شدہ لڑکی آپ کی اہل نہیں ہے۔

اور فدیہ کا روزہ بھی جو ثواب ملے گا، تو فدیہ کے روزے

Marfat.com

میں روزے کا ثواب ملے گا۔ اور قربانی کا ثواب، بطور فائدے کے جو ہوگی وہ قربانی کے طور پر ملے گی۔ جس طرح کی عبادت ہے، اسی طرح کا ثواب ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی میں ایک دفعہ حج اور عمرہ نصیب فرمائے کم سے کم۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں بار بار لے جائے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں اپنے حرمین شریفین میں لے جائے تو اخلاص کے ساتھ لے جائے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہو وہ سفر، وہ ارادہ، وہ عبادت خالص اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم پر نگاہِ کرم رکھے، ہمیں اپنا عشق عطا فرمائے۔ اور استغراق عطا فرمائے، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیات نمبر ۱۹۷ تا ۱۹۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌۚ فَمَنْ فَرَضَ

فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَۙ وَلَا

جِدَالَ فِی الْحَجِّؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ

یَّعْلَمْهُ اللّٰهُؔؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ

التَّقْوٰیؗ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ (۱۹۷)

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا

مِّنْ رَّبِّكُمْؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۪ وَاذْكُرُوْهُ

كَمَا هَدٰىكُمْۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

Marfat.com

لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ (١٩٨) ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ
حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ
اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (١٩٩)

"حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اُسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بے شک اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے پھر بات یہ ہے کہ اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

Marfat.com

یہ میں نے آج سورۂ بقرہ کی ۱۹۷ تا ۱۹۹، آیات تلاوت کی ہیں جو بڑی طویل آیات ہیں۔ ۱۹۶ ویں آیت تفصیل سے حج کے احکامات اور ہدایات ہیں۔ میں نے پچھلی نشست میں اس پر تفسیر بیان کی تھی۔ اب ۱۹۷ ویں آیت میں حج کے مہینے بتائے گئے ہیں اور کچھ حلال چیزیں حرام کرنے کے بارے میں، اور کچھ نصیحتیں، کچھ ہدایات دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الحج اشھر معلومٰت ..... جدال فی الحج ؕ اس آیتِ مبارکہ کا تعلق پچھلی آیات سے کیا ہے؛ پہلے ذکر تھا تمتع کا۔ اب وہ مہینے بتائے جا رہے ہیں جن مہینوں میں حج ہے۔ تو یہ دو مہینے دس دن جو ہیں۔ شوال، ذیقعد اور ذی الحجہ کی دس تاریخ تک اس کے مہینے۔ اس لئے کہ اس وقت رمضان کے بعد لوگ سفر کی تیاری شروع کر دیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الحج اشھر معلومٰت ؕ حج کے کئی سارے مہینے معلوم ہیں اور یہ بتایا کہ حج انہیں مقرر مہینوں میں ہوگا۔

دوسرا اس میں جو کہا گیا ہے وہ یہ کہ راستے میں کوئی زادِ راہ لے لیں۔ اس لئے کہ کچھ یمنی (آج بھی یمنی بھیک مانگتے ہیں اور جیب کاٹتے ہیں)۔ اس زمانے میں آتے تھے بے سروساماں، اور کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے بھروسہ پر آتے ہیں، متوکلین ہیں۔ مگر لوگوں سے بھیک مانگتے تھے، ان کو تنگ کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان پر جبر و ظلم کر

کے ان کی چیزیں بھی چھین لیتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واتموا الحج والعمرة لله ﴿ حج اور عمرہ اللہ کے لئے ہے۔ تو یہاں کی ساری عبادت سارے اعمال اللہ کے لئے ہیں۔ تو یہاں آ کر دوسرے حاجیوں کو تنگ کرنا، ان کے مال چھیننا یا اُن سے بھیک مانگنا، یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اور اُن کو دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ تم اپنے زادِ راہ دیکھو۔ اگر تمہارے پاس زادِ راہ ہو تو حج پر چلے آؤ اور تم حاجیوں کو تنگ نہ کرو، تو ان کے حق میں یہ آیتِ مُبارکہ اُتری کہ ایسا کرنا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " فمن فرض فیهن الحج اشهر معلومٰت ﴿ " اشہر" جو ہے وہ شہر ہے جمع کی۔ حج مقرر کردہ مہینوں میں سے ہے۔ حج کا جو زمانہ آتا ہے، اسی دوران میں حج کے لئے جانا چاہیئے۔ اور یہ عام طور سے شوال تا ذیقعد کے دو مہینے حج کا سیزن ہے۔ اسی میں یہ سفر کرنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ: فمن فرض فیهن ﴿ فیهن، یہاں اشارہ ہے اشهر معلومٰت ﴿ ان معلوم مہینوں ہیں، مقرر کردہ مہینوں میں۔ اگر تم میں کسی نے بھی حج فرض کر لیا، اس کی نیّت کر لی۔ پتہ لگا کہ نفلی عبادات جو ہیں، جیسے عمرہ یہ فرض نہیں ہے۔ لیکن جب آپ نے

Marfat.com

نیت کر لی تو آپ کو ہر صورت کرنا ہے۔ اور اس کے لئے اگر رکاوٹ بھی ہے تو دوبارہ جائیں، پھر واپس آجائیں۔ تو جس نے اس معلوم مہینوں میں حج اپنے پر فرض کر لیا ہے۔

فمن فرض فیھن الحج .... الحج ؕ تین چیزوں کی ممانعت کی گئی۔ وہاں تو آپ رضائے الٰہی کے لئے جا رہے ہیں، عشقِ الٰہی میں جا رہے ہیں۔ لہٰذا وہ چیزیں جن سے نفسانی خواہشات بڑھیں، نفس کو جن سے شہہ ملے اور وہ آپ کے عشق کی آگ کو ٹھنڈا کر دیں، وہ نہیں کرنا۔ تو پھر "رَفَث" کا مطلب ہے لباس اُتارنا۔ یعنی آپ کوئی ازدواجی تعلقات یا اس کے اشارات بھی نہ کریں۔

اس کی تفسیر میں علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ حج کے دوران اپنی بیوی سے اس قسم کی گفتگو بھی نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ جو عام حالات میں حلال ہیں وہ کریں۔ تاکہ اس کا بھی دماغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ کے نفسانی خواہشات کی طرف نہ آئے۔

حج کہتے کسے ہیں؟ حج وہ حج ہے جو انبیاء علیہم السلام سے چلا آرہا ہے۔ یہ وہ حج نہیں ہے جو کفارِ قریش اور جہلا کرتے تھے کہ ننگے ہو کر طواف کر رہے ہیں۔ بُت رکھ رہے ہیں، یہ وہ حج نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جو حج کیا، اس میں دو چیزیں تھیں۔

طوافِ بیت اللہ شریف اور وقوفِ عرفات۔ اور وہیں پر، دُنیا پر اُترنے کے بعد ۳۰۰ سال بعد اماں حوّا سے عرفات کے میدان میں ملاقات ہوئی تھی اور وہیں انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تھا۔ ربّنا ظلمنا..... خاسرین ؕ اور وہیں پر ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب تم نے اپنے کو پہچان لیا، کہ تمہارا رب سے کیا رشتہ ہے۔ تم خطا کر سکتے ہو لیکن اس کی تلافی یہی ہے کہ تم رب سے معافی مانگو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حج فرمایا۔ اس میں قربانی بھی شامل ہوگئی۔ اس میں شیطان کا بہکانا بھی شامل ہوگیا اور شیطان کو جو انہوں نے کنکر مارا وہ بھی شامل ہوگیا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو حج ہے اس میں رَمی کا اور قربانی کا اضافہ ہوا اور صفا اور مروہ میں سعیٔ کا بھی اضافہ ہوا کہ وہ سُنّتِ اسماعیل علیہ السلام تھی۔ حضرت حاجرہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبّت میں پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے چکّر لگا رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آگئی، یہ شفقتِ مادری ہے۔ تو کسی کی محبّت میں پاگل ہونا، پریشان ہونا، یہ بھی ایک عبادت ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو چیزوں کا اضافہ ہوا۔ ایک طوافِ وداع کا کہ واپس آکر پھر طواف کرنا ہے۔

Marfat.com

وقوفِ عرفات اور قربانی کرنے کے بعد ۱۰ کی شام کو طوافِ زیارت کرنا ہے اور پھر حج پورا کر کے طوافِ وداع کرنا ہے۔ اور دوسرا جو اضافہ ہوا وہ طوافِ قدوم۔ شروع کے جو تین چکر ہیں اس میں اکڑ کے چلنا، لیکن رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود، اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ وہ مسلمان دب کے نہ چلیں۔ کفار اس طریقے کو اکڑ کر چلنے کو، تیز چلنے کو، انہوں نے اس کو شروع کیا۔

مشرکین کا جو حج تھا، اس میں جو چیز بڑھ گئی وہ تھی بُت پرستی۔ ننگے طواف کرنا اور دوسرے زمانۂ حج میں سامنے کے دروازے سے یا پچھلے دروازے سے آنے نہ آنے جیسی جاہلیت کی رسمیں ختم کر دی گئیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما تفعلوا... اور جو کچھ تم نیک کام کرو گے۔ ''ما'' دو معنی میں ہوتا ہے نہیں بھی، اور کچھ کے معنی میں دونوں ہیں۔ من خیر۔ خیر میں سے جو کچھ تم کرو گے یعلمہ اللہ اللہ تعالیٰ اس کو جان جائے گا۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے، سمیع و بصیر ہے۔ اللہ کا ذکر کرتے ہو تو اللہ سنتا ہے۔ اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اللہ دیکھتا ہے۔ جنگ و جدال سے، گناہ سے جو تم بچتے ہو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔

تو فمن فرض اشھر معلومٰت.... یعلمہ اللہ

Marfat.com

یہ سب میری اطاعت کرو، ان معاملوں میں صحبتِ فساد سے
پرہیز، گناہوں سے پرہیز، لڑائی جھگڑے سے پرہیز۔ اس لئے کہ
تم جو بھی نیکیاں کرتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں دیکھتا ہے۔

وتزوادو۔ اور زادِ راہ لے لو۔ راستے کا خرچ لے لو۔
زاد کا مطلب ہے توشہ۔ فَاِنَّ یہ بھی جان لو کہ فان خیر
زاد التقویٰ ۃ یہ بھی جان لو کہ تقویٰ کا توشہ سب سے بہترین
توشہ ہے۔ یہ جو تم یہاں آکر ہاتھ پھیلاتے ہو، حاجیوں کو تنگ
کرتے ہو اور لوٹ مار کرتے ہو، جیب کاٹتے ہو۔ یہ سب کام
جو ہیں یہ تقویٰ کے خلاف ہیں۔ یہ اس اخلاص کے خلاف ہیں،
جس اخلاص کے ساتھ تمہیں حج اور عمرہ مکمل کرنا ہے: واتقون
یاولی الالباب ۃ تقویٰ کرتے رہو، ڈرتے رہو اللہ سے۔

یاولی الالباب ۃ اے عقل مندو! اولی الالباب،
وہ فہم و رسا جو ہے، اس کو الباب کہتے ہیں۔ یعنی فہم و رسا والے۔
تم جو اپنے کو عقل مند اور فہیم سمجھتے ہو، معاملہ فہم سمجھتے ہو تو اللہ
سے ڈرو، تاکہ تمہیں صحیح ہدایت ملے۔ صحیح فہم آجائے کہ کیا چیزیں
تمہارے حق میں صحیح ہیں اور کیا تمہارے لئے غلط ہیں۔

اب اس آیت ۱۹۷ کے کچھ فائدے ہیں، اصول ہیں۔
حج میں عشقِ الٰہی کا ظہور ہونا ہے۔ لہٰذا وہ عمل بھی جو عشق کو سرد

Marfat.com

کردے، حرام کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حج میں مظاہرۂ مساوات ہے۔ شاہ وگدا سب ایک ہی کفنی لباس پہنے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس مساوات کے لئے ایک حکم دیا ہے۔ پہلے امیرزادے اور سردار حج کے لیئے جاتے تھے تو اپنی رعایاکو، اپنے غلاموں کو جھڑکتے تھے۔

تو اللہ نے فرمایا کہ نہیں، یہاں تو اللہ کی راہ میں محمود و ایاز سبھی ایک ہوئے۔ یہاں پر تمہیں کسی کو ڈانٹنے کا، جھگڑنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور جولافسوق کا حکم ہے۔ چونکہ حج روحانیت کی آخری منزل ہے۔ روحانیّت ذکر سے حاصل ہوتی ہے، روحانیّت زکوٰۃ سے حاصل ہوتی ہے، روحانیّت فلاح سے حاصل ہوتی ہے اور اس کی آخری منزل حج ہے۔ یہاں سب کچھ آپ چھوڑ کے ایک ہی رنگ میں ہوتے ہیں۔ اور عشقِ الٰہی میں سرگرداں رہتے ہیں۔

یہ آخری منزل ہے، لہٰذا اس میں فسوق کی گنجائش نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ فسوق سے بچنا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ حسنات میں پیش قدمی کرو، کیوں؟ وما تفعل خیر من یعلمہ اللہ؂ یہاں اللہ تعالیٰ ترغیب دے رہا ہے۔ یہاں گناہ اور جدال اور رفث کی بات تو الگ رہی، یہاں نہ صرف وہ سب چھوڑ دو، بلکی نیکی میں پیش قدمی کرو۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

دیکھ رہا ہے۔ تمہیں اس کا صلہ ملے گا۔ تمہیں قربِ الٰہی نصیب ہو گا۔
اور چوتھا اصول اس کا یہ ہوا کہ جو بھی حج کرنے کے لئے جاتے ہیں، وہ رب کے مہمان ہیں، رب سے مانگیں اپنا رزق۔ بندوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

چھٹی بات یہ کہ جس غریب کے پاس زادِ راہ نہیں ہے اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اس لئے کہ ظاہر زادِ راہ لے جانا، وان تزوادو خیر.... تقویٰ زادِ راہ لے جانا اللہ تعالیٰ نے فرض فرما دیا۔ وہ عمل جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں دیا ہوا ہے۔ جس عمل کا حکم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوا ہے، آپ پر فرض ہے اور آپ کے وہ اعمال جو آپ فرماتے تھے، لیکن جس کا حکم انہوں نے نہیں دیا اور آپ کو اختیار دیا ہوا ہے، تو وہ نفل ہے۔ یہ ہے فرض، سُنّت اور نفل۔

اب اللہ فرماتا ہے کہ رفث نہ کرو، فسوق نہ کرو، جدال نہ کرو، اور صرف اللہ کے لئے کرو، یہ عشقِ الٰہی کی بات ہے۔ اس سے ایک شبہ لوگوں میں یہ پیدا ہو گیا تھا کہ حج کے دوران کوئی دنیاوی کاروبار نہیں ہونا چاہیئے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ تجارت یا لین دین ہونا چاہیئے۔ زمانۂ جاہلیّت میں یہ ہوتا تھا کہ جو حج کرتا تھا وہ ان سب چیزوں سے پرہیز کرتا تھا۔ اس کو تو حاجی کہتے تھے۔ اور جو یہاں

Marfat.com

تجارت کرتا تھا، اس کو کہتے تھے داجی۔ دجاجہ کہتے ہیں مرغی کو۔ اور داجی کا مطلب ہے مرغی بیچنے والا جو بہت ہی گھٹیا کاروبار ہے۔ تو وہ یہ کیا کرتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں، اگر تم حج کے دنوں میں کاروبار بند کرو گے، لین دین بند کر دو گے، تو مکہ معظمہ والوں کو ان کی روزی کیسے ملے گی؛ تمہیں زادِ راہ کیسے پیدا ہوگا، تم یہاں رہ کر بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے اپنا گزارہ کیسے کرو گے؛ تو تمہیں کسبِ کمال کی جو تمہارے پاس فن ہے اس کی اجازت ہے۔ تجارت اور لین دین کی ہے۔ سواری بھی زادِ راہ میں شامل ہے، وہ سواری کرائے پر دی جا سکتی ہے۔

جو چھوٹے موٹے گناہ ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں "جُنَاحٌ" لیکن اس میں آدمی باغی نہیں ہوتا۔ راستے سے تھوڑا سا ہٹ جاتا ہے۔ پھر صغیرہ گناہ سے صراطِ مستقیم پر واپس آنا زیادہ آسان ہے، بہ نسبت کبیرہ گناہوں سے پلٹنا۔ تو "لیس علیکم جناحٌ ..... ربکم"۔ فضل معنی زیادہ ہونا۔ مطلب زیادہ کرم، تم پر کوئی گناہ نہیں ہے: ان تبتغوا کہ تم تلاش کرو فضلاً من ربکم، اللہ کا فضل، اپنی روزی، اپنی تجارت، اپنا کاروبار۔ آیت کا یہ حصہ جو ہے، اس کی ایک شانِ نزول ہے۔

Marfat.com

پچھلی آیتوں میں جھگڑا منع تھا، اب یہ وضاحت دی جا رہی ہے کہ تجارت اور لین دین پر گفتگو جائز ہے۔ اور چونکہ جائز چیزیں جو ہیں وہ حج میں جماع اور سلا ہوا کپڑا اور سر ڈھکنا اور بہت سے جائز کام منع کر دیئے گئے پھر یہ خیال ہوا کہ شاید تجارت بھی منع ہو۔ اس آیت سے یہ وہم و شبہ دُور ہو گیا۔

پچھلی آیت میں توشہ کا ذکر تھا۔ توشہ میں سواری بھی شامل ہے۔ اب یہ کہ سواری کرائے پر لینا اور اس کا کاروبار کرنا، خریدنا اور بیچنا یہ بھی جائز ہے۔ پہلے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حج و عمرہ پورا کرو۔ تو اس سے یہ شبہ ہوا کہ وہی کام جائز ہوں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اپنی روزی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن وضاحت ہو گئی اور حج کے اندر اپنے کسبِ کمال کی اجازت ہو گئی۔

اس کی شانِ نزول کے متعلق حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ زمانۂ حج میں بعض لوگ تجارت سے پرہیز کیا کرتے تھے اور حج میں تجارت کرنے والوں کو داجی کہتے تھے، یعنی مُرغی بیچنے والا۔ یہاں تک کہ وہ حج کے درمیان میں غرباء کو داد و دہش اور خیرات و زکوٰۃ بھی بند کر دیتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لین دین کی اجازت ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دورانِ حج ایک شخص میرے پاس آیا، اس نے کہا کہ میں حج کے دوران اپنا اُونٹ کرائے پر دیتا ہوں لوگوں کو سواری کے لئے۔ کیا اس صورت میں میرا حج جائز ہوگا، ساقط تو نہیں ہو جائے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس قسم کا سوال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے دیکھا تو اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ جس میں اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ حج تجارت سے ساقط نہیں ہوتا۔

پہلی بات یہ کہ لیس علیکم ..... ربکم ؕ دوسرا حکم جو اس میں ملا: فاذا افضتم .... عرفات ؕ جب تم عرفات سے واپس چلو افض کا مطلب ہے بہنا اور تیز دھارے سے نکلنا۔ وہاں سے لوگ ہجوم سے آتے ہیں واپس۔ پھر تم جب ہجوم در ہجوم، عرفات سے واپس آؤ، تو زمانۂ جاہلیت والی رسمیں نہ کرو: فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام ؕ۔ مشعر، حرم کی نشانیاں جو ہیں، مزدلفہ کی ایک پہاڑی وہاں پر اللہ کا ذکر کرو۔

کفار رات بھر وہاں آگ جلاتے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا خرافات کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کے نقشِ قدم پر نہیں چلنا ہے، جب تم عرفات سے گزرو تو تم مزدلفہ میں آکر وقوفِ عرفات کے بعد اللہ کا ذکر و مشعر الحرام میں، اس کی حدود میں مشعر

Marfat.com

شعائر سے ہے اور شعائر کا مطلب ہے نشانی۔ تو وہ پاک نشانیاں جو ہیں وہاں پر تم اللہ کا ذکر کرو، تلبیہ کرو، تکبیر کہو۔ واذکروہ کما ھدٰ نکم۔ اپنے من سے یا کفار کی تلقید میں اس طریقے سے نہ یاد کرو، بلکہ اس کو یاد کرو، اس کا ذکر کرو، جیسے کہ تم کو ہدایت دی گئی۔ وان کنتم... الضالین ٥ اس سے پہلے تم صریحاً گمراہی میں تھے۔ یعنی یہ خطاب اہلِ قریش کو ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں گمراہی میں تھے۔ مزدلفہ میں رات میں آگ جلاتے تھے اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے تھے۔

پھر ایک بات اور بھی اگلی آیت میں ہے: ثم افیضوا من حیث افاض الناس ٥ یہاں سے واپس پلٹو تو اس طرح سے پلٹو جیسے سارے لوگ پلٹ رہے ہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے اپنے آپ کو بڑا معزز، بڑا معتبر اور خود کو بیت اللہ شریف کا والی سمجھتے تھے۔ وارث سمجھتے تھے، تو وہ کہتے تھے کہ ہم تو حرم کے رہنے والے ہیں۔ اس لئے جہاں مشعرِ حرام ہوگا، یعنی مزدلفہ وہیں پر ہم جا کے اپنا قیام کریں گے۔ اس سے آگے نہیں جائیں گے۔ کیا ہوتا تھا کہ ہم دوسروں سے ممتاز ہیں کہ وہ سُنّتِ ابراہیم علیہ السلام سے محروم ہو چکے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی

Marfat.com

وہاں موقوف کیا۔ ہم تو دینِ ابراہیمی پر ہیں، وہ دینِ ابراہیم سے منحرف ہوکر بجائے عرفات کے قیام و وقوف کرنے کے مزدلفہ میں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اب تم مسلمان ہوگئے ہو، دینِ ابراہیمی پر ہو، تم پر سُنّتِ ابراہیمی لازم ہے۔ اب جہاں عام لوگ دین میں اجتماعی عبادت میں کوئی امتیازی حیثیّت نہیں ہے کہ ہم قریش والے ہیں، لہٰذا ہم مزدلفہ میں جائیں گے، دوسرے لوگ عرفات میں جائیں۔

دینِ اسلام میں اجتماعی میں کوئی امتیاز امیر وغریب معزز اور کم معزز کا تصوّر نہیں ہے۔ کسی کو اختیار نہیں ہے کہ مزدلفہ میں عرفات میں کسی بھی حاجی کو کوئی بادشاہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکے۔ کسی کو اختیار نہیں ہے، چاہے بادشاہ ہو چاہے غلام ہو۔ یا کسی کو کہے کہ تم اگلی صف میں نہ کھڑے ہو، پچھلی صف میں کھڑے ہو۔ وہ اجتماعی عبادت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس امتیازی روّیے کی تکذیب فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے: ثم افیضو من حیث افاض الناس ہ پھر جب تم واپس چلو تو وہاں سے واپس ہو جہاں سے عام آدمیوں کا ہجوم آرہا ہے عرفات کے میدان سے۔

استغفراللہ ہ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو۔ جب عرفات میں حکم ہوا حضرت آدم علیہ السلام کو کہ جاؤ میرے لئے بیت اللہ تعمیر کرو۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے کیا معاوضہ

ملے گا؛ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت فرمایا: اے آدم! تم میرا گھر بناؤ گے تو پہلے ہی طواف میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے بخشنے والے رب! میرے سخی رب! مجھے کچھ اور بھی چاہیئے۔ اللہ نے کہا اچھا۔ تمہاری اولاد میں جو کوئی بھی طواف کرے گا اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا میرے سخی رب! مجھے کچھ اور چاہیئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا! جو تمہاری اولاد میں سے طواف کرے گا، وہ جس کے لئے دورانِ طواف بخشش مانگے گا اس کی بخشش ہو جائے گی۔

تو یہ ہے عرفات کی اہمیت۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم زمانۂ جاہلیت کے مغرور قریشوں کی طرح سے مزدلفہ میں وقوف نہ کرو، بلکہ عرفات جاؤ۔ کہ وہ سُنّتِ آدم ہے۔ عرفات عرفہ سے ہے، عرفہ کا مطلب ہے پہچاننا۔ وہاں ایک ہی عبادت ہے گریہ زاری سب گریہ و زاری کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہوتے ہیں۔ وہاں پر انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچانتا ہے اس کی کبریائی کو پہچانتا ہے، اس کی ذات کو پہچانتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام عرفات ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، جب انہوں نے فرمایا: ربنا ظلمنا .... خاسرین ہ تو یہ وہی جگہ ہے۔ تم نے اب اپنے آپ کو پہچان

Marfat.com

لیا۔ اس لئے اس کو عرفات کہتے ہیں۔

میں تھوڑا سا بتا دوں کہ حج کے یہ ۸، ۹۔ اور ۱۰، تین دن ہیں۔ اور ہیں نے عرفات اور مزدلفہ کی فضیلت بیان کر دی ہے۔ مزدلفہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا ۸، ذی الحجہ کو، کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس پر وہ سارا دن غور کرتے رہے کہ صرف خواب ہے یا حکم ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو جب حکم ملا تو وہ آٹھویں ذی الحجہ کو غور کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے پھر سوال کیا۔ تو آٹھ ذی الحجہ یوم ترویح ہوا۔ ترویح کا مطلب ہے سوچنا، غور کرنا۔ اور نویں کو کہتے ہیں یوم عرفہ۔ وقوفِ عرفات وہاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاتا ہے۔ اور دسویں کو کہتے ہیں یوم النحر، قربانی والا دن۔

یوم عرفہ میں تمام حاجیوں کی یک رنگی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے۔ اس کو یوم اکمال بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حج مکمل بھی ہوتا ہے یوم عرفات میں، اسے یوم اتمام بھی کہتے ہیں، یوم رضوان بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ملتی ہے۔ یوم حج اکبر کہتے ہیں۔ شفا اور وتر کا دن، یہ آٹھ دن ہیں۔ اور شاہد اور مشہود بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اُتارے گئے۔ جسے آج کل سری لنکا کہتے ہیں۔ آدم کا پُل ہے وہاں پر ہندوستان اور سری لنکا کے درمیان میں ایک پتلی سی زمین کی پٹی ہے۔ اور حضرت حوّا علیہا السلام جدّہ میں اُتریں۔ حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال کے بعد عرفات میں ۹ ذی الحجہ کو حضرت بی بی حوّا سے ملے۔ اور اسی میدان میں دُعا فرمائی: ربنا ظلمنا...... خاسرین ۵ یومِ النحر دسویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں، قربانی کا دن ہے، مزدلفہ جو ہے۔ زلفہ یعنی قرب کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس کے بہت فضائل ہیں۔

حضرت ابنِ عبادہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ ذی الحجہ کے عشرے میں ہر روزہ کا ثواب ایک ماہ کے برابر ہے۔ لیکن آٹھویں کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور نویں کا دو سال کے برابر۔ اور آٹھویں کے روزے کا ثواب صبرِ ایوب کا ثواب ہے۔ اور نویں کا جو ثواب ہے وہ ثوابِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو یہ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کی فضیلت ہے۔

عرفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاجیوں کی بخشش کی دُعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب کو بخش دیا۔ مزدلفہ میں انہوں

Marfat.com

نے دُعا کی بخشش کی، تو لوگوں کے حقوق العباد جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ معاف نہیں ہوں گے۔ وہ بھی معاف فرمادیئے اللہ تعالیٰ نے۔

ان دو آیات، یعنی ایک تو زاد التقویٰ والی اور ایک افیضوا والی۔ ان دو آیات کے کچھ فائدے، کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ شخصی عبادت سے اجتماعی عبادت بہتر ہے۔ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ قریش کے امتیازی حج سے بہتر، اجتماعی عوام الناس کا حج ہے کہ جس میں وہ عرفات میں جاتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ تجارت بہت اچھی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت حج میں بھی دی جب کہ بہت سارے حلال کام حرام کر دیئے گئے۔

تیسری بات یہ کہ عبادت میں قومی امتیاز اور دُنیاوی بڑائیاں محرومی کا باعث ہوتی ہیں۔ چوتھا اصول یہ کہ ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت میں رہنا چاہیئے۔ جہاں اُمتہ المسلمین ہے، ان کے ساتھ رہیں۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حدیث ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا دین اپناؤ، جس مذہب پر دنیا میں سب سے زیادہ حنفی ہیں وہ اکثریت کا مذہب ہے۔ تو ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت میں رہنا چاہیئے مسلمانوں سے علیحدگی باعثِ ہلاکت ہوتی ہے اور عرفات

Marfat.com

مزدلفہ اور مسجد کسی کی ملکیت نہیں، بادشاہ بھی کسی کو ہٹا نہیں سکتا۔
چھٹی بات یہ ہے کہ اگر کوئی پیشہ اختیار کرنا ہو تو حلال پیشہ اور حلال تجارت اختیار کرے۔ حرام کاروبار جیسے شراب ہے، سُود ہے، چوری ہے، ڈاکہ ہے۔ یہ نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کے معاملے میں اخلاص برتیں۔ تقویٰ کو اپنی زادِ راہ بناتے رہیں آخرت کے لئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں ہمیں اخلاص عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس دعا کا صدقہ عطا فرمائے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام نے مقامِ عرفات پر فرمائی تھیں۔ اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

آمین! ثم آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ۝

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ
آیت نمبر ۲۰۰ تا ۲۰۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ
فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى
الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲۰۰) وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱)
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۲۰۲) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ
مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ

Marfat.com

اِثۡمَ عَلَيۡهِ ۚ وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ (۲۰۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ (۲۰۴) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ (۲۰۵)۔

"پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دُنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ

Marfat.com

جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیز گار کے لئے اور اللہ
سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف
اُٹھنا ہے اور بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی
میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات
پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے
اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور
کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں"۔

میں نے ۲۰۰ سے لے کر ۲۰ تک کی آیات تلاوت کی ہیں سورۂ بقرہ کی۔ پچھلی دفعہ ۲۰۰ آیات تک کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔ اس میں حج کے مناسک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کی ہی ساری حمد و ثنا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُرودِ لامحدود ہے۔ اس کا کرم ہے کہ وہ ہمیں ہر چیز کی جو مناسک ہیں، جو عبادت ہے، جو طور طریقے ہیں، ہر چیز کے متعلق کلام پاک میں اس نے تفصیل سے ہدایات بیان فرمائی ہیں۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔ یہ جو ۱۹۹ ویں آیت تھی۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ اور یہ بعد میں جو ۲۰۰ اور ۲۰۱۔ اور ۲۰۲ آیات ہیں۔ ان میں ایک کا تعلق مناسکِ حج سے ہے۔

ایک آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ عرب یہ کہتے

Marfat.com

تھے کہ حج سے پہلے ہی اپنے باپ دادا کے قصیدے اور نثر و نظم میں ان کی تعریفیں، ان کے حسب و نسب کی تعریفیں تیار کر کے رکھتے تھے۔ جب حج کے بعد آتے تھے تو ایک بڑا جلسہ کرتے تھے اور جلسے میں زور و شور سے اپنے باپ دادا کا، ان کی عظمت کا، ان کے نسب کا اور ان کی بہادری کا ذکر کرتے تو قصیدے پڑھے جاتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے بزرگوں کا ذکر کرتا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس وقت اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے حج کی نعمت عطا فرمائی۔

فرمایا جب تم مناسکِ حج سے فارغ ہو جاؤ تو: فاذکروا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، دل ہی دل میں نہیں: کذکرکم اباؤکم۔ جس طرح سے تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جو میرے بندے ہیں، جو مومن ہیں وہ میرا ذکر بلند کرتے ہیں اور وہ ذکر شکر ہوتا ہے، مجھے شکرانے کے طور پہ یاد کرتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے حج کی عبادات نصیب فرمائیں۔ اس کی نعمت نصیب فرمائی۔

حج جو عاشقوں کی عبادت ہے، جو عاشقی کی آخری منزل ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم سے وہ منزل پوری کروائی ہے۔ فمن الناس من یقول ربنا۔ پس لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں؛ ربنا اتنا فی الدنیا۔ اے میرے رب تو ہمیں دنیا ہی میں دے

Marfat.com

دے۔ وماله فی الآخرۃ من خلاق ۝ خلاق معنی حصہ۔ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

یہ تو رب کے ساتھ بڑی گستاخی ہے۔ بڑے سے چھوٹی چیز نہیں مانگی جاتی۔ وہ اس کی توہین ہوتی ہے۔ دُنیا تو چھوٹی چیز ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ربنا اٰتنا فی الدُّنیا حسنة ۝ اور آخرت میں بھی ہمیں اچھی چیزیں عطا فرما۔ ہمیں پُل صراط سے گزار دے۔ ہمیں حساب کتاب میں کامیاب و کامران فرما دے۔ ہمیں جنّت میں پہنچا دے، جہنّم کی آگ سے بچالے۔ اپنی قربت عطا فرما۔ یہ سب جو ہیں کیا فی الآخرۃ حسنة ۝ وقنا عذاب النار ۝ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ آخرت میں سب سے بڑی حسنات کیا ہے؟ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بچالے، پُل صراط سے گزار دے۔ جہنّم کی آگ سے بچالے۔ تو یہ حسنات فی الآخرہ میں آگیا۔

اس سے کچھ اصول وضع ہوتے ہیں، کچھ فائدے مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہر عبادت کے بعد ذکر افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب نماز پوری کرلو تو ذکر کیا کرو۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نماز کے بعد اتنے زور سے ذکر کرتے تھے کہ

Marfat.com

سارے لوگوں کو پتہ چلتا تھا۔ یہ وہابی لوگ جو کہتے ہیں کہ زور سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ دراصل بعض اوقات حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیف ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ جنگ میں خطرہ ہو یا آپ کے زور سے آواز نکالنے سے دشمن کو جائے وقوعہ کا پتہ لگ جائے یا کوئی مصلحت ہو، ورنہ عام حالات میں جیسے اہلِ سُنّت وجماعت فرض نمازوں کے بعد زور سے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اس طرح سے بھی ہوتا ہے۔ تو ہر عبادت کے بعد ذکر جو ہے افضل ہے۔ چاہے نماز ہو، چاہے وہ حج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب اپنے مناسک پورے کر لو، عبادت پوری کر لو، حج کی تو ذکر کرو۔

دوسری بات یہ کہ ذکرِ جلی جو ہے وہ افضل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح تم اپنے باپ داداؤں کا زور سے ذکر کرتے تھے اسی طرح سے کرو، بلکہ اس سے بھی زیادہ جوش وخروش سے کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکرِ جلی کو پسند فرمایا، علی الاعلان اس کا ذکر کرو، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی بھی تبلیغ ہوتی ہے۔ کچھ لوگ جو شرم اور جھجک میں جو ذکر نہیں کرتے وہ بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اگر اکیلے اُن سے کہیں ذکر کرو، تو جھجک کریں گے۔

لیکن اگر سو کی جماعت ہے اور سب مل کر لا الٰہ الا اللہ کہہ

Marfat.com

رہے ہیں تو اس میں دو تین آدمی جو جھجک والے ہیں، وہ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ تو ذکرِ جلی اور ذکرِ جہر جو ہے اس میں تبلیغ کا عنصر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس میں اطاعت شامل ہوتی ہے۔ اشد ذکرًا ہ بلکہ اس کو بھی زیادہ جوش و خروش سے کرو۔

تیسری بات کیا ہے؟ کہ رب کریم زیادہ مانگنا پسند کرتا ہے۔ لہٰذا اس سے صرف دنیا یا آخرت نہ مانگو، بلکہ: فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ۔ دونوں مانگو، دنیا کی حسنات بھی اور حسنات آخرہ بھی مانگو اور مانگنے میں شرم حضوری نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تو مناسب سمجھتا ہے تو ہمیں دے دے۔ نہیں وہ پسند کرتا ہے کہ آپ اس سے مانگیں، اس یقین کے ساتھ کہ جو آپ مانگیں گے دے دے گا۔ اس کو آپ کے لئے بہتر فرما دے گا۔

تو کہیں یا اللہ! ہمیں یہ عطا فرما اور ہمارے لئے اِسے بہتر کر دے۔ طالبِ دُنیا جو ہے وہ دین سے، آخرت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومالہ فی الاخرۃ من خلاق ہ اس حصے میں سے اس کے لئے آخرت میں حصہ نہیں ہے۔ جو صرف دُنیا مانگتے ہیں۔ جو کہتے ہیں، ربنا اٰتنا فی الدنیا۔ طالبِ دُنیا کے لئے دین میں سے کچھ نہیں ہے، اس سے محرومی ہے۔

Marfat.com

اور پھر دُنیا بھی بقدرِ نصیب ہی ملتی ہے۔

پانچواں اصول جو ہے وہ نسبی فخر ہے، یہ جہلاء کا طور طریقہ ہے۔ ہمارے باپ دادا سیّد تھے، ہم شیخ تھے۔ ہمارا یہ ہمارا وہ۔ یہ جہلاء کا طریقہ ہے۔ اور کسی کو سبق سیکھنا ہے تو حضرت بابا بُھلّے شاہ علیہ الرحمۃ سے سیکھے۔ وہ خود سیّد تھے، اور ان کے مرشد اہلِ سادات میں سے نہیں تھے۔ لیکن وہ ان کا اتنا احترام کرتے تھے، کہتے تھے سب سے بڑا سیّد تو میرا شیخ ہے۔

دیکھیں ایک اولادِ نسبی ہوتی ہے اور ایک اولاد روحانی ہوتی ہے۔ مریدین جو ہوتے ہیں، ان کے ساتھ آپ کی نسبت جو ہو جاتی ہے وہ روحانی اولاد ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اپنی نسبتیں ٹھیک رکھی ہیں سلسلہ بہ سلسلہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، تو وہ اُن کی روحانی اولاد ہے۔ وہ ان سے بہتر ہیں جو نسبی سادات ہیں۔ لیکن وہ تبّرا بکتے ہیں، گناہ کرتے ہیں، صحابہ کرام کی تذلیل کرتے ہیں، ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی اولاد کبھی نہیں مانیں گے۔ یہ ان کے صحابہ کرام اور ان کے پیاروں کی اہانت کریں۔

پھر یہ جو دوسری آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جو لوگ صرف دُنیا مانگتے ہیں، فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا

Marfat.com

وماله فی الاخرۃ من خلاق ﴿ ان کے لئے آخرت میں کچھ نہیں۔ لیکن جو لوگ : ربنا اتنا ..... النارہ﴿ ان کے متعلق اللہ نے کیا بشارت عطا فرمائی ہے۔ اولئك لهم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب﴿ ان کے نصیب میں انہوں نے جو کچھ نیکی کمائی ہے وہ ہے، جو کچھ مانگا ہے وہ ہے، یہ لوگ خوش قسمت ہیں، خوش نصیب ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں مانگتے ہیں جو مومن ہیں اُن کے لئے آخرت میں وہ سب کچھ ہے جو انہوں نے کمایا ہوا ہے۔ تو انہوں نے نیکی جو کمائی ہے وہ ساری ان کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت جلدی حساب کرنے والا ہے۔

کروڑوں اربوں انسان قیامت کے دن ہوں گے۔ لیکن حساب اسی طریقے سے آناً فاناً ہوگا کہ بس دائیں ہاتھ میں رکھ دیا، تو حساب کا جمع ہے۔ بائیں ہاتھ میں رکھ دیا تو حساب آپ کا منفی ہے۔ خود ہی آپ گواہی دیں گے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا پتہ لگ جائے گا۔ اور فوری حساب ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب فرمائے گا۔

تو اس آیت کا تعلق یہ ہے کہ پہلے غلط دُعا کا ذکر تھا اس آیتِ مُبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحیح دُعا کا ذکر فرمایا ہے کہ صحیح دُعا کیسے کی جاتی ہے۔ غلط والوں کے لئے محرومی کی وعید ہے۔ اور صحیح

Marfat.com

دعا والوں کے لئے ثواب کا ذکر ہے۔

اِن آیات کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ اور فائدہ یہ ہے کہ مومن کے لئے دُنیا بھی اور آخرت بھی بہتر ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ بڑے سے صرف چھوٹی چیز مانگنا خلافِ ادب ہے۔

میں ایک دفعہ مدینہ منوّرہ سے ایک ٹیکسی سے آرہا تھا۔ تو ٹیکسی ان کے موقف میں جہاں ان کا اڈہ وہاں ٹھہرتی ہے۔ اور شہر میں آپ کہیں جائیں تو پندرہ ریال لگتے ہیں اور پھر وہاں سے آدھے گھنٹے کا سفر ہے جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا، شیخ عبدالرؤف صاحب کے گھر کا۔ جو پہلے فنانس سیکریٹری تھے اور اب اسلامک بینکنگ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر تھے۔ میں اس زمانے میں ان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔

تو اس سڑک سے جب میں گزر رہا تھا، وہ صرف ۵ منٹ کا فاصلہ تھا، ان کے گھر کا۔ تو میرے دل میں آیا کہ اے اللہ! کاش یہ ٹیکسی یہاں رُک جاتی تو کتنا فائدہ ہوتا، میں یہاں سے پیدل چلا جاتا۔ اب میں جاؤں گا پھر پیسے دوں گا، پھر میرے دل میں شیطان نے وہم ڈالا کہ یا اللہ مجھے بڑی شرمندگی ہے کہ میں نے اتنی چھوٹی سی بات کے لئے تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری ہدایت فرمائی۔ میں نے توبہ کی اور کہا یا اللہ تعالیٰ! تجھ سے ہم نے

چھوٹی چیز بھی مانگنی ہے بڑی چیز بھی مانگنی ہے۔ تجھ سے مانگنے میں مجھے شرم نہیں ہے۔ نہ چھوٹی چیز میں نہ بڑی چیز میں۔ تُو ہر ایک کو دینے والا ہے۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پتہ نہیں اس ٹیکسی کو کیا ہوا، جو ڈرائیور نے گاڑی روکی اور ٹیکسی کا بونٹ کھول کر وہ انجن دیکھنے لگا، تو میں نے کہا کہ یہ ڈگی بھی کھول دو، تو میں نے جلدی میں سامان نکالا۔ تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دینے والا ہے۔ جس طریقے سے وہ اپنی بخشش سے، اپنی ربوبیت سے دنیا عطا فرماتا ہے، اسی کریمی سے وہ آخرت میں بھی عطا فرما سکتا ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

دعا کے کچھ آداب ہیں، آداب یہ ہیں کہ نہ صرف دُنیا بلکہ آخرت دونوں چیزیں اللہ سے مانگیں: اللھم انی اسئلك .....
ربنا اتنا فی الدنیا..... النارo اور رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین o دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کبھی نہ کہے کہ اے ربِ کریم! اگر تُو چاہے تو مجھے یہ دے دے، بلکہ اس سے قطعی درخواست کرنا چاہیئے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے یہ چیز دے دے۔ اس لئے کہ یہ اس کے اختیار میں ہے، وہ تو آپ کے سوال کا منتظر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا اظہارِ عبدیت ہے۔

Marfat.com

وہ معبود ہے تو عبد اس سے مانگ رہا ہے۔ وہ دینے والا ہے۔ وہ معطی ہے۔ تو پھر عطا کا سوال ہوتا ہے۔ تو یہ بندے اور اللہ تعالیٰ کا رشتہ جو ہے کس سے جڑتا ہے، عبادت سے اور دُعا سے۔ عبادت سے اور دُعا سے۔

تیسری بات یہ کہ بھول کر بھی اپنے لئے بد دُعا نہ مانگو۔ ہمارے ہاں اکثر عورتیں غصے میں آکر کہتی ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ مجھے اٹھا لے، یہ شدید گناہ ہے۔ بچیوں سے ناراض ہوگئیں تو کہا: یا اللہ! مجھے اس سے چھٹی دے دے۔ یہ بات کبھی بھی اپنے لئے اپنی بچیوں کے لئے، کسی کے لئے بد دُعا نہ مانگو۔ یہ اللہ تعالیٰ سے گستاخی ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ سے کوئی سزا نہ مانگیں۔ ایک صحابی بہت ہی بیمار ہو گئے، ان کا بہت بُرا حال ہو گیا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ تمہاری یہ حالت کیسے ہوگئی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی ہے کہ مجھ سے آخرت میں تیرا عذاب نہ سہا جائے گا۔ اس لئے مجھے میرے گناہوں کی سزا اس دُنیا میں ہی دے دے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا بہادر ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے قہر کو برداشت کر سکتا ہے، اس سے تم نے معافی کیوں نہ مانگی۔ تو کبھی بھی اپنے لئے بد دُعا

Marfat.com

بُری چیز یا سزا اللہ تعالیٰ سے نہ مانگو۔

لہٰذا سارے مسلمانوں کو چاہیئے، خاص کر اہلِ طریقت کو کہ شریعت کے معاملے میں انتہائی احتیاط کریں۔ جس چیز کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سختی سے فرمادیا کہ "سنی سنائی باتوں کو بغیر تصدیق کے آگے بڑھانا جھوٹ کے لئے کافی ہے۔ تو اس معاملے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیئے۔ تو انسان کو بھول کر بھی اپنے لئے بددُعا نہیں مانگنی چاہیئے۔

چوتھی بات یہ کہ رب سے عدل نہیں بلکہ فضل مانگنا چاہیئے۔ کوئی مائی کالال اتنا بہادر نہیں پیدا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عدل کو برداشت کر سکے۔ ہمارا گزارا اس کے فضل و کرم اور رحم پر ہے۔ یہ عدل وہی مانگتا ہے جس کو اپنی پارسائی پر بڑا گھمنڈ اور غرور ہوتا ہے۔ جیسے ابلیس کو غرور تھا۔ تو غرور کس کی میراث ہے؟ ابلیس کی میراث ہے۔ اپنی پاکبازی پر غرور نہ کرو۔ اس لئے کہ آپ نے کہاں کہاں خطا کی کچھ پتہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے عدل نہ مانگیں، انصاف نہ مانگیں، بلکہ اس کا فضل مانگیں۔

میں نے حدیث آپ کو دونوں سُنادی ہیں۔ اب ان آیات میں حج کا باب تقریباً ختم ہو گیا ہے۔

یہ ۱۹۸۶ء کی بات ہے جب میں یہاں آیا تو میری

Marfat.com

چھوٹی بیٹی کی شادی سے پہلے میرے دل میں بار بار یہ آتا تھا کہ مجھے کوئی سخت حادثہ پیش آنے والا ہے جس میں بچ نہ سکوں گا، یہ مجھے ایڈوانس وارننگ مل رہی تھی۔ تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ بیٹی کی شادی کر دو۔ اس نے ابھی صرف انٹر میڈیٹ کیا ہوا تھا۔ کہنے لگیں عجیب آدمی ہیں آپ۔ یہ کوئی اس کی عمر ہے شادی کرنے کی۔ میں نے کہا نہیں میرے پاس وقت کم ہے۔ اور مجھے اس کا اشارہ مل گیا ہے۔ یہ واقعات اس لئے بتاتا ہوں تاکہ اس سے ایمان تازہ ہو جائے۔

چنانچہ حضور کے ایماء پر اشارہ پا کر رشتہ مانگنے والے میرے پاس پہنچ گئے رشتہ لے کر۔ نہ ان کے پاس کوئی تیاری تھی، نہ ہمارے پاس کوئی تیاری تھی۔ انہوں نے کہہ دیا ہم اس نیّت سے آئے ہیں۔ مجھے پتہ لگ گیا کہ میں نے جو کہا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ تو اس کے ٹھیک ایک مہینے کے بعد شام کو میں میٹنگ میں تھا۔ میرے سینے میں درد ہوا سخت۔ میں نے سمجھا کہ کوئی گیس کا ہے، میں نے دم کر دیا، ٹھیک ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کو میں ڈاکٹر کے پاس گیا۔ انہوں نے میرا E.C.G لیا اور میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ انہوں نے کہا کوئی گیس کا ہو گا۔ اس کے بعد میں سارا دن کام کرتا رہا۔ شام کو اتفاق سے سالے

آئے ہوئے تھے۔ تو میں نے کہا رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھانا۔ میں نے عشاء کی نماز مسجد میں جا کر ادا کی تھی۔ واپس آیا تو بات کرتے ہوئے مجھے سخت درد ہوا۔ میں نے ان لوگوں کو نہیں بتایا اور کہا میں ایک منٹ میں آرہا ہوں۔

میں جب گیا تو انہوں نے دیکھا کہ پسینے آرہے ہیں اور سخت تکلیف میں ہوں تو ان کو اندازہ ہو گیا کہ اٹیک ہے، وہ فوراً مجھے لے کر گئے۔ راستے میں ہی مجھے دو اور اٹیک ہو گئے لیکن جو سب سے کمال کی بات تھی کہ مجھے اتنا اطمینان تھا کہ میرا وقت آگیا ہے۔ مجھے اس کا اشارہ مل چکا تھا۔ تو میں اس وقت راستے میں یہ پڑھتا گیا: لبیك اللهم لبیك....... لك

مجھے کبھی کبھی اپنی نادانی پر دکھ ہوتا ہے کہ اگر اس وقت میرا انتقال ہو گیا ہوتا، تو خاتمہ بالخیر ہی ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس انداز سے میں پکار رہا تھا: لبیك اللهم لبیك۔ پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کی دستگیری کا محتاج ہوں، مدد چاہیئے۔

خیر جب میں وہاں پہنچا تو ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ آپ اپنے بچوں کو بلالیں۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مدثر صاحب نے سب سے پہلے قلندرہ صاحبہ کو بتایا۔ حضور نے کہہ دیا کہ ان سے کہیں کہ بالکل

Marfat.com

اطمینان سے رہیں فقیر نے اُن کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔
حضور نے بعد میں بتایا کہ جس طرح سے کھجور سکڑی ہوئی ہوتی ہے اس حالت میں آپ کا دل تھا۔ ہِل نہیں رہا تھا لیکن اس میں سے ذکر اللہ اللہ کا چل رہا تھا۔ پھر جب میں نے ہاتھ میں لیا تو وہ دھیرے دھیرے واپس اپنی اصل صورت میں آیا

پھر میرے حضور نے اشارہ کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور یہ بات قطعی تھی کہ میری قضا اس وقت لکھی ہوئی تھی۔ لیکن ایک قضا قطعی ہوتی ہے اور ایک قضا جو ٹل جاتی ہے۔ یہ قطعی قضا تھی لیکن قطعی قضا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ٹل جاتی ہے۔ تو میرے آقا شاہ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قضا ٹال دی اور پھر اس کے بعد میری طبیعت ٹھیک ہو گئی۔

تو یہ لبیک مجھے یاد آ گیا۔ یہ فقیروں کا مقام آپ دیکھیں، فقیروں کا مقام! جو اللہ کے فقیر ہوتے ہیں ان کی رسائی کہاں تک ہوتی ہے۔ اور کیا کچھ کر ڈالتے ہیں، کہ قضا رکوا دیتے ہیں، گڑگڑا کر۔

Marfat.com

تو بہرحال حج کا باب بند کرتے ہوئے کہوں گا کہ دوبارہ مکہ مکرمہ جاکر طواف کریں۔ اور سعی کریں۔ یہ شکرانے کا طواف ہے۔ اور پھر واپس شام کو منیٰ میں آکر قیام کریں۔ اور دوسرے دن یعنی گیارہویں کو، بارہویں کو، بہتر ہے کہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ تک آپ منیٰ میں رہیں۔ اور ۱۳ کو واپس آئیں۔ لیکن اکثر لوگ ۱۱، ۱۲ کو ہی واپس آجاتے ہیں۔ لیکن دوسرے دن پھر آپ یہ کریں کہ جب جائیں تو تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ ۱۲ کو بعد نماز ظہر تینوں جمروں کی رمی کریں۔ پھر آپ مکہ معظمہ آجائیں۔ یہاں آنے کے بعد ۱۲ ویں کو رمی کرنے کے بعد طوافِ وداع کریں۔ خانہ کعبہ سے خداحافظ کہیں اور طواف کرنے کے بعد ملتزم سے چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کریں۔ اور دوبارہ آنے کی دعا کریں۔

اس سفر میں سب سے پہلے حج کرنا چاہیئے، بعد میں زیارت مدینہ منورہ۔ آپ کی نفلی عبادت ہے۔ اس میں بہتر ہے کہ پہلے مدینہ منورہ جائیں نفلی حج کرنے۔ اور اس کے بعد فرض حج کریں۔ اس لئے کہ عاشقوں کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے اپنے گھر آنا جو ہے وہ گراں گزرتا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ کرتے ہیں کہ زیارتِ مدینہ منورہ کے بعد دوبارہ عمرہ کر لیتے ہیں۔ یا نفلی حج جب کرتے ہیں تو زیارتِ مدینہ منورہ پہلے کرتے

Marfat.com

ہیں پھر بعد میں حج کرتے ہیں۔

لیکن جب فرض حج ہوتا ہے تو اس میں افضل یہ ہے کہ پہلے آپ حج کریں، اس کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عبادات، وہ اذکار عطا فرمائے جو وہ پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو ہمیں عطا فرمائے جو وہ پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حسنۃ دنیا و الآخرۃ دونوں عطا فرمائے۔

اے عزیزانِ من! پچھلی چند نشستوں میں، میں نے آیات کی تفسیر میں حج کے مناسک اور ان سے متعلق تفصیلات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اب یہاں ضمناً زیارتِ مدینہ منورہ کے بارے میں چند حدیثیں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جن سے ایمان تازہ ہو جائے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میری وفات کے بعد جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس نے گویا زندگی میں مجھ سے ملاقات کی۔ یہ بیہقی کی حدیثوں میں مستند

Marfat.com

حدیث ہے۔ پھر ابنِ حزیمہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی ہے: کہ جس نے میری قبرِ انور کی زیارت کی اس کے لیئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ یہ ابنِ حزیمہ کی حدیث کی کتابوں میں ہے۔

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو صرف میری زیارت کی غرض سے آیا، جو میری زیارت کی نیّت سے میرے پاس آیا۔ اور غرضِ دُنیا سے نہیں آیا، تو پھر مجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ قیامت کے روز میں اس کا شفیع بن جاؤں۔ یہ طبرانی کی حدیث ہے۔

ایک بزرگ مدینہ منورہ گئے اور وہاں سے انہوں نے دہی خریدا، اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ انہوں نے شکوہ کر لیا کہ یہ دہی تو کھٹّا ہے۔ رات کو انہوں نے خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اچھا! تمہیں مدینہ منورہ کا دہی کھٹّا لگتا ہے، میرے عاشق بنتے ہو۔ عاشقی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ وہ کڑوا بھی ہو تو یہ کہے کہ بہت میٹھا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ میں رہے اور یہاں کی بلاؤں پر صبر کرے، وہ قیامت کے دن

میرے امن میں رہے گا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ قیامت کے دن جو نفسا نفسی کا دن ہے، جس دن انبیاء بھی پریشان ہوں گے اس دن ان کے لئے جو عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر مدینے جائیں اور مدینہ منورہ کی صعوبتوں اور سختیوں کو جھیل جائیں، ان کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں امن ملے گا، پناہ ملے گی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شہادت دیں گے۔ جو کوئی میری قبر پر (یہ بھی حدیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے)۔ آ کر مجھے سلام کرے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دے گا۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی میری قبر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرے، تو مقرر کردہ فرشتہ جو ہے وہ اس کے دین و دُنیا کے کام سنبھالے گا۔ اور میں قیامت میں اس کا شفیع بن جاؤں گا۔ ایک صحابی محمد بن المنکدر تھے۔ انہوں نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: یہاں آنسو بہائے جاؤ مزارِ مُبارک پر۔ میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا، کہ آپ نے فرمایا: کہ میری قبر شریف اور منبر شریف کے درمیان "ریاض الجنۃ" ہے۔ یہ بیہقی کی حدیث ہے اور دربار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے آداب کے متعلق حضرت ابی الدنیا

Marfat.com

نے یہ لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبر مبارک کے پاس ایسے کھڑے ہوتے تھے، جیسے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان ابن صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ عشاق آپ کے روضۂ پاک پر آکر آپ کو سلام کرتے ہیں، کیا آپ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! بلکہ میں ہر ایک کا جواب بھی دیتا ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو کہ بہت ہی ولی الصفت تھے۔ وہ مدینہ منورہ میں باقاعدہ قاصد بھیجا کرتے تھے کہ جاؤ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں میرا سلام پہنچا دو۔

اللہ کا احسان ہے، ابھی شفاعت رانجھا صاحب میرے ندیم کے دوست ہو گئے۔ وہاں تو آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں روز صبح و شام جب سے آپ یہاں آئے ہیں، میں روز آپ کا سلام پیش کرتا ہوں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

اس طریقے سے وہ سلام پیش کرتے تھے۔

Marfat.com

پھر حدیث شریف ہے کہ جو روضۂ پاک پر آ کر ایک بار: ان

اللہ وملئکتہ ..... تسلیماً اور ستر بار صلی اللہ علیک

یا محمد ﷺ کہے تو پھر فرشتے اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ:

صلی اللہ علیک یا فلاں۔ اگر افتخار صاحب وہاں جا کر کہتے

ہیں کہ: صلی اللہ علیک یا محمد ﷺ تو فرشتے ان کو جواب دیں

گے صلی اللہ علیک یا افتخار۔ یہ ہمارا جو درود ہے صلی اللہ

علیک یا محمد ﷺ اس کے بڑے فیوض و برکات ہیں۔ اور

فرشتے یہ بھی کہتے ہیں کہ اب تمہاری کوئی حاجت باقی نہیں

رہی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت پوری فرمائے گا۔

ابی حرم ہلال فرماتے ہیں کہ ایک بدوی مسجد نبوی شریف

میں حاضر ہوئے اور روضۂ پاک پر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں گناہوں

اور خطاؤں کا بوجھ اپنے سر پر لایا ہوں۔ میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ

قرآن نے مجھے بھیجا ہے۔ جس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے،

ولو انھم ..... رحیماً

اس لئے کہ قرآن نے یہ کہا ہے کہ جس نے گناہ کیا اور آپ

کے پاس آیا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے، اور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

وہ توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پالتے ہیں۔ تو مجھے تو قرآن نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں گناہوں کا بوجھ لاد کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ اب میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ اب آپ میرے گناہ معاف کرا دیجئے۔

اس کے بعد انہوں نے چار اشعار پڑھے۔ جب ہم حج وعمرہ کی کتاب پڑھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سلام پڑھتے ہیں تو اس میں یہ واقعہ اب شامل ہو گیا ہے اس سلام کا حصہ بن گیا ہے۔ اس کے بعد اس بدو نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت اس طرح پڑھی:

ترجمہ: "وہ تمام لوگ جن کی ہڈیاں، جن کے تمام وجود مٹی میں دفن ہیں، اُن میں سے آپ سب سے بہتر ہستی ہیں۔ آپ کے وجود کی معطر خوشبوؤں سے سارے گلستان میں فضا معطر ہو گئی ہے میری جان اس قبر پر فدا جس میں آپ قیام پذیر ہیں۔ اسی میں محبت بھی ہے، اسی میں معافیاں بھی ہیں۔ اور اسی میں جودوکرم بھی ہے۔ اسی مزارِ مبارک میں اسی روضۂ پاک میں۔"

حضرت ابی حرب ہلال رضی اللہ عنہ روضۂ پاک پر سب

Marfat.com

دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا، اس بدوی کو اس طریقے سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے اور ان اشعار کو پڑھتے ہوئے تو ان پر غنودگی طاری ہوئی۔ تو انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ بھاگو اس بدوی کو جا کر پکڑو اور اس کو کہہ دو کہ تُو بخشا گیا۔ اس نے واسطہ دیا، اس کلامِ پاک کی آیتِ مبارکہ کا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آپ کے پاس آیا وہ بخشا گیا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب اور رحیم دونوں ہیں۔ تو پھر انہوں نے اس کا نعت اور قصیدہ بھی پڑھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر ہی ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ان کی اطاعت عطا فرمائے۔ ہمارے اعمال کی اصلاح فرمائے۔ ہماری بُرائیوں کو دُور فرمائے۔ ہماری توبہ و استغفار کو قبول فرمائے۔ ہمیں زیارتِ حرمین شریفین نصیب فرمائے وہاں پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب کا اظہار اور مانگنے کا سلیقہ اور ادب عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

Marfat.com

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیت نمبر ۲۰۶ تا ۲۰۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ

بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ (۲۰۶)

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ

مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ (۲۰۷)۔

ترجمہ : ”اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اُسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت بُرا بچھونا ہے اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے

میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔"

اے عزیزانِ من!

میں نے جو آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، وہ ۲۰۶ اور ۲۰۷ ہیں۔ اِن سے پہلی جو آیات ہیں ان کی تفسیر پچھلی نشستوں میں بیان کر دی تھی۔

تو یہ جو آیت ہے: ومن الناس من .... خصامہٗ اس کا تعلق پچھلی آیت سے ہے۔ جیسے کہ میں نے پہلے بتایا کہ پہلے کفار اور مسلمانوں کی دعاؤں کا ذکر تھا۔ اب منافقین کا اور کفار کی بے ہودہ دعا اور منافقین کی گفتگو کا ذکر ہے۔ پہلے کعبۂ اجسام میں دعاؤں کا ذکر تھا اور اب کعبۂ ارواح میں دربارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے والوں کا ذکر ہے۔

کوئی بھی آدمی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ اب دربارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آ گیا ہے۔ آج کے دور میں بھی مسلمان جو ہیں ان میں منافق پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حج کا کیا فائدہ۔ تیس چالیس ہزار روپے جو ہیں وہ ہوائی جہاز کمپنی کو آپ نے دے دیئے۔ اس سے کیا نیکی ہوگی؟ اور ہزاروں لاکھوں جانور ذبح کر دیئے قربانی کے۔ تو اس سے کیا نیکی ہو گئی۔ اس سے

Marfat.com

اچھا تو یہ ہے کہ آپ کوئی اسکول بنا دیں، ہسپتال بنا دیں۔ اس طرح کی منافقت باتیں کرتے ہیں۔

مسئلہ یہ نہیں کہ اس سے کیا فائدہ اور کیا نقصان ہے، وہ تو ہماری یہ آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ فائدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ اور نقصان اللہ تعالیٰ کی بغاوت میں ہے۔ یہ سیدھی سی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ اس نے ہمیں ٹریننڈ کرنے کے لئے ذرائع و وسائل مہیا کئے ہیں۔

میری بیگم صاحبہ کے قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر عبادت میں ایک قربانی کا عنصر ہے۔ نماز میں اپنی اَنا کی قربانی ہے۔ اس لئے کہ سَر جو اللہ تعالیٰ نے بلند رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے ہمیشہ اُوپر ہوتا ہے، اس کو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جُھکاتے ہیں۔ بادشاہ بھی جو مومن ہے وہ سر جُھکاتا ہے۔ حالانکہ مخلوق اس کے سامنے سر جُھکانا چاہتی ہے۔ روزہ جو ہے وہ جسم کی قربانی ہے اور زکوٰۃ جو ہے وہ مال کی قربانی ہے، اور حج جو ہے وہ عقل کی قربانی ہے۔ ہم وہ عمل کرتے ہیں جس کے ظاہری فوائد ہیں۔ نظر نہیں آتے۔ لیکن اللہ کا حکم ہے اس لئے کرتے ہیں۔

ایک پتھر بنا ہوا ہے، اس کو ہم کنکری مارتے ہیں۔ اللہ کا حکم ہے۔ اور ہمیں تو نظر نہیں آتا۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں ایک کام کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جو آنکھ والے ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ ان کے والد صاحب نے فرمایا کہ جب میں حج کرنے گیا اور وہاں جب کنکری مارنے لگا، تو شیطان گڑگڑا کے کہنا لگا کہ تم نہ مارو مجھے۔ اس لئے کہ اللہ کے ولی جب کنکری مارتے ہیں تو زیادہ چوٹ لگتی ہے، وہ نبیوں کے وارث ہیں۔ تو جس طریقے سے پتھر سے اس کو ایذا پہنچی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اس کی وراثت میں ولیوں کی کنکری اس کو زیادہ تکلیف پہنچاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کو اس نے بہکانے کی کوشش کی کہ تم تو نیک بزرگ آدمی ہو تم نہ مارو۔ تو اگر آپ ترس کھا جاتے، اس کے کہنے میں آجاتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی۔ جیسے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے شیطان نے کہا تھا کہ آپ تو سب کچھ ہیں اے عبدالقادر! آپ تو اپنی منزلِ پر پہنچ گئے ہیں تو آپ کو اب کسی عبادت، کسی نماز کی ضرورت نہیں۔ تو انہوں نے لاحول پڑھا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کو آپ کے علم نے بچالیا۔ تو انہوں نے پھر لاحول پڑھا اور فرمایا کہ مجھے میرے رب نے بچایا۔ میرے علم نے نہیں بچایا۔

تو بہرحال حج جو ہے، وہ عقل کی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے کہنے پر اپنی انا کو قربان کر دینا، اپنے جسم کو قربان کر دینا، اپنے مال کو قربان کر دینا، اپنی فہم کو قربان کر دینا، جو رب نے فرمایا وہی صحیح ہے، جو میں سوچ رہا ہوں وہ غلط ہے۔ اگر قلبِ مطمئنہ نہیں ہوا تو قلب بتائے گا اس کا کیا فائدہ ہے۔

تو آج کے زمانے میں بھی منافقین ہیں، جو کہ مُسلمانوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آدابِ مصطفوی کے متعلق۔ اور مناسکِ حج کے متعلق۔ تو اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بہت ہی مشہور منافق ہوا کرتا تھا" اخنس بن شریک" اس کا طور طریقہ یہ تھا کہ وہ دُنیاوی معاملات میں بہت چالاک تھا۔ تو وہ بڑی میٹھی میٹھی باتیں اور دُنیاوی معاملات میں ایسا کرنا چاہیئے ویسا کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ پیار کیا کرتا تھا، اس کی باتیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی بھی لگتی تھیں، جو وہ کہتا تھا۔ دُنیاوی سُوجھ بُوجھ۔ فہم یہ سب ظاہر کرتا تھا اور پھر ان کو یقین دلاتا تھا کہ میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں، بہت محبّت کرتا ہوں، آپ پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ کے رب پر ایمان رکھتا ہوں، یہ گواہی دیتا تھا۔

لیکن گواہی دراصل کس چیز کی ہوتی تھی اس کی منافقت کی۔ جب وہ وہاں سے اُٹھتا تھا تو فتنے فساد کرتا۔ اس نے مُسلمانوں

کے کھیت جلائے، مسلمانوں کے خچّر کاٹ ڈالے، اس طرح کی باتیں اس نے کیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا کی، اور وہ باتیں کن چیزوں کی ہوتی ہیں؛ فی الحیٰوۃ الدّنیا۔ دنیاوی معاملات میں تو وہ بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ تو اُن کی باتیں، اُن کے مشورے پسند آجاتے ہیں۔ کہ ایسے لوگ جن کی باتیں پسند آجاتی ہیں۔ اور جب وہ بیٹھ پھیر کر یہاں سے واپس جاتے ہیں۔ آپ کی محفل سے اُٹھتے ہیں تو دُنیا میں فساد کے لئے تگ ودو کرتے ہیں، اور فساد میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ وہ کھیتیاں برباد کر دیتے ہیں۔ مویشی کاٹ ڈالتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کیا عادت ہے، اس کی کیا صفت ہے۔ واللہ لا یحب الفساد ٥ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، وہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اگر مومن کو نصیحت کریں تو وہ اللہ کی طرف چلتا ہے اور یہ ایسے ہیں: واذا قیل لہ۔ اگر ان سے آپ کہیں اتقواللہ کہ اللہ سے ڈرو، فتنہ فساد نہ کرو، تو ان کا ردِّ عمل ہوتا ہے اخذتہ العزۃ بالاثم ٥ تو وہ گناہ کی ضد میں اور گناہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بھی زیادہ شدت سے گناہ کرنا شروع کر دیتے

ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے کیا ہے؟ کیا ان کا انجام ہے، فحسبہٗ جھنو پھر بس اُن کے لئے مناسب چیز تو جہنّم ہی ہے۔ ولبئس المھادہ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

"مہد" کہتے ہیں گھوارے کو، مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کریں۔ تو مہد کا بستر ہے گہوارہ، بچھونا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو مہاد بنایا مخلوق کے لئے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کی سزا کیا ہے؛ فحسبہ جھنو۔ ہم کہتے ہیں "حسبی اللہ" ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے، اللہ ہی ہمارا ٹھکانا ہے۔ ان کے لئے تو جہنّم ہی ٹھیک ہے، وہ جہنّم میں۔ اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

اب بتایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبۂ ارواح کے کچھ تقاضے ہیں۔ کہ وہاں ادب سے رہو، وہاں دل میں ایمان رکھو۔ وہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑے تو آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اور رجوع ہو۔ اپنی زبان اپنے قول سے ان کو قائل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ باقی اپنی محبّتوں سے اپنے ادب سے اپنی قلبی کیفیات سے، اپنی غلطی کا اظہار کرو۔ ان لوگوں کی طرح سے نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان کا تو ذکر ہوگیا، اب ان کا ذکر ہے

Marfat.com

جن کا واقعی جس طرح سے کعبۃ اللہ کا احترام کیا لوگوں نے، تو ایسے لوگ مومنین جو کعبۃ الارواح کا احترام کرتے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں۔ ومن الناس ..... البلادۃ کچھ لوگ جو ہیں وہ خریدتے ہیں، بیچ دیتے ہیں اپنی جان کو۔ اپنی جان کا سودا کرتے ہیں کس لئے؟ یہاں اتباع کا مطلب ہے "تلاش"۔ تو ایسے لوگ کس چیز کی تلاش میں ہیں؛ من ذات اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں ومن الناس۔ یہاں النّاس استعمال ہو رہا ہے۔ (آدمی کیلئے) اللہ کی پسندیدگی کے معنوں ہیں۔ کچھ میرے ایسے اچھے بندے ہیں جو اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ واللہ رءوف باالعبادۃ۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ شفقت رکھتا ہے۔

یہ آدابِ مصطفوی ہیں۔ اس کی شانِ نزول بیان کی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو ایک واقعہ یہ ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا، آپ کے سرہانے جبریل علیہ السلام آئے اور پائنتی کی طرف میکائیل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے کہا: اے علی! تم نے تو رب کو راضی کر لیا، اس لئے کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انہوں نے

نے آ کے بشارت دی۔ اے ابنِ ابو طالب! تم نے اللہ کو راضی کر لیا۔ کچھ لوگ تو کہتے ہیں: ومن الناس..... مرضات اللہ۔ اس سے زیادہ قوی جو شانِ نزول ہے وہ یہ ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کا ایک چھوٹا سا قافلہ ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ چلا۔ ایک بزرگ تھے، جن کی عمر سو سال تھی، وہ بھی اس میں شامل تھے۔

راستے میں انہیں مشرکین نے گھیر لیا۔ حضرت حباب اور حضرت ابوذر تو وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ باقی شہید کر دیئے گئے۔ ان میں سے البتہ وہ بزرگ جن کا نام صہیب رضی اللہ عنہ تھا، وہ بچ گئے۔ وہ سو سال کے آدمی تھے لیکن بڑے ہمت والے تھے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو تم کئی ہو اور میں اکیلا۔ پہلے میرے پاس جتنے تیر ہیں، میں وہ چلاؤں گا۔ اور تم مجھ سے دُور رہو گے۔ اور تم میں سے بہت سارے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میرے پاس یہ تلوار ہے، جس سے میں تمہارے ساتھ جہاد کروں گا۔ تو تمہارے بہت سے آدمیوں کو مار کے میں شہید ہو جاؤں گا۔ میں اپنی زندگی اس لئے نہیں چاہتا کہ مجھے جینے کا شوق نہیں۔ میں اس لئے چاہتا ہوں کہ میں فراقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا چاہتا

ہوں مسجد نبوی میں جاکر۔ میں نے اپنا مال و دولت مکہ معظمہ میں دفن کر رکھا ہے۔ اگر تم مجھے سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ، دربار نبی کریم میں جانے دو تو میں اس کا پتہ بتا دوں گا اور تم کو وہ ساری دولت مل جائے گی۔ تو انہوں نے اپنی جان کا اور اپنے مال کا سودا کر لیا، ان کے ساتھ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں، مشرکین نے ان کو جانے دیا۔

جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ صہیب! تمہاری تجارت جو ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آئی ہے۔ اور تمہاری شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: ومن الناس من یشری نفس۔ اور کچھ میرے پیارے بندے ایسے ہیں جو اپنی جان کا سودا کرتے ہیں: ابتغاء مرضات اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں۔ اسی طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی واقعہ ہے۔ ابتغاء۔ کا مطلب ہے چاہنا، تلاش کرنا، دوڑنا بھاگنا۔

یہ جو آیات میں نے آپ کو بتائی ہیں مشرکین کے متعلق، ان کے کچھ اصول، کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ دنیاوی غرض سے دینی کام کرنا بھی دنیا ہی میں داخل ہے۔ اور دنیاوی فائدے کے لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں جاتا تھا۔ آپ کی مسجد میں بیٹھتا تھا۔

Marfat.com

آپ کے ساتھ نماز پڑھنا تھا، تو وہ دینی کام نہیں تھا۔ اسی طرح سے جو جدّہ اس نیّت سے جائے کہ وہاں جا کے تجارت کرے گا اور ساتھ ساتھ عمرہ بھی کرے گا۔ چونکہ نیّت اس کی تجارت کی ہے تو وہ عبادت میں شامل نہیں ہوگا۔

ہاں وہ عمرے کی وجہ سے جائے، نیّت عمرے کی ہو، شوق عمرے کا ہو کہ ہم وہاں جا رہے ہیں، دربارِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ جہاں طوافِ کعبہ کے لئے جا رہے ہوں تو پھر اسی میں کوئی کاروبار ہو، تو کوئی بات نہیں۔ لیکن دنیاوی غرض دین کے کاموں میں نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر میں تبلیغ اس لئے کرتا ہوں کہ آپ میری تعریف کریں، آپ مجھے نذرانے دیں۔ اگر میں پیری اس لئے کروں کہ نذرانے وصول کروں تو یہ دین کی خدمت نہیں ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ کھلے کافر سے منافق بدتر ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت بھی کرتا ہے اور دھوکا دہی بھی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا کہا ہے: وھو الد الخصام؁ منافق جو ہیں سخت جھگڑالو ہیں۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ قول تو ان کا یہ تھا کہ اللہ کو گواہ بنا کر کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم آپ کے غلام ہیں، اللہ کے بندے ہیں، لیکن عمل جو تھا وہ کافروں والا تھا۔ تو قول کی تصدیق عمل سے

Marfat.com

ہوتی ہے۔ اگر عمل نہیں ہے اور صرف قول ہی قول ہے تو اُسے
ایمان نہیں کہتے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ بدترین وہ ہے جو دین کی باتیں سُن کر یا نصیحت سُن کر اور زیادہ غصّے میں آجائے کہ آپ اُسے کسی بُرائی سے بچائیں۔ نصیحت کریں اور وہ زیادہ بُرائی کی طرف بھاگے۔ یہ بدترین گناہ ہے۔ اور گناہ کبیرہ ہے۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ فساد پیدا کرتے ہیں۔ اور کھیت اور نسلیں اور جانور برباد کرتے ہیں۔ تو یہ بربادی دو طریقے سے ہوتی ہے۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی کھیت جلا ڈالتے ہیں اور جانور مار ڈالتے ہیں۔ جیسے اس منافق نے کیا تھا۔

دوسرا یہ کہ جب گنہگار زیادہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب میں آجاتا ہے اور بارانِ رحمت بند ہوجاتی ہے۔ خشک سالی ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ سے بیماریاں آتی ہیں۔ کھیت خشک ہوجاتے ہیں، باغ ویران ہوجاتے ہیں۔ میوے پیدا نہیں ہوتے۔ جانور مرنا شروع ہوجاتے ہیں۔ افریقا میں کئی سال خشک سالی ہوئی، لاکھوں لوگ مر گئے، تو گناہوں کے سبب سے بارش بند ہوجاتی ہے۔ صحرا میں نباتات کی ہلاکت ہوجاتی ہے۔

چھٹی بات یہ کہ ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔ خوشامدی اور

Marfat.com

شیریں زبان لوگ ضروری نہیں ہے کہ مومن اور مخلص ہوں۔ ہر شیریں گفتار دوست نہیں ہے، وفادار نہیں ہے۔ اگلی بات یہ کہ دُنیاوی حاکم کو دو کیٹیگری میں کیا ہے۔ ایک تو خلیفۃ اللہ فی الارض، جو دنیا میں اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اور دوسرے وہ جو غاصب اور ظالم حکمران ہیں۔ تو مقصدِ اقتدار عظمتِ دین ہونا چاہیئے۔ اگر آپ کو طاقت ہے، آپ کے پاس اقتدار ہے تو وہ عظمتِ دین پر صرف کریں۔ خدمتِ خلق کے لیئے صرف کریں۔ زمین کو آباد رکھنے کے لیئے صرف کریں۔

اقتدار کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سارے اختیارات اپنے پاس اکٹھا کرلیں۔ اور تکبّر کریں، اور تخریبِ خلق کریں کہ مخلوق میں خرابی پیدا کریں۔ تو اقتدار میں اگر کوئی ارتکاز اختیار کرتا ہے، اور تکبّر کرتا ہے، تو اللہ کے ہاں وہ قابلِ سزا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اقتدار کھینچ لیتا ہے۔ اللھم مالك الملك تؤتي الملك ..... الآخرہ

اور اگلا اصول اس سے یہ ہے، یہ بہت ہی جامع آیت ہے۔ کہ مومن صادق کو قسم نہیں کھانی پڑتی۔ منافق اور کافر قسم کھاتے ہیں اپنے پر یقین دلوانے کی۔ لیکن جو صادق ہے، اس کو قسم کھا کے گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ بہت ہی بُری

Marfat.com

بات ہے کہ مُسلمان بار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ۔ اگلی بات یہ کہ اس آیت سے کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب نہیں رکھتے تھے ۔ دل کا حال نہیں جانتے تھے ، ایسی بات نہیں ہے ۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی منافق سے دھوکا نہیں ہوا ۔ ہاں کبھی کسی کی گفتگو پسند آسکتی ہے مگر انہوں نے کبھی کسی منافق کی تعریف نہیں کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مومن کی تعریف کی ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب دیا ۔ اور فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ میں مدینۃ العلم ہوں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں ۔

اور جہاں تک اس ارشادِ الٰہی کا تعلق ہے کہ : ومن الناس من یشری .... باتی اللہ ۔ اور کچھ میرے پیارے بندے ایسے ہیں جو اپنی جانوں کا سودا کرتے ہیں ، اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ۔ تو اس سے کچھ اصول اخذ ہوتے ہیں غلامئ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔ حضور کی محبت میں (صلی اللہ علیہ وسلم) جان و مال صرف کرنے والے درحقیقت رب سے سودا کرتے ہیں ۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا مال و

دولت مشرکین کے حوالے کر دیا۔ لیکن رب نے کیا کہا کہ انہوں نے اپنی جانوں کا سودا مجھ سے کر لیا ہے، میری رضا حاصل کرنے کے لئے۔ تو جو قربانی آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دیں۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی رضا کی قربانی سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ انعام دیتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومن الذی یقرض اللہ قرضاً حسنۃ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اچھا قرض دیتے ہیں، واپس اُن کو قیامت میں جنّت میں ملے گا۔

دوسری بات یہ کہ کوئی غیر صحابی، صحابی کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، صحابی بننے کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں جا کر مدینہ منوّرہ بیٹھے، تو کوئی بھی غیر صحابی، صحابی کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں ہم نے دیکھ لیا کہ صحابی کی نیکی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ سودا کر لیتے ہیں اپنے مال کا۔ یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے، ہماری جان کا بھی مالک ہے اور ہمارے مال کا بھی مالک ہے، سب کچھ اس کی ملکیّت ہے۔

لیکن پھر بھی جب ہم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، تو وہ

کہتا ہے کہ میں تمہارا خریدار بن گیا، میں تمہارا قرضدار بن گیا، قرضِ حسنہ تم نے مجھے دے دیا۔ یہ اس کا کرم ہے۔ وہ اپنی ملکیت کا ذکر نہیں کرتا۔ آپ کی اس نیکی کا ذکر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم دین میں اخلاص کو اپنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے، سچا ادب عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حوصلہ عطا فرمائے کہ ہم اس کے اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں اپنی جان، اپنا سب کچھ قربان کر سکیں۔ اس لئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں اپنی جان نثاری جو ہے، اپنی رُوح کو قربان کرنا، اپنے قلب کو قربان کرنا، اپنے مال و دولت کو قربان کرنا، ان کی محبت میں، دراصل یہی سب سے اچھا سودا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲۰۸) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

حَكِيْمٌ (۲۰۹) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ

اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ

الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۲۱۰)

Marfat.com

"اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو،
اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ
تمہارا کھلا دشمن ہے اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ
تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ
زبردست حکمت والا ہے کاہے کے انتظار میں
ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے
بادلوں میں اور فرشتے اُتریں اور کام ہو چکے اور
سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔"

میں نے اس وقت ۲۰۷ سے لے کر ۲۱۰ آیات کی تلاوت کی ہے۔ ۲۰۷ کی تفسیر میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ حلال چیزیں اپنے اوپر حرام نہ کرو۔

پہلے جان کی تجارت کا ذکر تھا، اب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کا ذکر ہے۔ پہلے کفّار و منافق کا ذکر تھا، اب ان کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دل میں ایمان ہے۔ مگر بہ ظاہر وہ یہود و نصاریٰ سے رعایت کرتے ہیں۔ ایمان کے لحاظ سے انسان چار طرح کے ہیں۔ ایک

Marfat.com

وہ لوگ ہیں جن کا ظاہر و باطن دونوں کافر ہیں اور وہ منکرِ دین ہیں۔ ظاہر میں اگر کفر ہے، باطن میں بھی کفر ہے۔ ایک وہ ہیں جو کھلے اور چھپے دونوں مومن ہیں۔ ظاہر بھی مومن، باطن بھی مومن، وہ مخلص لوگ ہیں، ایک وہ جو کھلے مومن ہیں اور چھپے کافر ہیں۔ وہ ہیں منافق۔ کوئی چھپے مومن ہیں اور کھلے کافر، دل میں ایمان رکھتے ہیں، بظاہر کافر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سارے صحابی جو تھے وہ یہودی علماء تھے، ان میں بہت ہی مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن سلام تھے۔ اور ان کی وجہ سے ان کے بہت سارے ساتھی بھی اسلام لے آئے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد بھی انہوں نے سوچا، کہ اسلام میں تو کہیں منع نہیں ہے۔ لہٰذا وہ یہودی پہلے تھے، تو انہوں نے کہا کیوں نہ ہم اسلام کی ساری بات پر عمل کریں اور جن چیزوں کو یہودیوں کے لئے منع نہیں کیا ہے وہ بھی کریں۔ تاکہ وہاں سے بھی کچھ رابطہ قائم رہے۔

اس طرح سے وہ اسلام میں رہتے ہوئے دین پر بھی مصنوعی عمل کرتے رہے۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: یاایھا الذین اٰمنوا ادخلو... اے صاحبانِ ایمان؛ داخل ہو جاؤ سلامتی میں۔ ایمان میں۔ پورے کے پورے۔ اللہ ہی ہمارا خدا ہے: ولا تتبعوا

Marfat.com

خطوٰت الشیطن ہ اے صاحبانِ ایمان! داخل ہوجاؤ ایمان کے اندر پورے پورے اور اسلام کے علاوہ اگر کسی چیز کی پیروی کی، تو دراصل وہ شیطان کی پیروی ہے۔ شیطان تو تمہارا ازلی دشمن ہے۔ تمہارے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ہے۔ وہ چاہے گا کہ تم ایسا کوئی کام کرو جس سے تم بھی گمراہ ہوجاؤ۔ لہٰذا جب اسلام میں داخل ہوئے ہو تو پوری طرح اسلام میں داخل ہوجاؤ۔

سرکارِ دوعالم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد باقی ساری شریعتیں منسوخ ہوچکیں۔ اس زمانے میں جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث نہیں ہوئے تھے، اور انجیل نازل نہیں ہوئی تھی، اس وقت توریت کی شریعت نافذ تھی۔ جب انجیل نازل ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت جو تھی وہ نافذ العمل تھی۔ جب قرآن نازل ہوگیا وہ شریعت آخری شریعت ہے۔ اب کسی اور شریعت سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ کتابیں قابلِ احترام ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ لیکن قابلِ عمل نہیں۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ وہ تمہیں منسوخ شدہ شریعت کی طرف لے جاتا ہے۔

روزِ ازل جب کچھ لوگوں نے کہا تھا "قالوا بلیٰ" اور ایمان لائے تھے۔ ان میں سے بہت سی روحیں یہاں تو ایمان

Marfat.com

لائی تھیں وہ دنیا میں آکر کافر ہو گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان نہیں لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان نہیں لائے، کافر رہے۔ تو اس وقت جو ایمان لائے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اب بھی وقت ہے، یہ تمہارے لئے آخری موقع ہے، میری کھلی نشانیاں آچکی ہیں۔ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آ چکا ہے۔ وہ سارے گناہگاروں، سارے خطا کاروں کو اپنی رحمت میں لپیٹ لے گا۔ اب بھی تم اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر لو۔ پھر وہ یہود و نصاریٰ تم جو ایمان لائے تھے، میرے نبی موسیٰ علیہ السلام پر اور میرے نبی عیسیٰ علیہ السلام پر۔ اس وقت تک تمہاری شریعت صحیح تھی۔ لیکن اسی کتاب میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ قرآن آئے گا اور اسی کتاب میں تو تمام نشانیاں دی ہیں آخری نبی کی۔ اگر تم ایمان والے واقعی ہو تو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہ حکم دیا گیا تھا انہیں تبلیغ کے ذریعے۔

پھر ان صاحبانِ ایمان کا ذکر ہے جنہوں نے صدقِ دل سے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور ایمان لائے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ گزشتہ کمزوریوں کو فراموش کر دو، پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ کسی اور کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ

Marfat.com

تمہارے لئے کافی ہے۔ وہی تمہارے لئے سب کچھ ہے۔ اور کسی عوامل، مذاہب یا تمدن کو تم نے نہیں اپنانا ہے۔ اگر تم نے یہ کیا تو یہ شیطان کی اتباع ہوگی۔ یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں ہوگی۔ میری محبت تمہیں اس وقت ملے گی جب تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروگے۔

فان زللتم من بعدی ..... حکیم ؒ "ذلل" کہتے ہیں پھسلنے کو، چکنی مٹی کو بھی کہتے ہیں، اگر تم پھسلنے لگے، ڈگمگانے لگے، باوجود اس کے کہ تمہارے سامنے صاف صاف دلیلیں اور حقانیت تم پر ظاہر ہوچکی ہے۔ دلیل آگئی۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔ وہ آفتاب رسالت آگیا وہ مکمل دلیل ہے۔ وہ جس کا ذکر ہم نے توریت اور انجیل میں کیا تھا، وہ ذکر جو دُعائے خلیل میں تھا، وہ ہستی آگئی۔ وہ کلام پاک اس پر نازل ہوچکا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

حقانیت جو ہے وہ اب روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے۔ جن تک پیغام نہیں پہنچا حق کا، ان کی کوئی پکڑ نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی پہاڑ کے اندرونی حصے میں، وادی میں رہ رہے ہیں، جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، ان کو دنیا کی خبر نہیں تو وہ اگر توحید پر قائم ہے، اس لئے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی

Marfat.com

پیغمبر اور نبی آیا تو اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو گی کہ تم اسلام لائے، کہ نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ لیکن جن تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ اور جن کو پہلے سے نشانیاں دی گئیں تھیں اس کی جن کو باخبر کیا گیا تھا ان کے لئے کوئی عذر نہیں۔

فان ذللتم .... بینات ٥ پھر اگر تم ڈگمگائے باوجود اس کے پھسلے، باوجود اس کے کہ تمہارے پاس وہ تمام نشانیاں، روشنی وہ دلیلیں آ چکی تھیں۔ فعلموا۔ تو پھر تم جان جاؤ۔ ان اللہ ٥ بے شک وہ ذاتِ باری تعالیٰ طاقتور بھی ہے، حکمت والا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ اس میں طاقت ہے کہ تمہیں سزا دے، اس میں وہ حکمت ہے کہ وہ تمہاری پکڑ کر سکے۔ اس لئے کہ اس کے پاس وہ حکمت ہے جس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ اس کی پکڑ سے اور اگر پکڑ ہو گئی تو اتنا طاقتور ہے کہ سزا دے کر رہے گا۔ یہ یاد رکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی وارننگ دیتا ہے۔ تو اگر اس میں یہ ذکر آئے کہ: ان اللہ غفور رحیم ٥

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں توبہ کے بعد معافی کی گنجائش ہے۔ لیکن جہاں لکھا ہو عزیز حکیم ٥ یا ذو انتقام ٥ انتقام والا تو وہاں سمجھیں کہ ایسا کرنے والوں کے

Marfat.com

لئے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ پھر جو عذاب پڑتا ہے پڑتا ہے۔ جب دین سے پھسلیں گے تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچیں گے۔

ان آیاتِ مبارکہ کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ کچھ فائدے۔ پہلا جو اصول ہے کہ بے دین اور بے مذہب کی رعایت کرنا گمراہی ہے۔ جیسے ہندو کے ہاں کہ کوئی بات نہیں پوجا کر لو۔ گمراہی صریحاً گمراہی ہے، کرشن کو خوش کرنے کے لئے تہوار یا مندر میں اس کے ساتھ جا رہے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ہم بیٹھ کے اللہ اللہ کریں گے۔ یہ کھلی گمراہی ہے۔

تو پہلا اصول یہ ہوا کہ بے دین کی رعایت گمراہی ہے۔ مثلاً عید میلاد النبی پر نہ فرض ہے نہ واجب ہے۔ یہ محبت کا تقاضہ ہے۔ اگر آپ اپنی مرضی سے نہیں کرتے تو نہ کریں کوئی پکڑ نہیں۔ لیکن اگر کسی دیوبندی اور وہابی کی رعایت کر کے اس کی محفل میں بیٹھے ہیں سلام پڑھا جا رہا ہے، اس کی رعایتاً آپ نہیں کھڑے ہوئے تو پھر یہ گمراہی ہے۔ پھر اس کی پکڑ ہے۔ اس لئے کہ ایک گمراہ کی رعایت کی آپ نے۔ آپ نے ایک گمراہ کی رعایت میں عید میلاد النبی نہیں کرایا۔ اگر آپ خود سلام نہ پڑھیں تو کوئی بات نہیں۔ لیکن یہ کہیں کہ نہیں جی ہم سب لوگوں میں محبت رکھنا چاہتے ہیں، نظام میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ بات غلط ہے۔

Marfat.com

اس آیتِ مبارکہ کے بہت وسیع معنی ہیں : یاایھاالذین امنوا دخلو... مبین ؄ سارے عقائد اور اعمال اس میں شامل ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے طور طریقے اور شکل اختیار کرنا : خطوٰت الشیطن ؄ میں شامل ہے۔ لہٰذا آپ پر یہ فرض ہے کہ اپنے بچوں کو سچا مسلمان بنائیں۔ تاکہ کسی وقت وہ بڑے ہو کر ایسا نہ ہو کہ وہ یہود و نصاریٰ اور کافروں کی رعایت کرنا پھرے اور اس کی رعایت میں اپنے فرائض یا واجبات کو چھوڑنا شروع کر دے۔

پانچواں جو اصول ہے کہ گناہ کبیرہ سے تو بچنا ضروری ہے۔ اور گناہ صغیرہ سے بھی بچنا چاہیئے۔ یہاں یہ جو فان زللتم ؄ ڈگمگانا ہے، کبیرہ گناہ کا نہیں ہو رہا ہے۔ چھوٹا موٹا گناہ ہے، ڈگمگا گئے۔ جھوٹ بول دیا، غیبت کر دی، تو کوئی مصلحت، کوئی بات کہہ دی تو اللہ فرماتا ہے کہ تم شیطان کے راستے پر نہ چلو، وہ تم سے چھوٹے چھوٹے گناہ کرا کے تمہیں مصیبت میں ڈالے گا۔ اس لئے کہ جب چھوٹے گناہوں کی عادت پڑ جائے گی تو وہاں سے شیطان تمہیں بڑے گناہوں کی طرف لے جائے گا، صغائر سے کبائر کی طرف لے جائے گا، صغیرہ گناہ کو ہلکا جاننا یہ نادانی ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ بے خبر کی پکڑ نہیں ہے، یہ چھٹا اصول ہے۔ مگر دلائل آنے کے بعد پکڑ ہے۔ دلائل آ جائیں تو

Marfat.com

پھر اس سے بے خبر رہنا کہ ہم نے تو قرآن پڑھا ہی نہیں، مجبوری ہے۔ اگر انگریزی میں ہے تو ہم کیا کریں۔ عربی میں ہے تو ہم کیا کریں، تو یا تو عربی سیکھو یا اس کا ترجمہ پڑھو۔ تو جو غافل ہے وہ خود قصور والا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن سلام نے کیا تھا۔ اسلام میں سینچر کے دن شکار کرنا یا چھٹی منانا، کام کرنا جو ہے وہ غیر ممنوع ہے۔ انہوں نے اس کو ممنوع جانا اور اس پر عمل کیا۔

نواں اصول ہے کہ خطا جو گناہ ہے اس کی تو معافی ہے، لیکن جو بدعقیدگی ہے اس کی پکڑ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان زللتم.... مبین ہ یہاں بدعقیدگی کی بات ہے، کہ دلیل آگئی ہے، لیکن آپ نے عقیدہ درست نہیں کیا، تو بدعقیدگی کی سزا ہے۔

اگلی آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھل ینظرون الا ان یاتی اللہ.... امورہ کیا یہ لوگ انتظار میں ہیں یہود و نصاریٰ کی طرح، کفار کی طرح کہ ساری دلیلیں آگئیں، آفتابِ نبوت نمودار ہو چکا ہے، کلام پاک آچکا ہے، ساری دلیلیں انجیل میں آچکی ہیں، ساری دلیلیں قرآن میں آچکی ہیں۔ حقانیت آچکی ہے۔ اس کے بعد بھی ایمان نہیں یہ لوگ۔ تو کیا یہ اس انتظار میں ہیں، کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب آجائے؟

Marfat.com

فی ظلل الغمام ؕ غم کہتے ہیں ڈھانپنے والی چیز کو۔ تو اس کو غم کیوں کہتے ہیں، کہ وہ دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر طاری ہو جاتا ہے تو وہ سارا چھا جائے۔ من الغمام، غمام پردے کو بھی کہتے ہیں اور سفید بالوں کو بھی کہتے ہیں، کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ بادل سے عذاب برسے ان پر، اندھیرا چھائے تو پھر ان پر بادل عذاب برسانا شروع کر دیں، جیسے طوفانِ نوح میں آیا تھا، یا جیسے بادلوں سے پتھر گرے تھے، سب لوگ اوندھے ہو گئے تھے، مر گئے تھے۔ والملئکۃ اور فرشتے اتریں عذاب لے کر۔ وقضی الامر۔ اور اللہ کا امر پورا ہو جائے۔ عذاب پورا ہو جائے۔

والی اللہ ترجع الامور ؕ اور سارے کام آخر اللہ ہی کی طرف رجوع کریں گے، جو کچھ ہے ہر کام اللہ کی طرف سے ہوگا، ہر چیز اسی کی طرف واپس لائی جائے گی۔ تو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں یہ رہیں گے۔ حقانیت آگئی، دلیل آگئی، یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جانا ہے۔ اس کے باوجود ایمان نہیں لائے کیوں اس دن کا انتظار کریں، جس دن بادلوں کا سایہ ہو جائے گا، اندھیرا چھا جائے گا، بادلوں سے عذاب نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا امر پورا ہو جائے گا۔ ان سب کو تو آخر ہمارے پاس ہی آنا ہے۔

پہلے جو آیات تھیں، ان میں جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار

Marfat.com

کرنے سے روکا گیا تھا کہ : ادخلوا فی السلم کافۃ ۃ یعنی رعایت نہ کرو دین کے اندر۔ اب یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی سزا کیا ہے ؟ اب عذابِ الٰہی ہے۔ کافر کو اور گمراہوں کو مہلت ہے اس وقت تک جب تک کہ عذاب نہ آجائے ، یا موت نہ آئے۔ اس لئے کہ عذاب آنے کے بعد تو ہر کوئی ایمان لاتا ہے۔ لیکن اس وقت وہ ایمان قبول نہیں ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے بعد ان کا ایمان قبول نہیں ہوگا۔ پھر وہ مجرم کی طرح ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ حقانیت اور روشن دلیلیں آچکی ہیں۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ کیا اب یہ لوگ عذابِ الٰہی کے منتظر ہیں ، کہ جب وہ آجائے تو اس وقت ایمان لائیں "۔ فی ظُلَلٍ " ظلال سائے کو کہتے ہیں۔ جیسے ظلِّ الٰہی بادشاہوں کو کہتے ہیں ، اللہ کا سایہ۔ تو فی ظلال اس سائے کے اندر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ ومن الغمام۔ جو بادلوں کے سائے نیچے۔ غم چھپانے کو کہتے ہیں۔ ڈھانپنے کو اور بادل عام طور سے مطلب بادل بھی ہوتا ہے یہاں بادل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ حالاں کہ اُن کے لئے دلائل اور حقانیت بے کار ہے۔ ان کا عذاب صرف

عذابِ الٰہی ہے۔ ان کا انجام ایمان اور رحمت نہیں، کفر اور عذاب ہے۔

ہر کافر جو ہے عذاب دیکھ کر ایمان لائے گا، لیکن اس وقت وہ ایمان بے کار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے حبیب ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اپنے دین کے ساتھ وفادار رکھے۔ دین کی اقدار میں ہمارے کردار کو ڈھالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچائے اور اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔

آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ہ

Marfat.com

پارۂ سیقول سورۂ بقرہ

آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ
اٰیَۃٍۢ بَیِّنَۃٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ
الْعِقَابِ (۲۱۱) زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ
الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ
وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۲۱۲)

"بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں
انہیں دیں اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل
دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے کافروں
کی نگاہ میں دُنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں
سے ہنستے ہیں اور ڈرو والے اُن سے اُوپر ہوں گے
قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے"۔

میں نے اس وقت ۲۱۱۔اور ۲۱۲۔ آیات تلاوت کی ہیں۔
۲۱۰۔ کی تفسیر پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ اس میں کوئی پیوند کاری کی گنجائش نہیں ہے، کہ اس میں تم کچھ وہابیت سے لے لو اور کچھ عیسائیت سے اور یہودیت اور ہنودیت سے لے لو۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، پورے کے پورے اس میں داخل ہو جاؤ۔ اور دنیاوی غرض سے تم ان لوگوں کے ساتھ کوئی رعایت کر کے اپنے مذہب میں پیوند کاری نہ کرو۔ وہ دشمن ہے، وہ چاہے گا کہ آپ بہک جائیں۔

پھر ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو حق پہنچ جانے کے بعد بھی پھسل جاتے ہیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ طاقتور ہے۔ اور وہ ہر ایک کی گرفت بھی کر سکتا ہے۔ اور وہ حکیم بھی ہے، کوئی حیلہ بہانہ اس کے سامنے نہیں چلتا، وہ حکمت جانتا ہے کہ کس حکمت کے

Marfat.com

ساتھ وہ باغیوں کی گرفت کرے۔

اب اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں فرماتا ہے: سل بنی اسرائیل ..... بینۃ ہ "سل" سوال سے ہے۔ "سَئِلَ" سوال پوچھا۔ تو یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں، میں نے انہیں کتنی ساری واضح نشانیاں دیں لیکن اس کے باوجود وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ کیا ہم نے کوئی کمی کی، ان سے پوچھیں کہ کتنی واضح نشانیاں دیں، حق کس طریقے سے واضح کر کے تم تک پہنچایا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسے ضدی لوگوں کا انجام کیا ہے؟ وَ من یبدل ..... ماجاءتہ ط جو اللہ کی نعمت کو بدلتے ہیں۔ اللہ کی ہدایت اور حق کیا ہے؟ وہ ایک نعمت ہے۔ تو کفرانِ نعمت کرتا ہے، حق سے مُنہ موڑتا ہے، بعد اس کے کہ وہ آگئی ہے ان کے پاس۔ فان اللہ .... عقاب ہ تو بس بے شک، اللہ تعالیٰ کی مار بڑی سخت ہے۔ ان پر بہت ہی سخت عذاب ہوگا۔

اب اس آیت میں آپ دیکھیں، اس کا پچھلی آیات سے تعلق ہو رہا ہے۔ پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ جو حق آگیا ہو، دین آگیا ہو، اس سے انحراف یا اس میں پیوند کاری یا اس میں تحریف چاہے وہ کسی پچھلی شریعت میں جائز ہی کیوں نہ ہو، وہ جائز نہیں

Marfat.com

ہے۔ اب جو لوگ ضد کر کے اسی پر قائم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا دین ہے' اس پر عمل نہیں کرتے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ تو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ رب کی قائم کردہ دلیلوں پر غور نہ کرنا، حقانیت آجانے پر اس پر غور نہ کرنا اور اس کی نعمتوں کی بے قدری کرنا یہ بدبختی کی دلیل ہے۔ اور یہ سزا کا باعث ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: فان ذللتم .... حکیمۃ حق آجانے کے بعد جو کوئی پھسلا تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سخت ہے۔ وہ طاقت ور بھی ہے اور کوئی اس کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔ اور وہ حکیم بھی ہے، اسے حکمت کے طور طریقے بھی آتے ہیں۔ کہ کس طریقے سے ان کے حیلے بہانوں کو رد کریں۔ ان کے کہنے سننے میں وہ نہیں آئے گا، وہاں کوئی سفارش کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔

اب یہ بتایا جا رہا ہے بنی اسرائیل کے واقعات سے اس کا حوالہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، کہ بنی اسرائیل نے بھی یہ حرکتیں کیں۔ دیکھو کہ ان کا کیا حال ہوا، یہ مقام عبرت ہے، تم کو ان کے نقش قدم پر نہیں چلنا۔ اور پہلے یہ بتایا گیا کہ وہ عزیز و حکیم ہے۔ طاقت ور ہے اور حکمت والا ہے۔ اور کوئی طاقت اور حیلہ بہانہ

Marfat.com

اس کے سامنے نہیں چلے گا۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے ثبوت میں گزشتہ بنی اسرائیل کا واقعہ پیش کیا جارہا ہے کہ: سل بنی اسرائیل کم اٰتینھم ...... بینۃ۔ ان کا حشر کیا ہوا؟ ومن یبدل ..... عقاب ہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بدلیں، حق کو چھپانے کی کوشش کی۔ اور وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں تھیں، کتنی عزت بخشی ساری دنیا پر۔ فضلتکم علی العالمین ہ تمام دنیا پر تم کو فضیلت دی۔ انبیاء کی اولاد تھے، ان کی رعایت کی۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، ان کو من وسلویٰ دیا، ان کے لئے فرعون کو غرق کیا۔ لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بت پرستی کی اجازت مانگتے رہے۔ وہ کافرانہ ڈگر پر پھر واپس جانا چاہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑتے تھے کہ جاؤ تم اور تمہارا اللہ جا کے جہاد کریں، ہم تو نہیں جاتے۔ تو ان کا ثبوت کے طور پر ان کا حشر مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے۔ کہ دیکھو ایمان میں، راہِ استقامت میں ڈگمگانے کا پھسلنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ فان ذللتم..... علیم ہ

اب بنی اسرائیل کا واقعہ بتایا جارہا ہے: سل بنی۔ ان سے پوچھ لو ان کا کیا حشر ہوا، جب انہوں نے نعمتیں بدلیں، تو

Marfat.com

تیسرا اس کا یہ کہ پہلے کفار کی رعایت کرنے کی تنبیہہ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؛ یاایھاالذین امنوادخلوا.... کافۃ کوئی رعایت نہ کرو، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسلام میں داخل ہوجاؤ۔ اپنے ماضی کی رعایت نہ کرو، اسلام کے اندر۔ پیوندکاری نہ کرو، ان کو پہلے تحذیر دی گئی۔

خبردار ایسا نہ کرنا، اب انہیں کہا جارہا ہے کہ موجودہ نعمت پر دھوکا نہ کھاؤ، ہم نے بنی اسرائیل کو بھی نعمت دی تھی، لیکن جب انہوں نے ناقدری کی تو ہم نے انہیں دنیا میں ذلیل کردیا۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تمہیں حکومت دی ہے، عزّت دی ہے، آج تمہیں کافروں سے نجات دلائی ہے، وہی جو چھپتے پھرتے تھے، تم کو گھسیٹتے تھے، مکّہ معظمہ میں۔ اور آج ہم نے تم کو فاتح مکّہ کے طور پر بھیجا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ نعمت ہمیشہ رہے گی۔ یہ نعمت تمہارے ساتھ اس وقت تک رہے گی جب تم ایمان پر استقامت کے ساتھ قائم رہوگے۔ اس لئے کہ ہم دے کر چھین بھی لیتے ہیں۔ ہماری عطا دوسروں کی ملکیت نہیں بنتی، میں عزیز الحکیم ہوں۔ یہ ملکیّت میری ہی رہتی ہے۔

میں تو بادشاہت دے کے چھین لیتا ہوں، جب چاہتا ہوں۔ سارے بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قانون کا اعلان

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس کے بعد پکڑ شروع ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے اعلان کیا کہ یہ تحریف و پیوند کاری شدید جرم ہے اور اب اس کی سزا کا اعلان ہو رہا ہے۔

اس میں جو آیت ہے: سل بنی اسرائیل کم اتینهم ... عقاب ۵ مسلمانوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ حکم ہو رہا ہے کہ تم پچھلی تاریخ پڑھو، اور اس سے سبق سیکھو۔ ان سے پوچھو کہ میں نے کیا کیا نعمتیں تم کو نہیں دیں۔ میں نے یہودیوں سے کہا تھا کہ انا هدنا علیك ۔ ہم نے تم کو ہدایت دی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی جلالت کا ذکر فرماتا ہے تو جمع کا صیغہ استعمال فرماتا ہے۔ انا اعطینك الکوثر ۵ مربیّت کا جب ذکر ہوتا ہے تو اللہ کوثر کا مژدہ سناتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تم کو ہدایت دی۔ انا هدنا علیك ۵ کس کی وجہ سے تم نے اپنا نام یہود رکھا۔ کہ ہدایت یافتہ۔ ہدایت کو تم نے چھوڑ دیا، تو اب تم کہاں سے یہود رہے؟

نصاریٰ نے کہا تھا کہ نحن انصار اللہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں اور بجائے اس کے کہ دین میں اس کی مدد کرتے، اللہ تعالیٰ پر الزام تھوپ دیا کہ جی وہ اللہ احد لم یلد و یولد نہیں ہے۔ اس نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، اور وہ ان کے

Marfat.com

بیٹے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ یہودیوں نے کہہ دیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور یہودیوں نے کہہ دیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے؟ اپنی عزت کا یہ معیار انہوں رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا دے اور میرے لئے یہ بیٹیاں بناتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے ماضی کو دیکھو۔ اور اس سے سبق سیکھو۔ میں نے ہی کہا تھا کہ: انی فضلتکم علی العالمین ۝ اس لئے کہ یہ اولادِ انبیاء تھی۔ تو جب راہِ حق سے بھٹکے تو ان پر عذاب الٰہی آیا۔

جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یبدل نعمۃ اللہ۔ تو نعمت کا مطلب ہے توریت کی آیات یا انجیل کی آیات۔ یا تندرستی یا مال و دولت۔ ہر چیز انہیں دی گئی تھی۔ من و سلویٰ بھی دیا گیا تھا۔ سب کچھ ان سے چھن گیا، یہ دن رات ناشکری کرتے تھے اور سخت عذاب میں پکڑے گئے، انہوں نے اپنی نازبرداری کی ناقدری کی اور ہمیشہ بغاوت میں مشغول رہے۔

اس آیتِ مبارکہ سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں، جن سے مومنین کو استفادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ پوچھیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں ہے نعوذ باللہ من ذالک ۝ بلکہ

Marfat.com

جانتے بوجھتے دوسروں کو قائل کرنے کے لئے پوچھنا پڑتا ہے بعض دفعہ آپ نوکروں سے کہتے ہیں کیا میں نے تمہاری دیکھ بھال نہیں کی ؛ کیا جب تم بیمار پڑے تھے تو میں نے تمہارا علاج نہیں کرایا تھا ؛ کیا تمہیں رہنے کی جگہ اور اچھی تنخواہ نہیں دی ۔ پھر بھی تم نے کام چوری کی ۔ پھر بھی تم نے چوری کیوں کی ؟ سب کچھ جانتے ہوئے آپ پوچھتے ہیں ۔

تو ایک اصول یہ ہے جو وہابی لوگ کہتے ہیں کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم پوچھو ۔ اس کا مطلب ہے انہیں پتہ نہیں تھا ۔ یہ وہابیت ہے ، یہ گستاخی ہے ، شانِ رسول میں ۔ اس کا اصول یہ بنا کہ پوچھنا ہمیشہ علم کے لئے نہیں ہوتا ۔ ہمیشہ آپ علم کے لئے نہیں پوچھتے ، بلکہ دوسروں کو قائل کرنے کے لئے ، دوسروں کو نصیحت دینے کے لئے اور نہ ہی یہ بے علمی کی دلیل ہے ۔ اللہ تعالیٰ جاننے کے باوجود پوچھتا ہے ۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ کو سب پتہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں ؛ اس لئے کہ وہ سمیع و بصیر ہے ، اس کے باوجود بھی قیامت کے دن وہ پوچھے گا بندوں سے کہ تم نے کیا کیا ، میں نے تمہیں یہ حکم دیا تھا تم نے کیا کیا ؛ تو قیامت میں اعمال کے متعلق سوال ہو

Marfat.com

گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر نہیں ہے۔ وہ تو شاہد ہے، وہ سمیع ہے، وہ بصیر ہے۔

دوسرا اصول یہ بنا کہ ہم نے نعمت ان کو دی تھی، اور جب انہوں نے ناشکری کی، بغاوت کی تو ہم نے نعمت چھین لی۔ اصول یہ ہے کہ نعمت کو اپنی ملکیت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ناشکری پر وہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔

تیسرا اصول یہ بنا کہ شانِ انبیاء کو گھٹانا بغاوت اور معصیت ہے۔ یہود و نصاریٰ نے کیا کیا تھا تورات اور انجیل میں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتیں، جو نشانیاں، جو بزرگی، اور افضلیت کا ذکر تھا۔ اس کو چھپایا، اس کو کم کرنے کی کوشش کی۔ تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے راندۂ درگاہ کردیا۔ نعمتیں ان سے چھین لیں۔ اور کہا کہ ان کے لئے جہنم میں نے تیار کر رکھی ہے۔ اور وہ شدید عذاب میں ہوں گے۔ تو وہ لوگ جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو گھٹانے کی فکر میں ہر وقت لگے ہوتے ہیں ان کو عبرت پکڑنی چاہیئے، یہودیوں کے انجام سے۔ تبدیلئ نعمت جو ہے بے علمی میں صرف جُرم ہے اور علم کے ساتھ معصیت اور بغاوت ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو علم ہوگیا تھا ____

Marfat.com

حقیقت ان تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے نعمت کی تبدیلی کی۔ بے دین عالم جاہل سے بد تر ہے۔ اصول یہ بنا کہ بے دین عالم ہے لیکن دین سے منحرف ہو گیا، جیسے غلام محمد قادیانی، جیسے محمد بن عبدالوہاب، یہ لوگ جاہلوں سے بدتر ہیں۔

نصیحت کے لئے ماضی کے قصص ضروری ہیں تاکہ عبرت ہو۔ کلام پاک میں پرانے قصے بہت ہیں۔ قصص الانبیاء ہیں۔ کیوں؟ وہ سارے ہماری عبرت کے لئے ہیں۔ خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو (اور یہ ہے صوفیانہ تفسیر اس کی) اللہ اپنے بندوں کو ملک و ملکوت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور اس مشاہدے میں اس سے کشف اور کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ لیکن اگر وہ صحیح رہے، عاجز رہے، اللہ کی بارگاہ میں اور اس کا مطلوب و مقصود صرف رب کی ذات ہو۔ سلوک کے راستے پر گامزن رہے تو وہ ترقی کرتا ہے سلوک کی راہ میں۔ مگر جب اس میں فخر و تکبّر آجاتا ہے تو وہ گمراہ ہو جاتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جائے، ہمیشہ اس بات کا احتساب ہی کرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ جو مجھے مقام مل گیا ہے، اس سے مجھے تکبّر آگیا ہو، کیا میں نے اپنے کو اہل سمجھنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

اگر آپ کا مطلوب و مقصود رب ہی ہے اور عاجزی ہے، تو آپ سلوک میں ترقی کرتے ہیں۔ جب تکبّر و غرور آتا ہے، تو کشف و کرامات دنیا میں مخلوق کے لئے ہو جاتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ نعمت سلب ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جھوک سیال بن جاتے ہیں۔ جو دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ان لوگوں کا ایسا حشر کیوں ہوا؟ جو دور اندیش لوگ ہیں وہ اپنی نظر ہمیشہ آخرت پر رکھتے ہیں۔

ہماری زندگی کے تین حصّے ہیں۔ ایک دنیا ہے، یہ سب سے ادنیٰ ہے ہماری زندگی کا حصّہ۔ دُنیا کا مطلب ہے مٹنے والی ادنیٰ۔ اور ایک ہمارا عالم برزخ ہے اور ایک آخرت جنّت ہے۔ جو سب سے افضل ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ اور اس کی نعمتیں ہیں، تو جو دُور اندیش لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے، وہ اپنی نگاہ آخرت پر رکھتے ہیں۔ اور جو اہلِ دنیا ہیں، وہ دنیا کی زینتوں میں گم سُم ہیں۔ اور سب کچھ یہیں پر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ جب موت آتی ہے تو دنیا پیچھے رہ جاتی ہے۔

کسی بزرگ نے مثال دی ہے کہ دنیاوی زندگی دو قبروں کے درمیان میں ہے۔ ایک قبر ماں کا پیٹ ہے، اس نو مہینے آپ قید رہتے ہیں۔ اور اس قبر سے نکلے تو اس دنیا میں آ گئے۔

Marfat.com

اس تھوڑی سی جگہ میں ۔ اس کے بعد اس قبر میں، اس مٹی میں چلے گئے۔ یہ کُل حقیقت ہے دُنیا کی ۔ دو قبروں کی درمیانی جگہ ہے ۔ جانا ہے ایک قبر سے دوسری قبر میں ۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہوا کیوں؟

زین للذین .... حیاۃ الدنیاۃ ؕ "زین" دنیا کو زینت بخش دی ہے : للذین کفرواۃ ؕ جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے لئے دنیا کو مزین کر دیا۔ جو ایمان والے لوگ ہیں وہ پھول دیکھتے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے ۔ دریا دیکھتے ہیں، کشتیاں چلتی ہیں، تو اُنکو اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے ۔

فی البحر کالاعلامۃ ؕ موتی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کانھا والمرجان ؕ اور بیج میں سے جب پودا نکلتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے "اللہ خالق الحق" تو ہر چیز میں اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے ۔ اور جو کافر ہیں ان کو دنیا میں صرف دنیا کی زینتیں نظر آتی ہیں اور پھر یہ وہ لوگ ہیں، جو صاحبانِ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں دیکھو بے وقوف ہے، اس کو پانچ لاکھ رشوت مل رہی تھی، اس نے لی نہیں ۔ تکلیف میں گزارا کرتا ہے ، فاقہ کرتا ہے اور اس طریقے سے ٹھکرا دیا۔ یہ قوم دیکھو کیسے عیش کر رہی ہے، کوئی انہیں پکڑتا بھی نہیں ۔ مگر اللہ کی تو پکڑ بڑی سخت ہے ۔ تو ان اللہ

Marfat.com

عزیز حکیمہؒ

زین للذین کفروا۔ جو لوگ کفر کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا کو اس میں ان کو رجھا دیا ہے۔ اس کی زینت کے وہ فریفتہ ہو گئے ہیں۔ الحیٰوۃ الدنیاؕ دنیا کی زندگی سے وہ مرعوب ہو گئے ہیں۔ اس کے وہ دلدادہ ہو گئے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ جو راہِ ایمان پر ہیں اس کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ویسخرون ا امنوا۔

عبداللہ بن ابی زبردست منافق تھا۔ وہ کہتا تھا کہ دیکھو یہ لوگ کیسے بے وقوف ہیں، جو یہودی ہیں تو وہ بڑے مالدار ہیں، ان کو خوب نذرانے مل رہے ہیں، دولت مل رہی ہے، ان کی جاگیریں ہیں۔ یہ مسلمان لٹے پٹے ہیں، مسکین ہیں۔ اور یہ ایسے غریب ہیں کہ ان کی ساری دولت، بزنس تھا مکہ معظمہ میں، وہ سب کچھ چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں غریب بننے کے لئے، مدینہ منورہ میں۔ (یثرب میں) تمسخر اڑاتے ہیں کن کا؛ جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک فیصلہ صادر کرتا ہے: والذین اتقوا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ کرتے ہیں فوقھم وہ اُن کے اوپر ہوں گے یوم القیامۃ۔ قیامت کے دن اِن کو

Marfat.com

فوقیت حاصل ہوگی۔ جنت بلند مقام پر ہے، اس کے نیچے دوزخ نظر آئے گا۔ وہ اوپر تخت پر بیٹھے ہوں گے متکئین رفرف خضر۔ ان کا وہ مقام ہے۔ اور یہ عذاب الیم میں ہوں گے۔ یہ ایسے ناسمجھ ہیں کہ دنیا کے رنگ و بُو میں اس پر اتنا فریفتہ ہو گئے ہیں کہ مومنوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مومن قیامت کے دن ان سے بہت بلند مقام پر ہوں گے۔ والذین اتقوا.... حساب ؕ بے شک اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے جس کو بھی چاہے بغیر کسی حساب کے۔ ان کو بغیر کسی روک ٹوک کے، بغیر حساب کتاب کے جنّت میں روزی مل رہی ہوگی۔ اور یہ جہنّم میں آگ کھائیں گے۔ اور سانپ بچھوان کے پیٹ میں بھرے ہوں گے۔ یہ ان کا انجام ہے۔

اس کا بھی پچھلی آیت سے ایک تعلق ہے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ یہود و نصاریٰ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ بیان فرما رہا ہے کہ ایسا کرتے کیوں ہیں؟ زین للذین کفروالحیٰوۃ الدنیاؕ دنیا ہم نے ان کے لئے بہت ہی رنگین بنا دی۔ ان کی دنیا سے نگاہ اوپر نہیں اٹھتی، آخرت پر نہیں اٹھتی۔ تو یہ لوگ ہماری نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں، بغاوت کرتے ہیں۔ معصیت کرتے ہیں۔ نعمتوں کو

بدل دیتے ہیں، وہ چھپا دیتے ہیں، کفرانِ نعمت کرتے ہیں، ناشُکری کرتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے۔

پہلے یہ کہ دلائل سے بھی نہ ماننے والے جو ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دلائل سے ماننے والے لوگ نہیں، یہ تو عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؛ ایسا کیوں ہے۔ اس لئے کہ دنیاوی نعمتوں ہی کو حقانیّت سمجھتے ہیں۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی کہتے تھے کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حق پر ہیں تو مالدار تو ہم ہیں، حاکم تو ہم ہیں۔ اقتدار اور دولت تو ہمارے پاس ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہیں ہے۔ ان مُسلمانوں سے ناراض ہے۔ اس وجہ سے ان کو غریب رکھا ہوا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی دولت، دنیا کی حکومت جو کچھ دنیا میں ہے اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے حق کو بھول گئے ہیں۔ تو یہ لوگ جو دلائل سے بھی نہ ماننے والے ہیں یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ دنیاوی نعمتوں ہی کو حقانیّت سمجھنے لگے ہیں اور مُسلمانوں کی بے سروسامانی کو اسلام کے باطل ہونے کی دلیل بتانے لگے ہیں۔ میں نے آپ کو یہ دو واقعات بتائے، یہ آیت

Marfat.com

کیوں نازل ہوئی۔

ایک تو عبداللہ بن ابی کا واقعہ بتایا۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ جہل سرداران قریش، حضرت بلال و عمار و خباب رضی اللہ عنہما جو فقراء مسلمین تھے۔ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ کہ رب ان سے راضی نہیں، بلکہ کفار سے راضی ہے۔ ہمیں فقیر کیوں نہیں بناتا، ان کو کیوں بنا دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ مہاجرین میں کچھ مالدار بھی تھے۔ لیکن جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ شریف (یثرب) تشریف لے گئے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے، یثرب مدینہ منورہ ہوگیا۔ اس طرح سے قسمتیں بدل جاتی ہیں شہروں کی اور مسلمانوں کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم جب پڑ جاتی ہے۔ تو جب وہ لوگ ہجرت کر کے گئے تو غریب ہو گئے۔ اور مدینہ منورہ کے یہودی ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ تب یہ آیت اُتری۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے حق میں اُتری، جب وہ مذاق اڑاتے تھے۔

گناہ کے حوالہ سے انسان کے چار درجے ہیں۔ اس میں دو کا تو علاج ہے دو کا نہیں ہے۔ گناہ کر کے نادم ہو جائے۔ اور گناہ بھی نہ کرے اور نادم بھی نہ ہو۔ اور تیسرا یہ کہ گناہ کرے، اور

Marfat.com

اس پر فخر کرے ۔ جیسے یہود و نصاری کرتے تھے ۔ اور چوتھا یہ کہ گناہ پر خوش ہو ۔ اپنے کو بہادر سمجھے اور جو گناہ نہیں کر رہے ان کو وہ کمزور اور حقیر سمجھے ۔ تو جو پہلے دو ہیں اس کا علاج تو ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل جائے گی ۔ لیکن جو گناہ کرے اور اس پر فخر کرے، یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ وہ گناہ کرے اور گناہ نہ کرنے والوں کا تمسخر اڑائے ۔ ان لوگوں کا علاج نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اس غفلت کو اللہ تعالیٰ کفر قرار دے چکا ہے اور کفر کی سزا شدید عذاب ہے ۔

اس کے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں ۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ حُبِّ دُنیا کی زینتوں میں اُلجھ جانا مومنوں کا طریقہ کار نہیں ہے ۔ ہم میں سے جو لوگ دُنیا میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں، وہ دُنیا والوں کے وطیرے پر چل رہے ہیں ۔ یہ حُبِّ دنیا اور بے رغبتیٔ دین ہے ۔ یہ کفار کا طور طریقہ ہے ۔ مومنوں کو اس سے بچنا چاہیئے ۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ غریبوں کی غریبی کا مذاق اڑانا بہت بڑا جُرم ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرے بلالؓ کی میرے ابوذرؓ کا مذاق اڑاتے ہو، قیامت کے دن وہ تمہارا تمسخر اڑا رہے ہوں گے ۔ وہ بلند مقام پر ہوں گے اور تم نیچے جہنم میں سزا پا رہے ہوگے ۔ تو ایمان کا مذاق کفر ہے ۔

Marfat.com

اگلا یہ ہے کہ کفار کی عاقبت کا مذاق جائز ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کا تو یہ حشر ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "علی الارائق" یہ اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے ان کا سارا نقشہ۔ والذین اتقوا فوقھم یوم القیامۃ ؕ تو جنّت کو فوقیت اور دوزخ کو پستی ہے۔

ایک اور اصول یہ ہے کہ دنیا کو بڑھانے کی کوشش نہ کرے حیوٰۃ الدنیا کے سامان کو بڑھانے کی کوشش نہ کرے۔ آخرت کی کھیتی کی کوشش کرے کہ اسی کو دوام حاصل ہے۔

ایک حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت اچھی ہے، وہ آپ کو سُنا دوں۔ اس سے آپ کو دنیا کی حقیقت کا پتہ لگے گا۔ لوگ جو دنیا کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے اور انہوں نے تین روٹیاں اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ راستے میں ایک آدمی ملا۔ آپ نے اس سے کہا کہ یہ روٹیاں رکھو، میں ابھی واپس آتا ہوں۔ اس آدمی نے ان کی غیر موجودگی میں ایک روٹی کھالی۔ جب آپ واپس آئے تو دیکھا کہ دو روٹی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ تیسری روٹی کہاں گئی تو وہ ان سے جھگڑنے لگا، کہ آپ نے مجھے دو ہی روٹیاں دی تھیں۔ میں نے تو نہیں کھائی۔ یعنی اس نے جھوٹ بولا ایک روٹی

Marfat.com

کے لئے۔

اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور وہ آدمی بھی ساتھ چلا۔ آگے جا کر آپ کو تین سونے کی اینٹیں ملیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کہ یہ تین سونے کی اینٹیں ہیں۔ اس میں سے ایک میری، ایک تمہاری اور ایک اس کی جس نے وہ روٹی کھائی ہے۔ تو وہ فوراً بول پڑا کہ وہ روٹی تو میں نے کھائی تھی۔ اس لئے دو اینٹیں مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا میں تم پر اعتبار کر لوں گا۔ پھر آپ نے وہ تینوں اینٹیں اس کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رکھ لینا۔ میں ابھی آتا ہوں۔ آپ کے جانے کے بعد اس کے دل میں لالچ آ گیا۔ اتنے میں تین ڈاکو آئے اور انہوں نے اس آدمی کو قتل کر ڈالا۔ اور تینوں اینٹوں پر قبضہ کر لیا۔

ان ڈاکوؤں نے ایک سے کہا کہ تم جاؤ اور جا کر ہمارے لئے کھانا لے آؤ۔ جب وہ گیا تو اس کے دل میں کھوٹ آ گیا۔ بے ایمانی آ گئی۔ اس نے دل میں کہا کہ ایسا کرتا ہوں کہ ان کے کھانے میں زہر ملا دیتا ہوں تاکہ وہ دونوں مر جائیں۔ ان دونوں نے یہ طے کیا کہ وہ جب آئے تو ہم دونوں مل کر اس کو مار ڈالیں۔ تاکہ اس کے حصے کی اینٹ بھی ہمیں مل جائے۔ چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آیا تو دونوں نے مل کر اس کو مار ڈالا۔ اور وہ جو کھانا

Marfat.com

لایا تھا اس کو مزے سے کھالیا۔ چونکہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا تھا۔ لہذا وہ دونوں کھانا کھاتے ہی مر گئے۔

اس حکایت کی حکمت یہ ہے کہ پہلے آدمی نے بھی لالچ کی دنیا کی، وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ اور وہ تینوں بھی بدنیت تھے۔ ایک تو ان کو مارنا چاہتا تھا زہر دے کر، دوسرا ان کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو وہ تینوں کے تینوں بھی ہلاک ہوگئے۔ اور روٹیاں بھی دنیا میں دھری رہ گئیں۔ تو دنیا کی حقیقت یہ ہے۔ یہ دنیا کی زیب و زینت کے پیچھے بھاگنے والوں کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ آخرت کو نگاہ میں رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ قد افلح المومنون۔ پس بھلائی ہے ایمان والوں کے لئے۔ فوز و فلاح جو ہے وہ صاحبانِ ایمان کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی نعمت پر ناشکری سے محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں کارِ خیر کے لئے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری نگاہ ہمیشہ آخرت پر رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ٥

Marfat.com

سورۂ بقرہ پارہ سیقول

آیت نمبر ۲۱۳ تا ۲۱۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ
النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ
مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا
الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ
يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۱۳)
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ
مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ

Marfat.com

الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ
الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ
اللّٰهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ (۲۱۴) ۔

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اُتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے، تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھادی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی رو داد نہ آئی، پہنچی انہیں سختی اور شدت اور ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

Marfat.com

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ یہ ۲۱۳ سے لے کر ۲۱۴ تک ہیں۔ اس میں ۲۱۱ اور ۲۱۲ کی تفسیر میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ بنی نوعِ انسان کی تعریف بیان کرتا ہے میں نے تو سب کو مومن پیدا کیا تھا۔ یہ جو آیت ہے اگلی: کان الناس امۃ واحدۃ۔ تمام انسان جو تھے وہ ایک اُمّتِ واحدہ تھے۔ سب کے سب مومن تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے قبل تک سب کے سب مومن تھے۔ پھر بعد میں اُن کے زمانے میں کچھ لوگ باغی ہو گئے۔ پھر اُن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا۔ اور طوفانِ نوح کے بعد جو لوگ بچ گئے تھے وہ سب کے سب مومن تھے۔

پھر اس کے بعد ایک دور آیا کہ نُورِ ایمان دُنیا سے غائب ہو گیا، نُورِ انبیاء غائب ہو گیا اور دورِ جہالت آ گیا۔ اس دورِ جہالت کو دُور کرنے کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: کان الناس امۃ واحدۃ ط
تمام انسان ایک واحد اُمّت تھے۔ وہ سب کے سب مومن تھے۔ اس کے بعد کچھ لوگ باغی ہو گئے۔ فبعث اللہ النبین۔ پس ان میں اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً نبی بھیجے اور مبشرین و منذرین۔ جو لوگ نیک و کار تھے، صاحبانِ ایمان تھے، اُن کو وہ بشارت

Marfat.com

دیتے تھے۔ اور جو باغی تھے، سرکش اور کفار تھے، منافقین تھے، ان کو وہ اللہ سے ڈراتے تھے۔

تو دو کام تو نبیوں کے یہ تھے کہ وہ بشارت دیتے تھے اور خوشخبریاں دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کے انعامات کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بشیرؐ اور نذیرؐ کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ فبعث اللہ النبیین۔ پس بعثت فرمائی اللہ تعالیٰ نے، نبی پیدا کئے، تاکہ لوگوں کو وہ خوشخبریاں دیں۔ اور بے عملی اور بدکاری کو کفر اور زندگی کی بے ثباتی کے متعلق بتائیں۔ پھر وانزل معھم الکتٰب بالحق.... فیہ۔ اور اُن کے ساتھ اُن کو حق کے ساتھ، سچائی کے ساتھ ان کو کتاب عطا فرمائی۔ چار کتابیں ہیں اور سو صحیفے ہیں۔

وانزل معھم الکتٰب اور ان کے ساتھ کتاب اُتاری۔ بالحق حقانیّت اور صداقت کے ساتھ لیحکم بین الناس تاکہ لوگوں میں انصاف کریں، فیصلہ کریں۔ کس بات کا فیصلہ کریں؟ فیما اختلفوا۔ جن باتوں سے وہ آپس میں اختلاف رکھتے تھے۔

یہاں اردو میں بھی اختلاف ہی کہتے ہیں۔ لیحکم تاکہ وہ حکم دیں اور وہ فیصلہ کریں۔ حکم کہتے ہیں فیصلہ کرنے والے کو، اسی سے لیحکم بین الناس۔ تاکہ وہ بنی نوع انسان میں

Marfat.com

حق کا فیصلہ کریں۔ کس بارے میں؛ ان چیزوں کے متعلق جن میں انہوں نے شک و شبہات پیدا کر دیئے تھے فیما اختلفوا فیہِ جن چیزوں میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے تھے: وما اختلاف فیہِ اور اس میں سے انہوں نے جھگڑا کیا اس چیز میں۔ کس چیز میں؛ الا الذین اُوتو۔ جن لوگوں پر وہ کتابیں اُتری تھیں۔ بعد میں انہی لوگوں نے جھگڑے فساد شروع کئے۔

الا الذین اٰمنوا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ وما اختلفوا فیہ۔ ان باتوں میں قرآن پاک آ گیا، تو اس میں ان کو واضح ہدایت مل گئی۔ کن چیزوں کے متعلق؛ جس میں وہ لوگ اختلاف ڈالا کرتے تھے۔ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے عبد ہیں، میرے نبی ہیں، میری اولاد نہیں ہیں۔ اس لئے کہ: قل ھو اللہ احد ... یولد۔ وما اختلفوا فیہ۔ واللہ یھدی من یشاءُ علیٰ صراطٍ مُّستقیم ہ

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اسے صراط مستقیم پر ڈالتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے۔ جو اللہ پر ایمان لانے والے تھے ان کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی۔ ان چیزوں میں ہدایت دی جس کے متعلق شبہات اور اختلاف پیدا کر دیئے تھے۔

Marfat.com

اس آیت کا تعلق پچھلی آیت سے ہے، پچھلی آیت میں ذکر تھا ان لوگوں کا جنہوں نے حق کو بدلا۔ جو گمراہ ہوئے جنہوں نے دنیا کی زینتوں کو لبھا لیا ہے۔ اب اس آیت میں یہ بتا رہے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے ہی میں نے ایک ہی اُمت بنا کے بھیجا تھا، سب کو مومن بنا کے بھیجا تھا، جیسے اس میں انہوں نے اختلاف کرنا شروع کر دیا اور اس طرح کا اختلاف پچھلے انبیاء سے ہوتا چلا آرہا ہے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا ہے، تو آپ اس پر پریشان نہ ہوں، یہ تو ان کا طور طریقہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاہے یہ آپ کا مذاق اڑائیں۔ لیکن فوقیت ہمیشہ مسلمانوں کو ہوگی۔ انجام کار وہی بلند و بالا ہوں گے۔ اور وہ اس مقام پر ہوں گے جہاں سے کفار کی آخرت ہے، اس کا مذاق اڑا رہے ہوں گے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی۔ اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ میں نے انہیں ہدایت دے دی۔ پھر یہ ہے کہ دُنیا بیماری کی طرح پھیلتی ہے، دُنیا کا حرص پھیلتا ہے۔ تو پھر آخرت کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرنا پڑتی ہے۔ تاکہ حق اور باطل ہمیشہ صاف صاف اور علیحدہ رہیں، یہ اس کا پچھلی آیت کا تعلق ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے

Marfat.com

کہ حضرت ادریس علیہ السلام تک سب کے سب مومن تھے۔ پھر اس کے بعد طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت ہود علیہ السلام تک سارے کے سارے مومن تھے۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام کی زندگی ہی میں اختلافات شروع ہوگئے۔ پھر ایک زمانہ وہ آیا کہ سب اُمّتِ واحدہ تھے۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ جو نُورِ نبوّت ہے وہ دُنیا سے غائب ہوگیا۔ اور سبھی کافر ہوگئے۔ اس وقت انبیائے کرام علیہم السلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے تشریف لے آئے۔

جو بھی اسلام کے متلاشی ہیں، ایمان کی تلاش میں ہیں۔ اور جو انبیاء اور اولیاء اللہ ہیں سب کے سب ایک ہی کشتی میں ہیں۔ اسلام کی کشتی میں سوار ہیں۔ فرق کیا ہے؛ کہ انبیاء ہمیں پار لگانے والے ہیں۔ اور ہم پار لگنے والے ہیں۔ کشتی لے جاتی ہے وہیں پر۔ ایک کشتی لے جانے والے ہیں کھیون ہار ہیں۔ وہ انبیاء اور اولیاء ہیں۔ اور جو پار لگنے والے ہیں وہ مومنین ہیں۔ تو سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت کے لئے تشریف لائے اور جب نبوّت کا سلسلہ ختم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ پیدا کئے، تاکہ ہماری ہدایت ہوتی رہے۔

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ایسی نعمتیں عطا کیں جو کسی اور کو نہیں عطا کیں۔ ایک تو سرکار دوعالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جس طرح سے جمع کی گئیں، کسی پیغمبر کی حدیث جمع نہیں کی۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیثیں ہوتیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حدیثیں ہوتیں تو جن چیزوں کا اختلاف ہوتا، ان کا جواب حدیث سے فوراً مل جاتا۔ وہ نہیں ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے حفظ کا بندوبست کیا، اسے مومنین کے سینوں میں محفوظ کر دیا چاہے وہ ساتویں عیسوی ہو یا اکیسویں عیسوی ہو۔ لفظ بہ لفظ زیر زبر پیش سب ایک ہی ہوگا۔

جو اعزاز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب یعنی قرآن پاک کو ملا وہ یہ کہ کسی دین میں انبیاء کی حدیثیں نہیں جمع کی گئیں۔ تیسرا یہ کہ نبیوں کا میلاد نہیں منایا گیا تاکہ ان کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ ہمارے ہاں شروع زمانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، یعنی میلاد منایا جاتا ہے۔

ہمارے اللہ کے کلام پاک میں تحریف نہ ہونے کا، اور اختلاف نہ ہونے کی روک تھام کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جمع کی گئیں، اس طرح کا کام پچھلی اُمتوں میں نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ کسی نبی کا میلاد اس طرح نہیں منایا گیا جس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منایا جاتا ہے۔ تو اُن کی ذات، اُن کی سیرت، اُن کی یاد، وہ سب ہر سال تازہ کی جاتی ہے۔

Marfat.com

دوسری اُمتوں میں گزشتہ کتابوں کی تلاوت اور حفظ کا اہتمام نہیں تھا۔ ہمارے دین میں کلام پاک کے حفظ کا اور اس کی تلاوت کا اہتمام ہے، روز لوگ پڑھتے ہیں، جس چیز کو روز پڑھا جائے اس کو بدلنا آسان نہیں ہے۔ پھر قرآن پاک کو یاد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حافظے کا نظام بنایا ہے۔

ہر کتاب کے اسرار ہوتے ہیں، کلام پاک کے اسرار کو بیان کرنے اور اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولیاء اللہ کو پیدا کیا، تاکہ وہ اس کی تفسیر بیان کرسکیں۔ اس کے اسرار بیان کرسکیں۔ ایک جملہ جو ایک آیت بھی ہے اس کے اندر جو جو خزانے بھرے ہوئے ہیں انہیں اُمت تک پہنچائیں۔ یہ کام اولیاء اللہ کا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کتابوں میں، صحیفوں میں جھگڑا شروع ہوا۔ اہلِ کتاب نے ان آسمانی کتابوں میں جھگڑا شروع کیا، جو جھگڑا مٹانے کے لئے آتی تھیں۔

وانزل ھم الکتاب ہ آئے تھے جھگڑا مٹانے کے لئے، انہوں نے کیا کیا، نئے جھگڑے شروع کئے، پھر فساد پیدا کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک نازل کیا۔ آپس کے حسد کو ختم کر دیا۔ ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا۔ وہ اختلافات جو حد سے گزر گئے تھے انہیں

Marfat.com

بالکل ہی مٹا دیا۔ اور اس طریقے سے مسلمانوں کو ہدایت ملی ۔ عیسائیوں کا قبلہ مشرق کی طرف، یہودیوں کا مغرب کی طرف مسجد اقصیٰ بیت المقدس مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو قبلہ بنایا۔

وہ پیغمبروں کی مسجد ہے اور یہ اللہ کا گھر ہے۔ اس کو قبلہ بنایا۔ عیسائیوں اور یہودیوں میں بعض میں رکوع ہے سجدہ نہیں ہے اور بعض میں سجدہ ہے رکوع نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں قیام بھی عطا فرمایا، رکوع بھی عطا فرمایا اور سجدہ بھی عطا فرمایا۔ انہوں نے روزوں میں اختلاف کیا، جس میں انسان پاک ہو جاتا ہے۔ وہ اُمّت کا مہینہ ہوتا ہے، اللہ کی مخلوق کا مہینہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو حاصل نہ ہو سکا وہ مسلمانوں کو ملا۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں، اس کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ہدایت کی بنیاد فضلِ الٰہی ہے۔ اس لئے کہ جس کو وہ چاہتا ہے اس کو ہدایت مل جاتی ہے، جس پر اللہ کا فضل و کرم ہوتا ہے، اسی کو ہدایت ملتی ہے۔ ہدایت کسبی بھی ہے اور ہدایت عطائی بھی ہے۔ ہدایت کی بنیاد فضلِ الٰہی ہے۔ اور گمراہی کی بنیاد حسد اور ضد ہے۔ ہدایت رب کی عطا ہے اور گمراہی بغاوت اور معصیّت۔

Marfat.com

دوسرا اصول یہ ہے کہ تنظیم بذاتِ خود اچھی چیز ہے لیکن ہر تنظیم اچھی نہیں ہے۔ کفار کی تنظیم کو نیست و نابود کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ ان کی بہتری کے لئے اور کفارانِ قریش کو پارہ پارہ کر کے نیست و نابود کرنے کے لئے سرزمین عرب سے کفار کا نام و نشان مٹا دینے کے لئے کون بھیجے گئے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر پیغمبر کے ساتھ صحیفہ یا کتاب ہے۔ اس لئے کہ وہ یا تو اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی کتاب پر ہدایت دیتے تھے اور کبھی کبھی ان کی مدد کے لئے صحیفے بھی نازل ہوتے تھے۔ یا وہ خود صاحبِ کتاب ہوتے تھے۔ تو ہر پیغمبر کے ساتھ کتاب یا صحیفہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے: وانزلهم الکتاب ط کتاب ہی وہ سند ہے، وہ مستند چیز ہے جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہوتا ہے۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ نفسانیّت کا اختلاف عذاب ہے اختلاف دو قسم کے ہیں۔ اختلافِ نفسانیّت اور اختلافِ رحمت۔ علمائے دین یا ائمہ مجتہدین کے فقہ کے متعلق جو اختلاف ہے وہ اختلافِ رحمت ہے۔ اس لئے کہ اس اختلاف کے باوجود دین واضح ہوتا ہے۔ تو نفسانیّت کا اختلاف یہود و نصاریٰ کا وطیرہ ہے۔ یا ان لوگوں کا اختلاف ہے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی ذاتِ برکات اور ان کے فضائل کے متعلق شبہات رکھتے تھے۔
ان کا اختلاف نفسانیّت کا اختلاف ہے۔ لیکن جو آئمہ دین میں فقہی مسائل کا اختلاف ہے وہ اختلافِ رحمت ہے۔ وہ حق کے متعلق جو تحقیق ہوتی ہے جو کاوشیں جو کوششیں ہوتی ہیں اس میں ضد کا دخل نہیں ہے۔ اس میں علم اور فہم کا دخل ہے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اب مُسلمانوں سے خطاب ہے۔ اور یہ آیت اس وقت کی ہے جب لوگ مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے، سب کچھ اللہ کی راہ میں لُٹا کے، مدینہ منورہ میں آئے۔ لٹانے کے بعد بڑی تکلیفیں اور صعوبتیں اٹھانے کے بعد جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ان کے مالک تپتی ہوئی ریت میں گھسیٹا کرتے تھے، کوڑے مارتے تھے۔ تو تب بھی وہ استقامت باالدین میں متزلزل نہیں ہوئے۔ تو اب اور بعض دفعہ بشری تقاضے کے غلبے کے تحت وہ کبھی کبھی گھبرا جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے کہ اے میرے رب! تُو ہمیں صبر عطا فرمانا اور آپ نے جو ہمیں مدد عطا فرمائی ہے، اور وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں جلد عطا فرما۔ تاکہ یہ آزمائش کا دور گزرے۔ لیکن استقامت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان کے متعلق، مسلمانوں کی دلجوئی کے لئے یہ آیت اُتری۔ تاکہ مشکلوں

Marfat.com

میں مسلمان گھبرائیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ام حسبتم ان تدخل الجنۃ۔

کیا تم خیال کرتے ہو، جیسے پوچھتے ہو کہ فلاں گھر میں ہے۔ کیا تم مومن ہو تو آسانی سے جنت میں چلے جاؤ گے، بغیر کسی تکلیف کے بغیر کسی آزمائش اور مجاہدے کے، نہیں ایسا نہیں ہے۔ ولما یاتکم .... قبلکم جو تم سے پہلے لوگ آچکے ہیں مومنین، ان پر جو کچھ گزری ہے اس کے آئے بغیر کیا تم جنت میں آسانی سے چلے جاؤ گے؛ جی نہیں، ایسا نہیں ہے۔ پچھلے انبیاء کے صحابہ کرام کو کتنی کتنی شکلوں کا سامنا اٹھانا پڑا کیسی قربانیاں انہوں نے دیں، تم سمجھتے ہو کہ ویسے ہی تم جنت میں چلے جاؤ گے، بغیر آزمائش کے۔

تو ابھی تم پر وہ نوبت آئی نہیں۔ لیکن یاد رکھو تم تکلیف سے نہ گھبراؤ: الا ان نصراللہ قریب الا بذکراللہ تطمئن القلوب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ٹھیک ہے، میں تمہیں کہہ رہا ہوں، تم گھبراؤ نہیں، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، بڑی بڑی آزمائشیں آتی ہیں، مصیبتیں آتی ہیں مجھ سے ملنے کے لئے۔ اتنی آسانی سے میرا قرب حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جسم پر چھری چلائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحییٰ (علیہ السلام) اگر تم نے اُف بھی کی تو تمہارا نام نبوت سے خارج ہو جائے گا۔ نبوت تو قربت الٰہی کا انتہائی قریبی

درجہ ہے، تو تم ہر تکلیف پر اُف نہیں کرنا۔ تم نے اُف کیا تو ثابت ہو جائے گا کہ تم نبوّت کے قابل نہ تھے۔ یہ استقامتِ دین ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، گھبراؤ نہیں، صبر کا دامن نہ چھوڑو، الا ان نصراللہ قریب۔ جان جاؤ، اطمینان رکھو کہ اللہ کی نصرت قریب ہی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ تمہارا دین پورے روئے زمین پر حاوی ہوگا۔ امن وسکون ہو جائے گا۔ تمہاری فتح ہوگی۔ تمہاری سلطنت، حاکمیّت، برتری اور فوقیّت عام ہو جائے گی۔ کفار کی فوقیّت ختم ہو جائے گی۔ سرزمینِ عرب سے وہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔

پہلے یہ کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دے، تو اب کہا جا رہا ہے : واللہ یھدی من یشاء.... مستقیم ڈ کہ ہدایت کے لئے تکالیف اور مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔ ہدایت اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے لئے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ پہلے یہ کہا گیا کہ دنیا میں اختلافات ختم کرنے کے لئے، حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو قرآنِ کریم عطا فرمایا گیا۔ اب اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ استقامت رکھنے کے لئے تمہیں سخت محنت و مشقّت اور مصیبت اور آزمائش کے لئے تیار رہنا ہے۔ حق کو قائم رکھنا، ایمان کو سلامت رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ مجاہدے کا کام ہے۔

Marfat.com

ہمارا رتبہ دوسرے انبیاءِ کرام کے صحابہ کرام سے بڑا ہے تو تمہاری آزمائش بھی اُن سے بڑی ہوگی۔ ان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ احزاب جسے غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ خندق کھودتے وقت ایک تو صحابہ کرام سخت تکلیف میں تھے، مکہ معظمہ سے سب کچھ چھوڑ کر آئے تھے۔ فاقہ کشی کا عالم تھا، پیٹ پر پتھر باندھ کر سارا دن خندق کھودتے رہتے تھے۔ بھوک کے علاوہ سخت سردی بھی تھی۔ بدن پر کپڑے نہیں تھے۔ اب بیرونی طور پر مشرکین مکہ کی یلغار اور یہود ونصاریٰ کی اور منافقین کی مدینہ منورہ میں موجودگی۔ ساتھ اپنے فاقہ اور سردی، یہ تمام مشکلیں تھیں۔ اور اس وقت ایسا لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے پاؤں ڈگمگا جائیں۔

تو مقصد ھم البأساءُ والضراءُ وزلزلواْ مستقل پھسلنے کو "زلزلہ" کہتے ہیں۔ تو ان کو مصیبتیں اور مشکلیں اتنی پڑیں کہ یہ ڈر لگنے لگا کہ ان کے کہیں قدم نہ ڈگمگا جائیں۔ تو اس وقت غزوۂ خندق میں بھی مصیبتوں کی، آزمائشوں کی اتنی انتہا ہوگئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیم کے لئے، جن کو میرا غم لگا ہو، ان کو یہ جھیلنا پڑے گا۔ وہ میرے فراق میں تڑپ رہے ہیں، ان کو تڑپنا تو ہوگا، جو لوگ میرا وصال چاہتے ہیں ان کو میرے فراق میں تڑپنا بھی ہوگا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طرف تو

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں دولت و گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ اور پھر یہاں یہود و نصاریٰ اور منافقین کی سخت مخالفین تھی، اِن حالات میں یہ آیت اُتری تاکہ مُسلمانوں کو حوصلہ ہو۔

اس آیت کے متعلق حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی چھاؤں میں اپنی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔ یہ ہجرت سے پہلے کا وقت تھا۔ اور بہت ہی مشکلوں کا دور تھا۔ تو حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اپنی مصیبتوں کا ذکر کیا اور کہا کہ حضور آپ ہمارے لئے دُعا کیوں نہیں فرماتے، تاکہ ہماری یہ مشکلات دور ہو جائیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ ایمان کی اطاعت میں زمین میں دبا دیئے جاتے تھے، آرے سے چیر کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی پر لٹکانے کی کوشش کی اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے سر کے گوشت نوچ لئے جاتے تھے، مگر انہیں کوئی مصیبت بھی دین سے نہیں روک سکتی تھی۔ قسم ہے رب کی کہ یہ دین پورا ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کو پورا فرمایا اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو گا۔ صنعاء سے حضر موت تک لوگ بے دھڑک جائیں گے۔ کوئی لوٹ مار نہیں ہو گی، مومنین جائیں گے، کوئی ان کو

Marfat.com

روک ٹوک نہیں ہوگی۔ ابھی تو مکۃ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے میں راستے میں قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ الحمد للہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبر و استقامت فی الدین کی مثالیں قائم کر دیں۔ جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ اور تاریخ اور قرآن دونوں میں ان کی تعریف کا ذکر اور اعتراف ہے۔

اس آیت کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا اصول یہ ہوا کہ دین کی رغبت کے لئے اور کارِ خیر کی رغبت کے لئے گزشتہ اسلاف کے کارنامے بیان کرنا ترغیب کے لئے، یہ سُنّتِ الٰہیہ ہے اسی لئے علمائے دین، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے واقعات اور قصے لوگوں کو بیان کر کے رغبت دلاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پچھلے نبیوں کے صحابہ کرام سے پیچھے رہ جاؤ، نیکی میں، سابقین پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنا گزشتہ بزرگوں اور اولیاء اللہ، نیکو کاروں سے زیادہ محنت کرنے کی کوشش، اُن سے آگے جانے کی خواہش اور کوشش کرنا، یہ عین کارِ ثواب ہے۔ اس میں کسی بے ادبی کا عنصر نہیں ہے، اپنے کو ان سے بہتر نہیں سمجھنا چاہیئے، کوشش کرنا چاہیئے کہ جو عمل انہوں نے کیا ہم اس سے زیادہ کر سکیں۔

نیکی میں دوسروں کی حرص اور سابقین سے آگے جانا عین کارِ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ام حسبتم ان تدخل الجنۃ... قبلکمؕ جن امتحانات میں جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے تم ان امتحانات سے گزرے بغیر جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ تو ایک اصول یہ ہوا کہ بغیر عمل جنت کی خواہش رکھنا بے جا ہے۔ عمل کرو، کوشش کرو، استقامت بالدین قائم رکھو اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بھیک مانگو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع رکھو، شفاعت برحق ہے، مگر اعمالِ حسنہ بھی ضروری ہیں۔

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، رب کے احکامات کو لائے اور ان کو آپ نے نظر انداز کیا تو آپ کس منہ سے شفاعت مانگیں گے؛ تو یہ اور بات ہے کہ اعمالِ حسنہ بھی کوئی سند نہیں ہیں، سند قبولیت کی ہے، سند شفاعت کی ہے، سند رحمت اور مغفرت کی ہے۔

چوتھا اصول بہت اچھا ہے، وہ یہ ہے کہ دینی معاملات میں ہمیشہ بلندی کی طرف دیکھیں، شاہینوں کے لئے آسمانوں کی طرف دیکھنا ہوتا ہے زمین کی طرف نہیں۔ دینی معاملات میں ہمیشہ بلندی کی طرف دیکھو، اپنے سے بہتر کی طرف دیکھو۔ نمونے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بنا رکھے ہیں، ان کی طرف دیکھو، ان کو دیکھو جنہوں نے دین میں استقامت کی، مجاہدہ کیا ہے اور صبر کیا ہے۔ اور جو

Marfat.com

آزمائش سے گزرے ہیں۔

ایک اور اصول یہ ہے کہ دنیاوی رنج و آلام اور غم کا دل پر اثر ہونا خلافِ نبوت اور خلافِ ولایت نہیں ہے۔ یہ بشری تقاضے ہیں لیکن اس سے ڈگمگا کر راہِ حق سے پلٹ جانا نبوت اور ولایت کے منصب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے: مثل الذین خلوا.... نصر اللہ۔ اے میرے رب کب تیری امداد آئے گی، جس کا تُو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اب تو ہم تھکنے لگے ہیں۔ تو یہ بشری تقاضے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم تھک گئے ہیں لیکن پھر بھی اللہ سے رحم کی اپیل کر رہے ہیں۔ کفّار کا یہ کہنا کہ ہمیں تو نہیں لگتا کہ رب ہم سے ناراض ہے۔ ہمیں تو دنیا کی ساری دولتیں دی ہیں۔ حکومت دی ہے، تجارت دی ہے، لگتا ہے کہ تم سے ناراض ہے، تمہیں غربت دی ہے، غلامی دی ہے۔

تو اصول یہ ہوا کہ دنیاوی تکالیف رب کی ناراضگی کی علامت نہیں ہیں۔ اور یہاں کا آرام بھی رب کی رضا کی علامت نہیں۔ سورۂ کہف میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ رنج و غم ترقی کا زینہ ہے۔ اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھاؤ، درجات بلند ہوں گے۔ اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ام حسبتم ان تدخل الجنة ۃ جنت تین طرح کے لوگوں کو ملتی ہے۔ ایک کسبی ہے، ایک عطائی ہے اور ایک

Marfat.com

وہی ہے۔ جو نیک عمل سے جنت حاصل ہو جائے، وہ کسبی حصولِ جنت ہے اور اگر کسی کو کسی کے طفیل یا کسی کے صدقے میں مل جائے۔ (جیسے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے مرشد کریمین حضرت افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے صدقے میں ہمیں عطا فرمائے)، تو وہ ہے عطائی حصولِ جنت، اسی لئے ہم وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اس تک پہنچنے کا ڈھونڈو۔

اور تیسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خود کوئی عمل پسند آجائے، تو وہ ہے واحدی۔ کہ بلاواسطہ رب کے کرم سے کسی کو جنت مل جائے۔

مثلاً ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے مدینہ میں نہر کھدوائی تھی۔ ایک دفعہ اس نے سوچا کہ میں نے نہ جانے کتنے ہی پیاسوں کو نہر کھدوا کر سیراب کر دیا، شاید مجھے اس کے بدلے جنت مل جائے، حوضِ کوثر کا پیالہ مل جائے، نہر زبیدہ کے بدلے۔ رات کو اُس نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے": زبیدہ! تمہیں جنت اس نہر کے کھودنے پر نہیں ملی، تم تو ملکہ تھیں، خلیفہ کی بیوی تھیں۔ ایک فقیر جا رہا تھا، اس نے صدا دی کہ کوئی پانی پلا دے، اللہ کے نام پر۔ تم نے ملکہ ہوتے ہوئے بھی اور خلیفہ کی بیوی ہوتے ہوئے بھی اس فقیر کو ایک پیالہ پانی پلا دیا تھا۔ ہم نے اس عمل کے بدلے تمہیں جنت دے دی۔

Marfat.com

cession

The b

te last n

mitted

bersh

... [illegible] ہے لا الہ الا اللہ، وہ کہتے ہیں: اے رب
آپ کے علاوہ کوئی نہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے، اللہ کے علاوہ [illegible] ہے وہ کہتے ہیں:
تمہارے علاوہ کوئی ربّ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ مشاہدہ کر رہے ہیں، ربّ کا۔ اس لئے
کہ وہ مقامِ شہود میں ہیں [illegible] ور کاملین جو ہیں وہ منصور کی طرح سے ہیں، وہ فنا فی اللہ
ہو چکے ہیں، ان کی اپنی ذات نفی ہو چکی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں: لا الہ الا ان الحق ان الحق
کہہ دیتے ہیں۔ اور قطب الاقطاب ہیں جن کے گرد سارا نظام چلتا ہے، جو مدار
ہیں سارے نظامِ طریقت کے تو وہ ان کی توحید ہے یا ھُو من ھُو کچھ ہے ہی نہیں، ھُو کے
علاوہ۔ عالم کی توحید ہے کیا ہے؟ لا الہ الا ھُو اور صوفی کی کیا ہے؟ لا موجود الا ھُو۔ اللہ تعالیٰ
کے علاوہ کوئی چیز بھی موجود نہیں ہے، ہر چیز فنا ہو چکی ہے۔ تو یہ لا الہ الا ھُو، اور لا موجود الا ھُو۔
معرفت سے حقیقت تک جب پہنچیں گے تو لا الہ الا ھُو، اور لا موجود الا ھُو بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی
اصلاح فرمائے۔ اور اس پر ہمیں ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی شفاعت نصیب فرمائے اور انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے قلوب
کو، ذہنوں کو اور وجود کو توحید کے زیور سے آراستہ فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۵

Marfat.com

تفسیر علیم

(قرآن حکیم)

جلد ہشتم
8

از

خواجۂ عارفاں، ابدال چشت اہل بہشت

عامل شریعت، کامل طریقت

صادق البیان، مفسر القرآن

فدائے عشق محمدی

ضیائے غلام عارفی، وفائے سگ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری چشتی صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com